دل تیرا دیدار مانگتا ہے
تحریر :مالا شاہ

آج کی صبح بھی شاہ پور میں بہت خوبصورت تھی چڑیاں اپنے رب کی حمدوثنا میں مصروف تھیں بازار میں لوگ اپنی اپنی دکانوں کو صاف کرتے ہوئے نظر آتے تھے رات کو شبنم گرنے کی وجہ سے مٹی کی خوشبو ہر سو پھیلی تھی۔

وہیں سومرا حویلی میں بھی عورتیں باتوں میں بھی مگن تھیں اور ساتھ ساتھ ناشتہ بنا رہی تھیں۔

دوسری طرف شاہ حویلی میں بھی سب عورتیں کچن میں خود ہی مگن اپنے سائیں کیلیے انکے منپسند کھانے بنا رہی تھیں۔۔۔

وہ سیاہ کپڑوں میں ملبوس کندھوں پہ شال اوڑھے اپنے مغرور انداز میں کرسی پہ بیٹھے دی ہورک کتاب پڑھ رہا تھا۔

سائیں سائیں !!! ایک ملازم ہانپتا ہوا دروازہ بجانے لگا کسی کو بھی اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔

آجائو وہ گلے کھنگار کو رعب دار آواز میں ملازم کو اندر آنے کی اجازت دیتا کتاب سامنے موجود ٹیبل پر رکھ گیا۔

وہ ملازم اندر داخل ہوتا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا وہ سب ہی اسکے خوف سے خاموش رہتے تھے جب تک کہ وہ بولنے کی اجازت نا دیتا۔

بولو ! وہ اپنی شال سے نا مولود گرد جھاڑتا اپنی جگہ سے اٹھتا راکنگ چئر کی طرف بڑھا۔

وہ سائیں تبریز شاہ کے ملازموں نے ہماری فصلوں کو برباد کردیا ہے اور اب ہوائی فائرنگ کر رہے ہیں ! اس ملازم نے اپنے ماتھے پہ آتا پسینہ صاف کیا۔

دورا سومرو اپنی موچھوں کو تائو دیتا مسکرایا۔

تو اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے باقر سائیں ؟ داور مسکراتا ہوا باقر کی طرف بڑھتا اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ گیا باقر اسکا وفادار ملازم تھا وہ زیادہ تر داور کے ساتھ ہی رہتا تھا۔

سائیں لیکن ہماری زمینیں اور بڑے سائیں تو حویلی میں ہیں ہی نہیں وہ شہر گئے ہوئے ہیں اب کیا کرنا ہے سائیں انکی فصلوں کو نقصان پہنچانا ہے یا نہیں ؟ باقر نے نظریں جھکائے سوال کیا۔

نہیں میں خود اس معاملے کو دیکھ لونگا یہ کہتے ہی داور سومرو اپنے مخصوص اسٹڈی روم سے نکلتا اپنی مغرور چال چلتا باہر نکل گیا۔

یا اللہ خیر میرے سائیں کی حفاظت کرنا باقر نے دعا کی۔

باقر سائیں تم تو ساری بیویوں والی حرکتیں کرتے ہو سدھر جائو ورنہ تمہاری شادی مجھے پہلے کروانی ہوگی داور جو گاڑی کی چابی لینے آیا تھا باقر کو ہاتھ آسمان کی طرف کیے دیکھ مسکرایا تھا۔

سائیں میں شادی وادی نہیں کرونگا لڑکیوں کے نخرے ہی ختم نہیں ہوتے باقر کا لہجہ بلکل سندھی تھا مگر وہ دارو سے اردو میں ہی بات کرتا تھا داور نے مشکل سے اردو سیکھی تھی مگر سندھی اسکے بس میں نہیں تھا بقول اسکے ورنہ تو داور سومرو کیلیے کچھ بھی ناممکن نا تھا۔

ہاہاہاہا! داور نے قہقہہ لگایا باقر سائیں تم تو بلکل عورتوں کی طرح منہ بسورتے ہو

تمہارے لیے تو کائی خاص ڈھونڈنی ہو گی ! داور مسکراتے ہوئے چابی اپنے ہاتھ

میں گھما رہا تھا وہ مسکراتا صرف کچھ لوگوں کی موجودگی میں تھا۔

سائیں آپ لنڈن (لندن) سے کوئی گوری میم لے آتے میرے لیے باقر نے

معصوم منہ بنایا۔

وہاں کی مٹی میں وفا نہیں ہے باقر سائیں وفا تو ہماری سندھ کی دھرتی میں ہے

داور مسکراتا باہر نکلا باہر نکلتے ہی اسکے مسکراتا چہرہ سنجیدہ ہوا تھا۔

کھڑی مغرور ناک شہد رنگ آنکھیں ماتھے پہ بکھرے بال آپس میں پیوست

ہونٹ داور سومرو بلا کا حُسن رکھتا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○

سائیں داور سومرو نے پنچائت لگوائی ہے خیرو ہاتھ باندھ کر تبریز شاہ کے سامنے کھڑا تھا۔

کس لیے ؟ آریان شاہ جو ابھی ڈیرے کا چکر لگانے آیا تھا خیرو کی بات سنتا اس سے بولا۔

وہ سائیں ہمارے خلاف خیرو نے اپنے دونوں ہاتھ باندھے کہا۔

اس کی اتنی جرت کہ ہمارے خلاف پنچائت لگائے ..؟ آریان شاہ پل میں بپھرا ہوا شیر بنا تھا۔

گرے کلر کی مقناطیسی آنکھیں تھوڑی بڑھی ہوئی داڑھی سرخ سفید رنگت جو غصے کے باعث لال ہو چکی تھی سفید کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس وہ شہزادہ لگتا تھا۔

آریان شاہ تم خاموش رہو ہم ہیں نا تبریز شاہ غصہ ہوا۔

ادا سائیں آپ اور بابا نے ہی ان لوگوں کو ڈھیل دی تھی اب دیکھا نا سردار بن کر ہمارے سر پہ ہی ناچ رہے ہیں آریان شاہ کا غصہ کسی بھی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

آریان شاہ اپنے غصے کا قابو میں رکھنا سیکھو تبریز شاہ نے آریان شاہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔

ادا سائیں مجھے آپ جیسا بننے کا شوق نہیں ! آریان شاہ غصے سے کہتا ڈیرے سے نکل گیا۔

بابا سے کہو تیار ہوں ! تبریز شاہ خیرو سے کہتا آریان شاہ کے پیچھے نکلا (سفید رنگت ، کالی آنکھیں بڑھے ہوئے بال سندھی چپل پہ سندھی شال لپیٹے تبریز شاہ خوبصورت مرد تھا)۔

○○

ادی یہ دیکھیں یہ دوپٹہ کیسا ہے ؟ رمشا سکندر شاہ نے پورا کمرہ بکھیر رکھا تھا ایک دوپٹے کی خاطر۔

رمی! میری جان یہ بہت پیارا ہے چلو اب اسے سب کو بند کرو نشا سکندر شاہ کا تیسرہ چکر تھا رمشا کے کمرے کا۔

ادی آپ جان چھڑانے کیلیے بول رہی ہیں میں اماں سائیں سے پوچھ کر آتی ہوں رمشا وہ دوپٹہ ہاتھ میں پکڑتی بغیر اپنا دوپٹہ کیے کمرے سے نکل گئی۔

یہ لڑکی بھی نا اگر حویلی میں ادا سائیں والوں میں سے کوئی آگیا تو خیر وہ تو ابھی ڈیرے پہ ہونگے نشا سوچ کو جھٹکتی رمشا کا بکھرا ہوا سامان سمیٹنے لگی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

اماں سائیں کہاں ہیں شینا ادی ؟ رمشا وہ دوپٹہ اپنے ہاتھوں میں لہراتے ہوئے سیڑھیاں اتر کر نیچے کچن کی طرف آئی تھیں۔

مجھے کیا پتا ..؟ شرمینہ عرف شینا نے تلخی سے جواب دیا۔

اچھا اچھا ٹھیک ہے اس میں اتنا اوور ری ایکٹ کیوں کر رہی ہیں ؟ رمشا کو اسکا انداز برا لگا تھا۔

بس بس پتا ہے چار کلاسیں پڑھ لیں ہیں اب زیادہ روب نا جھاڑو مجھ پہ شینا نے غصے سے کہا اور ٹی وی لائونج کی طرف بڑھی۔

چار نہیں پوری بارہ پڑھی ہیں رمشا ہنس کر کہتی شینا کو آگ لگا گئی۔

تمہارا دوپٹہ کہاں ہے ..؟ رعب دار مردانہ آواز رمشا سکندر شاہ کے کانوں میں پڑی وہ جو مست ہو کر دوپٹہ کچن کے کائونٹر پہ ہی رکھ آئی تھی اب اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا۔

وہ وہ ادا !!! وہ آنکھیں بند کر کے پیچھے کی طرف مڑی۔۔

جسٹ شٹ اپ ایک دوپٹہ نہیں سنبھالا جاتا تم سے آریان شاہ دھاڑا تھا وہ جو ویسے ہی غصے میں بھرا ہوا حویلی میں داخل ہوتا اپنے کمرے میں جا رہا تھا رمشا کی آواز سنتا یہاں چلا آیا تھا آگے سے رمشا سکندر شاہ کا دوپٹہ غائب تھا۔

وہ وہ اددد !! وہ ابھی کچھ کہتی آریان نے اسے ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا شینا کے تو دل کو ٹھنڈک پڑی تھی رمشا کی بے عزتی ہوتا دیکھ کر پر اکی

مسکراتی آنکھوں میں یکدم مرچیں بھری تھی۔جب آریان صفدر شاہ نے اپنی شال اتار کر رمشا سکندر شاہ کے گرد پھیلا دی وہ بھی بغیر چھوئے آریان کے پیچھے آتا تبریز شاہ بھی حیران تھا اور نشا سکندر شاہ جو کہ اوپر سے سب دیکھ رہی تھی وہ بھی ہکا بکا تھی۔

آئندہ کے بعد مجھے بغیر دوپٹے کہ نظر نا آئو وہ درشتگی سے کہتا لمبے لمبے ڈنگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔۔۔

تم زیادہ خوش فہمی نا پالنا رمشا سکندر شاہ آریان سائیں صرف میرے ہیں شینا رمشا کے قریب ہو کر کہتی وہاں سے نکل گئی۔

یہ کیا ہوا ..؟ رمشا خود سے ہی سوال کرتی دوپٹہ وہیں چھوڑ شال کو پکڑتی وہاں سے بھاگی تھی۔

oooooooooooooooooooooo

صبیحہ دانیال سومرو آپ کا دیہان کہاں ہے ..؟ صبیحہ جو کلاس میں بیٹھ کر اپنے کپڑوں کے بارے میں سوچ رہی تھی سر کی آواز پہ ہوش میں آئی۔

جی سر ! وہ تیزی سے اپنی چئر سے اٹھی اٹھتے وقت اسے ڈیسک کا کونا لگا جس کی وجہ سے اسکی کمر پہ چوٹ لگی پھر بھی وہ ضبط کرتی کھڑی رہی۔

آپ کا دیہان کہیں اور ہے کلاس میں تو آپ کا فوکس ہی نہیں سر کاشان خان بہت غصے میں تھے۔

نو سر ایسی بات نہیں ہے وہ میں۔۔۔!

وہ میں کیا نائو گیٹ آئوٹ فرام مائی کلاس سر نے اسے غصے میں جانے کو کہا۔

سوری سر وہ۔۔۔!وہ ابھی کچھ کہتی اسے سب کی ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

آئی ڈونٹ وانٹ سوری آئی سے گیٹ آئوٹ ..! سر نے اسے پھر سے جانے کو کہا۔

آپ کا دیہان اگر لڑکیوں کو دیکھنے کے بجائے لیکچر پہ ہو نا تو آپ کو فرق نا پڑے کہ کون سنتا ہے کون نہیں صبیحہ بھی غصے سے کہتی کلاس سے نکل گئی۔

ساری کلاس ہوٹنگ کر رہی تھی اور سر کاشان سب کو خاموش کرواتا اس کے بارے میں بعد میں بات کرنے کا سوچتا لیکچر دینے لگا (لیکچر کم لڑکیاں دیکھنے لگا)۔۔۔

پتا نہیں خود کو سمجھتا کیا ہے ٹھرکی سر صبیحہ نے غصے سے ایک بھی لیکچر نہیں لیا اور اپنے بابا کو کال کر کے ڈرائیور کو بھیجنے کا کہا۔

دانیال سومرو نے حویلی میں کال کی مگر کسی نے نا اٹھائی اس لیے مجبوراً انہوں

نے داور (اپنے بھتیجے) کو کال کی۔

اسلام علیکم چاچو سائیں وہ کال اٹھاتا مؤدب لہجے میں بولا۔

داور سائیں صبی (صبیحہ) کو کالج سے لے کر آجائیں میں واپس آکر سارے

ملازموں کا انتظام کرتا ہوں دانیال سومرو اپنا حکم سناتے کال کاٹ چکے تھے۔

داور نے گھڑی پہ ٹائم دیکھا پنچائت شام میں تھی اس لیے وہ باآسانی جاسکتا تھا

۔

وہ گاڑی سٹارٹ کرتا حویلی سے نکل گیا۔

°°°°°°°°°°°°°°°°°°°°°: آریان شاہ تمہیں معلوم ہے اپنی شال کسی کو اتار کر دینے کا کیا مطلب ہے۔۔۔؟ تبریز شاہ آریان شاہ کے پیچھے اسکے روم میں آیا تھا مگر وہ اسے سرے سے نظر انداز کرتا واشروم کی جانب بڑھا۔

شال اتار کر دی نہیں ہے ادا سائیں شال پہنائی ہے میں نے وہ تبریز شاہ کی غلطی کو درست کرتا اپنی الماری سے دوسری شال نکالتا واشروم کی جانب بڑھا۔

تم کیا چاہتے ہو آریان شاہ۔۔۔۔تم کیوں۔۔۔۔!!ابھی تبریز شاہ کی بات نا مکمل تھی۔

میں رمشا سکندر شاہ کو چاہتا ہوں ساری زندگی کیلیے آریان شاہ انکی بات کو بیچ میں کاٹتا بولا۔

وہ تم سے آٹھ سال چھوٹی ہے تم سوچ بھی کیسے سکتے ہو۔۔۔! تبریز شاہ یہ سوال اس سے کتنی بار پوچھ چکا تھا۔

آٹھ سال چھوٹی ہے آٹھ صدیاں تو نہیں نا اور رہی بات سوچنے کی تو بچپن سے اب تک میں نے صرف اسے ہی سوچا ہے اپنے لیے تبریز شاہ واشروم سے ہی آواز لگاتا بولا وہ وہاں سے اپنی شال درست کرتا نکلا۔

تمہاری پوزیسونس اسکا جینا حرام کردے گی آریان شاہ تبریز شاہ کو بے اختیار وہ واقعہ یاد آیا (کچھ دنوں پہلے : رمشا سکندر شاہ کھت دیکھنے گئی تھی گائوں کے ایک آوارہ لڑکے نے اسے دیکھ لیا تھا اور اسکا دیکھنا آریان شاہ سے چھپا نا رہ سکا رات کے اندھیرے میں جب حویلی اور گائوں میں سب سو رہے تھے آریان شاہ اس لڑکے کی جا کر آنکھیں نکال آیا تھا جو اس نے جار میں بند

کر کے رکھیں تھیں اگلے دن گائوں میں تحلقہ مچ گیا مگر کوئی نا جان پایا وہ حرکت شاہ حویلی کے سپوت نے کی تھی)..

ادا سائیں اگر کوئی بھی آریان شاہ کے عشق سائیں پہ آنکھ ڈالے گا تو اسکی آنکھیں نکالنا آریان شاہ کی ذمہ داری ہے (وہ شخص ان لوگوں کو مارنا اپنی ذمہ داری سمجھتا تھا جو اسکے عشق سائیں پہ غلط نظر رکھتا تھا)۔۔۔آریان شاہ کہتا سائڈ ڈرا سے ببل نکال کر چبانے لگا اور تبریز بھی سر جھٹکتا پنچائت کیلیے تیار ہونے چلا گیا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooooooooooooo

داور سومرو جو کب سے کالج کے باہر کھڑا ہوکر صبیحہ دانیال سومرو کا انتظار کر رہا تھا مگر وہ نا آئی تھی اب اسے دیکھنے کالج کے اندر آیا۔

کالج کے ویٹنگ آیریا میں وہ کھڑی ہو کر کسی لڑکے کو شاید کوئی ایڈریس بتا رہی تھی مگر داود سومرو کو تو صبیحہ کا کسی اور سے بات کرنا آگ لگا گیا تھا۔

وہ تیزی سے آگے بڑھتا صبیحہ کا بازو پکڑ کر اسے کالج سے نکلنے لگا صبیحہ تو ایسی افتتاح پر تیار ہی نا تھی بوکھلا گئی۔

اوئے تو کون ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ رہا ہے۔۔۔!وہ لڑکا غصے سے بولتا سامنے آیا

۔

داود سومرو نے اپنی شال ہٹا کر پستول نکال کر اس لڑکے کے سر پہ رکھی جس سے وہ لڑکا تھر تھر کانپنے لگا صبیحہ کبھی اس لڑکے کو دیکھتی کبھی داور کو تو کبھی اپنے ہاتھ کو جو اس شخص کی گرفت میں تھا جسے وہ بلکل بھی پسند نا کرتی تھی مگر فل وقت وہ خاموش کھڑی تھی۔

تمہیں میں بتانا ضروری تو نہیں سمجھتا پر اپنے پرینسیپل سے پوچھ لینا داور سومرو کون ہے وہ ایک طرفہ مسکراتا بہت خوبصورت لگتا تھا وہ تلخی سے مسکرایا اور صبیحہ کا ہاتھ پکڑ کر کالج سے نکل گیا اس لڑکے لیے تو شکر کا سانس لیا تھا بچ جانے پہ۔۔

یہ کیا بد تمیزی ہے ہمارا ہاتھ چھوڑیں گاڑی کے پاس پہنچتے ہی صبیحہ نے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا۔

یہ لڑکا کون تھا۔۔؟ داور سومرو اپنے غصے کو قابو کرتا صبیحہ سے نرمی سے پوچھنے لگا۔

آپ کون ہوتے ہیں ہم سے سوال کرنے والے اور جو بھی تھا ہم آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھتے صبیحہ غصے سے کہتی گاڑی میں بیٹھ گئی ویسے تو صبیحہ کا ارادہ داور کے ساتھ جانے کو نا تھا پر مجبوری تھی۔

داور بھی اپنے سر میں ہاتھ پھیرتا اپنے غصے کو قابو کر کے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

اب اسٹارٹ بھی کر دیں کیا یہیں رہنا ہے آپ نے ..؟ صبیحہ کی نقاب سے غصے میں بھری ہوئی آنکھیں شیشے میں دیکھ داور زیر لب مسکرایا تھا وہ یہی چاہتا تھا وہ بات کرے تبھی تو گاڑی سٹارٹ نا کی تھی صبیحہ ایک نظر اسے غصے سے دیکھ آنکھیں کھڑکی کے باہر مرکوز کر گئی۔

آج جلدی کیوں بلایا آپ نے۔۔؟ داور گاڑی سٹارٹ کرتا صبیحہ سے پوچھنے لگا۔

ہم نے آپ کو نہیں بلایا تھا صبیحہ منہ چڑا کر کہتی اب بھی باہر دیکھنے میں مصروف تھی۔

اچھا ..! مگر کیا ہوا تھا جو چاچو سائیں کو کال کر دی ..! داور سائڈ موڑ کاٹتا بولا تھا ۔

وہ ہمارے بابا ہیں ہم جب چاہیں کال کریں آپ کون ہوتے ہیں ہم سے پوچھنے والے۔۔۔!صبیحہ اب بھی ہنوز اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔

اتنا غصہ افففف داور آہستہ سے کہتا آگے ٹریفک کو دیکھ گاڑی روک گیا۔

کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔؟ کہیں ہماری برائی تو نہیں کر رہے۔۔۔؟ داور کی ہلکی سی آواز سنتی صبیحہ بولی داور نے کوئی جواب نا دیا۔

کیا یہیں گاڑی کھڑے رکھنے کا ارادہ ہے آپ کا حویلی نہیں جانا کیا آپ نے

۔۔۔!!داور کو گاڑی ایک ہی جگہ روکا دیکھ صبیحہ نے پھر سے سوال کیا۔

میں تو چاہتا ہوں آپ کو کہیں اور ہی لے جائوں جہاں صرف آپ اور میں

ہوں داور آہستہ سے کہتا گاڑی سٹارٹ کرنے لگا اتنے میں ایک چھوٹا بچہ

گجرے لے کر آگیا۔

سائیں گجرے لے لیں کوئی نہیں لیتا گرمی بھی بہت ہے آپ کی بیوی پہ بہت

اچھے لگینگے وہ بچہ گجرے دینے کے جتن کر رہا تھا۔

مگر میری تو بیوی ہی نہیں داور سومرو ایک نظر صبیحہ کو دیکھتا بولا بیک وقت

دونوں کی نظریں ٹکرائی تھیں ..

کتنا حسین و دلکش منظر ہے جاناں

تیری آنکھیں ہیں یا سمندر ہے جاناں۔۔۔

ہر انسان کو نیت کا پھل ملتا ہے

کہتے ہیں اسی کا نام مقدر ہے جاناں...

شیشے کی طرح نازک دل تھا اپنا

ہر کسی نے یہاں پھینکے پتھر جاناں....

خوشیاں مجھ سے دور بھاگتی ہیں

ًمیرے ساتھ غموں کا لشکر ہے جاناں....

صبیحہ اس شخص کی شہد رنگ آنکھوں کی تاب نا بجا لاتے ہوئے اپنی آنکھیں جھکا گئی یہ جانے بغیر کہ اسکی یہ ادا مقابل کے دل پہ کتنے وار کرتی ہے۔

بیوی نہیں ہے تو کیا سائیں منگیتر کیلیے لے لیں بچہ کا اشارہ صبیحہ کی طرف تھا

داور سومرو پانچ ہزار کا نوٹ اس بچے کو پکڑاتا گجرے لینے لگا۔

سائیں ہم غریب لوگوں کے پاس اتنے کھلے نہیں ہوتے وہ بچہ بہت سمجھدار تھا

۔

میں کھلے مانگے بھی نہیں تم رکھو بس یہ دو گجرے دے دو داور سومرو مسکراتا

ہوا گجرے لے کر گاڑی سٹارٹ کرنے لگا وہ بچہ بھی بہت خوش دکھائی دیتا تھا

صبیحہ کو بھی اس بچے کا مسکراتا چہرہ بہت پیارا لگا تھا۔

کیا میں آپ کو یہ سے سکتا ہوں۔۔؟ داور گاڑی کو سٹارٹ کرتا مرر سے صبیحہ

کو دیکھتا بولا تھا۔

صبیحہ اسکی بات کو نظر انداز کرتی ہینڈ فری لگا گئی داور اسکی اس بات پہ بھی مسکرایا تھا وہ اس سے بدلے بھی لیتی تھیں یعنی وہ داور پہ غور بھی کرتی تھیں

داود سومرو سوچتا مسکرایا۔

حویلی ذور کالج کا ایک گھنٹے کا فاصلہ تھا صبیحہ کانوں میں ہینڈ فری لگائے سو چکی تھی۔

داور نے موقع دیکھتے پیچھے کی طرف مڑ کر صبیحہ کے بیگ میں آہستہ سے گجرے رکھ دیے تھے۔

گاڑی کی سپیڈ تھی تا کہ صبیحہ کی نیند خراب نا ہو۔

ایسا کیا سن رہی ہیں یہ داور ایک ہینڈ فری نکالتا اپنے کان میں لگا کر چیک کرنے لگا۔

ہینڈ فری سے کوئی بھی آواز نہیں آرہی تھی یعنی وہ داور کو تنگ کرنے کیلیے یہ سب کر رہی تھی داور سومرو ماچھو کو تائو دیتا پھر سے مسکراتا سیدھا ہو بیٹھا تھا۔۔۔

حویلی پہنچ کر داور نے صبیحہ کو اٹھانا چاہا مگر وہ اسی طرح سوئی تھی نقاب میں سوئی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں اگر کوئی داود سومرو سے پوچھتا خوبصورتی کیا ہے تو داور سومرو بلا جھجک کہتا کہ صبیحہ دانیال سومرو کو سوئے ہوئے دیکھنا خوبصورتی کی ایک مثال ہے۔

صبی اٹھ جائیں داور پیچھے کر طرف مڑتا اسے اٹھانے لگا۔

صبیحہ اپنی آنکھیں کھول کر داور کو خود پہ جھکا دیکھ حیران تھی۔

یہ کک کیا کک کر رہے ہیں آپ وہ ہکلا کر بولی بیشک وہ اس شخص کو سنا دیتی تھی مگر اس قدر قریب ہونے پہ صبیحہ کو اپنی آواز ہی کھائی سے آتی معلوم ہوئی۔

آپ کو اٹھا رہا تھا داور سیدھا ہوتا اپنی طرف سے نکلتا صبیحہ کی طرف آتا اسکی سائڈ کا دروازہ کھول گیا۔

ہنہ آئندہ کے بعد مت آیئے گا ہمیں لینے صبیحہ غصے سے کہتی بیگ کو اٹھاتی حویلی میں چلی گئی داور بھی ٹائم دیکھتا پنچایت کیلیے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتا گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

یہ کیچین ایک پیارا سا ٹیڈی بیر اور اسکے ساتھ چاند دیکھ داود سومرو کو خیال آیا کہ یہ صبیحہ کا تھا وہ مسکراتا ہوا کیچین ڈیش بورڈ میں رکھ گیا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

کیا ہوا آپ کے سردار ابھی تک نہیں پہنچے۔۔؟ تبریز شاہ مغرور انداز میں بیٹھا سومرو حویلی کے ملازم سے پوچھ رہا تھا۔

پنچائت کے فیصلے پہ داور سومرو کبھی لیٹ نہیں ہوا تھا پر اب تک وہ آیا بھی نہیں تھا۔۔

سائیں ہمیں لگتا ہے سومرو حویلی سے کوئی نہیں آنے والا کم اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں خیرو تبریز شاہ کے کان میں کہتا سیدھا ہوا۔

ہمم ..! سرداد سائیں کیا ہوا اب تک آپ کے مسات(کزن) نہیں آئے۔۔۔؟

تبریز شاہ نے پنچائت میں بیٹھے ضمہم جتوئی سے پوچھا ضمہم ایک مغرور وڈیرہ انسان تھا بس وہ ڈرتا تھا تو آریان شاہ اور داور سومرو سے ان دونوں سے ہی

اسکی جان جاتی تھی باقی ابتسام سومرو اور تبریز شاہ دونوں ہی ٹھنڈے مزاج تھے اسی لیے دونوں خاندانوں میں سے وہی اپنے باپ دادا کے بعد سردار بنے تھے۔

وہ آگیا ہے۔۔! ضمہم جتوئی گلہ کھنگار کر کہتا کرسی سے ٹیک لگا گیا۔

داور سومرو کو آتا دیکھ آریان شاہ بھی پنچائت کی طرف متوجہ ہوا تھا ورنہ وہ تو موبائل پہ کب سے رمشا سکندر شاہ کو سوتا دیکھ رہا تھا سی ٹی وی فوٹیج کے زریعے۔۔۔

داور سومرو اب تمہارے لیے پنچائت انتظار نہیں کرے گی آریان شاہ داور سومرو کے سلام کا جواب دیتا بولا تھا۔

معلوم ہے آیان شاہ مگر کچھ مسئلے مسائل بھی ہوتے ہیں داور کہتا سرادر

(ابتسام سومرو) کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھا۔

داور سائیں وقت کی قدر کرنا سیکھو ٹھیک ہے کچھ مسئلے مسائل کو جاتے ہیں مگر

سب کاموں کو پنچائت سے پہلے نمٹائو بصورت یہ کہ پنچائت بھی آپ نے خود

لگوائی ہو تبریز شاہ مسکرا کر کہتا اپنی شال اتار کر اپنی گود میں رکھ گیا۔

جی ادا سائیں !! داور سومرو کیسا بھی تھا مگر بڑوں کی عزت کرنا وہ بہتر جانتا تھا

(جب کہ ہمارے آریان شاہ غصے کے تیز تھے سناتے وقت اگلے بندے کو نہیں

دیکھتے تھے لیکن وہ بھی بدتمیز نا تھا)..

سرادر سائیں شروع کریں !! ابتسام سومرو بھی پنچائت کی طرف متوجہ ہوتا

تبریز شاہ سے بولا وہ بہت گم گو انسان تھا مگر دل کا اچھا اور سمجھدار سردار تھا

۔

اجازت ہے۔۔! تبریز شاہ کروف سے کہتا ٹانگ پہ ٹانگ رکھتا بیٹھا۔

داور سائیں آپ کا کہنا ہے کہ آپکی زمینوں میں آگ شاہ سائیں نے لگوائی .؟

پنچائت میں سے ایک بزرگ بولے۔

جی ! داور نے ایک لفظی جواب دیا۔

اگر اندھے نہیں ہو نا تو خود دیکھ آئو تمہاری زمینیں بلکل ٹھیک ہیں آریان شاہ

نے غصے سے کہا۔

تمیز سے بات کرو آریان شاہ داور سومرو بھی کہاں برداشت کرنے والا تھا۔

او تم مجھے تمیز سکھاؤ گے آریان شاہ ہنسا تم جو دوسروں پہ غلط الزام لگاتے ہو تمہیں تمیز نہیں آریان شاہ مسکراتا ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

ہم نے کوئی غلط الزام نہیں لگایا آریان شاہ آپ دونوں خاموش رہیں پنچائت کو فیصلہ کرنے دیں ابتسام سومرو کہتا داور اور آریان کو خاموش کروا گیا۔

مجھے تو کوئی زمین جلی ہوئی نظر نہیں آئی آریان شاہ پیچھے ہٹنے والوں میں سے کہاں تھا۔

اگر بات پنچائت تک آئی ہے تو بات سچ ہی ہوگی آریان شاہ تبریز شاہ نے آریان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

پر ادا سائیں میں خود سومرا کی زمینوں کو دیکھ کر آیا ہوں آریان شاہ اب بھی اپنی بات پہ قائم تھا پنچائت میں سے کوئی بھی نا بولا تھا سب جانتے تھے کہ

آریان شاہ کا غصہ کس حد تک خطرناک ہے ایسے میں کوئی بھی اسکے سامنے آتا وہ نظر انداز کردیتا سوائے ایک ہستی رمشا سکندر شاہ کہ مگر یہ بات کوئی بھی نہیں جانتا تھا حتٰی کہ رمشا سکندر شاہ بھی نہیں۔۔!

آریان شاہ آپ اگلی زمینوں کا دورا کرکے آئے ہیں جب کہ آگ پچھلی زمینوں پہ لگی ہے اور آپ کے لوگوں کو آگ لگاتے ہوئے ہمارے لوگوں نے دیکھا ہے اب کی بار داور سومرو تھوڑا تحمل سے بولا تھا۔

کس نے دیکھا ہے زرا بلائو اسے اور اگر یہ بات سچ ہوئی داور سومرو میں سچ کہتا ہوں اپنے حصے کی ساری زمینیں سومرا کو دے دونگا آریان شاہ کی اتنی بڑی بات پہ پوری پنچائت میں سکوت چھا گیا سب جانتے تھے کہ آریان شاہ جزباتی

کے مگر وہ جو کہتا تھا کر گزرتا تھا کیا اب ایسا ہو گا۔۔۔؟ سب کے ذہنوں میں

یہی سوال تھا۔

پنچائت کو کل کیلیے ملتوی کیا جاتا ہے۔سومرو سردار اپنے لوگوں کو لے کر حاضر

ہونگے تو ہی کوئی فیصلہ سنایا جائے گا ایک بزرگ جو کہ بہت پہلے کے سردار

تھے انہوں نے کہا اور پنچائت ختم ہوگئی سب اٹھ کر چلے گئے ابتسام سومرو

اور تبریز شاہ آپس میں کچھ بات کر رہے تھے بیشک ان دونوں خاندانوں میں

دشمنی تھی مگر سرداروں کی آپس میں بات کرنا بھی ضروری تھا۔

آریان شاہ کل مکر نا جانا داور سومرو مسکرا کر کہتا آیان کہ کندھے پہ ہاتھ رکھ

گیا وہ دونوں پنچائت ختم ہونے کے بعد چلتے چلتے زمینوں کی طرف نکل آئے

تھے۔

تمہاری طرح تو ہرگز نہیں دوستی میں ساتھ دینے کا کہہ کر مکر جانے والوں میں سے نہیں ہوں آریان شاہ کا غصہ اب بھی ویسا تھا مگر وہ دوستی آخری سانس تک نبھانے کا حوصلہ رکھتا تھا۔

کتنی بار معافی مانگوں یار تو معاف ہی نہیں کرتا داور سومرو اپنی شال کو درست کرتا بولا تھا۔

تو کوئی ضرورت نہیں معافی مانگنے کی اور ویسے بھی لوگوں کے سامنے تو ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں کیوں نا سچ میں بن جائیں آریان شاہ درشتگی سے کہتا آگے بڑھ گیا اور داور سومرو بھی سر جھٹکتا اسکے پیچھے چل دیا (وہ دونوں بچپن کے دوست تھے دونوں کی عادتیں بھی ایک جیسی تھی خاندانوں کی دشمنی کی وجہ سے وہ چھپ چھپ کر کھیلتے تھے پر وقت آیا پڑھائی کا سکولز کالجز الگ

ہوگئے مگر دونوں اپنی ہر بات ایک دوسرے سے کرتے تھے پھر دونوں ہی پڑھائی کیلیے لندن چلے گئے دونوں نے وہاں ایک ساتھ پڑھائی کی اور اپنی دوستی کو اچھا وقت بھی دیا مگر کچھ ایسا ہوا کہ آریان شاہ کو داور سومرو کی دوستی بری لگنے لگی وہ دونوں ایک دوسرے سے دور ہوئے مگر اب بھی دونوں کی ایک دوسرے میں جان تھی)

داور !! ابتسام سومرو نے حویلی پہنچ کر گاڑی سے اترتے داور کو آواز دی۔

جی ادا سائیں گھر میں سوائے وہ ابتسام سومرو اور صبیحہ دانیال سومرو کے کسی سے بات نا کرتا تھا اگر کوئی بات کرتا تو جواب دیتا ورنہ وہ خود سے کسی کو مخاطب نہیں کرتا تھا۔

آریان شاہ سے ناراضگی چل رہی ہے ..؟ ابتسام سومرو بھی گاڑی سے اترتا داور کے ہمقدم ہوتا حویلی میں داخل ہوا۔

ادا سائیں اس میں میری کوئی غلطی نہیں پتا نہیں وہ مجھے کیوں غلط سمجھ رہا ہے داور نے افسردگی سے کہا۔(ماں کے انتقال کے بعد اسکی پرورش صبیحہ کی ماں عطیہ سومرو نے کی تھی مگر انکی بھی وفات ہوگئ داور کو دیکھنے والا کوئی نا تھا دانیال سومرو نے دوسری شادی کرلی مگر داور کا باپ دلاور سومرو اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اس لیے اس نے شادی نا کی بلکہ داور سے بات چیت بلکل بند کردی وہ معصوم بچا تھا نا باپ کا پیار ملا نا ماں کا صحیح سے مل پایا مگر ابتسام سومرو کی دوسری ماں بھی داور سے بہت محبت کرتی تھی مگر وہ ان سے بھی دور رہتا اسے ڈر تھا کہیں وہ بھی دور نا ہوجاییں ورنہ سارا الزام داور کے

نصیب پہ آجائے گا مگر ابتسام سومرو کو داور سے بہت محبت تھی وہ داور کی پل پل کی خبر رکھتا تھا داور اور آریان شاہ کی دوستی کے بارے میں بھی ابتسام سومرو سب جانتا تھا مگر وہ مطمئن تھا کیونکہ داور آریان شاہ کے ساتھ بہت خوش رہتا تھا جیسے اسے یقین تھا سب چھوڑ جائیں گے مگر اسکا دوست نہیں چھوڑے گا سب ختم بھی ہوگیا تو بھی اسکا دوست دوستی ختم نہیں کرے گا اور داور سومرو کا یہ یقین بھی آریان شاہ نے ٹوٹنے نا دیا تھا چاہے وہ داور سومرو سے ناراض تھا بدظن تھا مگر وہ ہر پل اسکے ساتھ تھا !!

"دوستی ایسی ہی ہونی چاہیے مگر آج کل کی دوستی صرف نام کی رہ گئی ہے اس سب کی بڑی وجہ ہے انّا " انا ایک ایسی دیمک ہے جو رشتوں کو کھاجاتی ہے انسان ہمیشہ چاہتا ہے کہ اسکی انا کی جیت ہو مگر وہ بھول جاتا ہے جہاں انّا جیت

جاتی ہے وہاں رشتے ہار جاتے ہیں ہم سب صرف اپنی انّا کو تسکین دینے کیلیے مقابل کو اذیت کی انتہا پر پہنچانے میں بھی دیری نہیں کرتے خدارا اپنی انّا کو جیتنے مت دو ورنہ رشتے ہار جائو گے")

کوئی بات نہیں داور دوستی میں غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں مگر اس چیز کا دیھان رکھو کہ وہ غلط فہمی دل میں جڑ نا پکڑ لے ورنہ وہ درخت بن جائے گی اور پھر انّا دھوکہ یہ سب انسان کی فطرت میں شامل ہو جاتا ہے۔ابتسام سومرو اپنی موچھوں کو تایو دیتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔

زمزم (درید سومرو کی بیٹی) جو کہ صبیحہ کے اوپر پانی پھینک کر سیڑھیوں سے بھاگ کر اتر رہی تھی سیڑھیاں چڑھتے ابتسام کے چوڑے سینے سے جا ٹکرائی ابتسام سومرو ابھی ایک ہی سیڑھی چڑا تھا ایک نرم روئی جیسا نازک وجود خود

پہ آتا دیکھ توازن برقرار نا رکھ پایا اور نیچے گر گیا زمزم کے لب خودبخود ابتسام سومرو کی گردن پہ آگئے تھے وہ حیران ہوتی اپنی بڑی بڑی کالی آنکھیں کھولتی ابتسام سومرو کے اوپر لیٹی اسکی گردن دیکھ رہی تھی گال شرم کے مارے لال ہو چکے تھے ابتسام سومرو بھی زمزم درید سومرو کی دھڑکنوں کا رقص سنتا سب بھول بیٹھا تھا۔

اہم اہم داور ہلکا سا مسکراتا کھنگارا تھا اسکی آواز سن کر ابتسام سومرو ہوش میں آیا تھا اوپر کھڑی صبیحہ دانیال کا ہنس ہنس کر برا حال تھا نقاب میں مسکراتی آنکھیں دیکھ داور سومرو بھی اپنے ہوش گنوانے کو تھا۔

اندھی ہو کیا تم چھوٹی بچی !! ابتسام غصے سے کہتا اسکا وجود سائڈ پہ لٹاتا اٹھا اور اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔

س سسسوری !! زمزم لال پیلی ہوتی شرمندہ سی بولی۔

مجھے تمہاری سوری کی ضرورت نہیں آئندہ کے بعد میرے سامنے مت آنا ورنہ زندہ زمین میں گاڑ دونگا ابتسام سومرو غصے سے چلاتا تیز تیز سیڑھیاں چڑھتا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

زمزم کی آنکھیں پانی سے لبالب ہوئی تھیں گرم سیال آنکھوں سے بہتا گال پہ آگیا تھا۔

زمزم مت روئیں ادا سائیں غصے میں ہیں تبھی ڈانٹ دیا داور اپنی نظریں نیچے جھکا کر کہتا زمزم کے سر پہ ہاتھ رکھ گیا اس نے کبھی حویلی کی کسی لڑکی اپنی کزنز تو کیا ملازمہ کو بھی سر اٹھا کر نا دیکھا تھا سوائے صبیحہ دانیال کے۔

ادا سائیں وہ بہت برے ہیں زمزم اپنے بھرے بھرے گالوں کو رگڑتی انہیں مزید لال کر گئی چھوٹے سے ہونٹ کالی بڑی بڑی آنکھیں سفید دودھ سا رنگ زمزم دور سے ایک گڑیا معلوم ہوتی تھی۔

زمزم بچے ایسے نہیں کہتے وہ غصے میں ہیں اچھا جائو شاباش میری پیاری سی گڑیا پانی پیو منہ ہاتھ دھو روتی ہوئی اچھی نہیں لگتی داور مسکرا کر کہتا اسے بھی ہنسا گیا تھا اور اوپر کھڑی صبیحہ دانیال کو بھی۔

نہیں جی ادا سائیں میں رو کر پیاری لگتی ہوں زمزم سوں سوں کرتی بولی تھی تو داور نے قہقہ لگایا وہ کتنے عرصے بعد کھل کر مسکرایا تھا وہ بھی اس چھوٹی لڑکی کی وجہ سے داور کو مسکراتا دیکھ صبیحہ تو اسکی دلکش ہنسی میں کھو ہی گئی تھی۔

ooooooooooo

بابا سائیں میں رمشا سکندر شاہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں آریان شاہ مقدر شاہ کے کمرے میں موجود تھا وہ تبریز شاہ کی شادی نشا سے کروانا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے تبریز کو بلایا تھا اور آریان شاہ تو خود ہی تشریف لے آئے تھے۔۔

تم سے کسی نے پوچھا ہے ..؟ مقدر شاہ بک کو سائڈ پہ رکھتے اپنا چشمہ اتار کر بولے۔

نہیں میں خود بتا رہا ہوں اب آپ اس عمر میں مجھ سے کچھ پوچھتے یا اجازت لیتے اچھے تھوڑی لگینگے آریان شاہ بلکل سنجیدہ لہجے میں کہتا سائڈ پہ رکھی سیگھسیٹ کر اس پہ بیٹھ گیا۔

آریان تم چپ رہو ابھی تمہارے بھائی کی شادی کرنے کی عمر ہے تہمینہ شاہ مقدر شاہ کو غصے میں آتا دیکھ خود ہی معاملہ سنبھالنے لگی۔

استغفار کریں اماں سائیں میری عمر کے مردوں کی شادیاں ہو چکی ہیں اور الحمدللہ بچے بھی ہیں میری شادی جلدی کروائیں تاکہ میں آپکے پوتے پوتیوں کا انتظام کروں آریان شاہ ڈھٹائی سے کہتا ہلکا سا مسکرایا تھا تبریز شاہ بھی اپنی ہنسی کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

نکل جائو آریان میرے کمرے سے مقدر شاہ غصے سے بولے تھے۔

ایسے کیسے نکل جائوں بھلا اب اگر کوئی دکان پہ جاتا ہے تو دکان دار سے چیز لے کر ہی جاتا ہے خالی ہاتھ تھوڑی جاتا آریان شاہ مزاحیہ سا بولا تھا۔

دیکھ رہی ہیں آپ تہمینہ بیگم آپ کا بیٹا مجھے دکاندار کہہ رہا ہے مقدر شاہ تہمینہ شاہ کو دیکھتے بولے تھے تہمینہ بیگم بھی افسوس سے سر جھکا گئی تھیں۔

ارے نہیں بابا سائیں میں کب آپ کو دکاندار بولا ارے آپ تو ظالم سماج ہیں جو میری شادی نہیں کروا رہے آریان شاہ کہتا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اپنے باپ کو ظالم سماج بول رہے ہو شرم بیچ دی ہے کیا مقدر شاہ غصے سے بولے تھے تہمینہ بیگم نے پانی کا گلاس بھر کر انہیں پکڑایا تھا۔

بابا سائیں مزاک کر رہا ہوں یار سیریس نا ہوا کریں لیکن اب میری شادی کا بھی سوچیں کچھ بھی آریان شاہ آج ہار ماننے والا نہیں تھا۔

تبریز تمہاری شادی ہم نشا سے کرنا چاہتے ہیں تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں مقدر شاہ آریان کی باتوں کو نظر انداز کرتے تبریز شاہ کی طرف متوجہ ہوئے اسکے تو

وہم و گمان میں بھی نا تھا اسکے بابا سایین اسکی شادی نشا سے کروانا چاہتے ہیں وہ

کہیں سے بھی تبریز کے مقابلے کی نا تھی تبریز کافی سمارٹ تھا چوڑا سینہ چھ فٹ

سے نکلتا قد وہ ایک وجیہ مرد تھا۔

کیا ہوا تبریز ...؟ تبریز شاہ کی خاموشی تہمینہ شاہ آریان شاہ اور مقدر شاہ تینوں

ہی ٹھٹکے تھے۔

کچھ نہیں بابا سائیں مجھے کچھ وقت چاہیے تبریز کہتا مقدر شاہ کے کمرے سے

باہر نکل گیا۔

اور تم بھول جائو کوئی شادی نہیں ہوگی تمہاری رمشا سے وہ بہت چھوٹی ہے تم

سے مقدر شاہ آریان کو دیکھتے غصے سے بولے تھے مانو تبریز کا غصہ وہ ایسے

نکال رہے تھے آریان ایک نظر اپنی ماں کو دیکھتا تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا

۔

آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا آپ جانتے ہیں نا وہ رمشا کو کتنا پسند کرتا ہے

بلکہ بچپن سے کرتا ہے تہمینہ بیگم کو آریان کا یوں خاموشی سے جانا دل ڈوب

گیا تھا۔

○○○

وہ کھڑکی میں کھڑا سگریٹ کا دھواں منہ سے نکالتا مسکرا رہا تھا۔

وہ جانتا تھا کوئی بھی نہیں مانے گا وہ رمشا کو اپنا بنانا چاہتا تھا اسی لیے اس نے

ایک رات وہ قدم اٹھایا تھا۔

وہ ایک رات :

اماں سائیں میں شادی کرونگا تو صرف رمشا سے تہمینہ شاہ آریان کے پاس اسکی اور شرمینہ کی بات کرنے آئی تھیں وہ تو بھڑک ہی اٹھا تھا۔

دیکھو آریان سائیں وہ بہت چھوٹی ہے تم سے تہمینہ بیگم اسے کتنے بار منانے کی کوشش کر چکی تھیں۔

اماں سائیں ابھی مجھے اکیلا چھوڑ دین آریان شاہ کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنی اماں سائیں سے تیز لہجے میں بات کرے اس لیے انہیں وہاں سے جانے کا کہتا خود اپنے کمرے سے نکلتا حویلی سے نکل گیا۔

کیا ہوا ہے آریان ..؟ داور جو نیند میں تھا بار بار فون بجنے سے تنگ ہوتا اسے بند کرنے کیلیے موبائل پکڑا مگر آریان کو نمبر دیکھتے اسکی نیند اڑن چھو ہوئی تھی

۔

میں تمہیں لوکیشن بھیج رہا ہوں قاضی کو لے کر پہنچو آریان کہتا کال کاٹ گیا۔

یہ کیا کرنے چلا ہے افف مجھے یہ لڑکا پاگل کردے گا داور بڑبڑاتا ہوا کمبل کو سائڈ پہ کرتا اٹھ گیا تھا پیروں میں شوز پہنتا ہڈی کو پہنتا شال کو اپنے کندھوں پہ ڈال وہ بلکل تیار تھا اسے رات کو آرڈر ایسے ملا تھا جیسے آریان شاہ کرنل ہو اور داور سپائی ۔۔۔۔

رمشا جو کہ مزے کی نیند میں تھی خود کو ہوا میں محسوس کرتے اسکی آنکھ کھلی تھی۔

ہائے مجھے ایسے کیوں لگ رہا ہے جیسے میں پریوں کی طرح ہوا میں اڑ رہی ہوں

رمشا آنکھیں بند کیے بڑبڑا رہی تھی اور آریان شاہ اسکی بڑبڑاہٹ سنتا مسکرا رہا

تھا وہ رات دو بجے رمشا کے کمرے میں آیا تھا اور اسے آرام سے اپنی بانہوں

میں بھرتا وہ حویلی سے باہر آگیا تھا مگر رمشا ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔

آریان آرام سے گاڑی کو دروازہ کھولتا اسے پچھلی سیٹ پہ لٹا گیا تھا۔

خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتا سہ گاڑی کو آرام سے سٹارٹ کرنے لگا۔

گاڑی اسٹارٹ ہوتی پل میں اندھیرے میں کہیں غائب ہوئی تھی۔

رمشا !!! رمشا سکندر شاہ اٹھو ابھی ہمارا نکاح ہے آریان شاہ گاڑی کو اپنے

مخصوص جگہ پہ روکتا پچھلی سیٹ کی طرف آیا تھا۔

رمشا !! اٹھ جائو آریان شاہ قدرے فاصلے پہ کھڑا ہوتا رمشا کو بولا تھا جو نیند میں تھی۔۔

ادا ادد د سائیں آپ رمشا تیزی سے اٹھی تھی اس وجہ سے اسکا سر گاڑی کے چھت سے ٹکرایا تھا۔

اماں !! رمشا آنکھوں میں نمی لیے اپنا سر سہلانے لگی۔

کچھ نہیں ہوا آریان رمشا کا سر مسلتا اس سے دور ہوا۔

رمشا تو جھینپ سی گئ تھی۔

آئو اندر یہ رہی تمہاری شال آریان شاہ اپنی شال اتارتا پہلی بار رمشا کو پکڑا گیا(دوسری بار حویلی میں دی تھی)۔

یہ مم میں کیسے ..؟ رمشا شال کو دیکھتی بولی تھی۔

اب تم ہی اسے پہنو گی میں یہ شال اتری ہوئی نا دیکھوں آریان دبا دبا غصہ بھی ہوا تھا۔

پہنو اسے اور اندر چلو نکاح ہے ہمارا اور خبردار انکار کیا تو آریان رمشا کو دیکھتا اسے کچھ بولنے سے پہلے ہی چپ کروا گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

رمشا سکندر شاہ ولد سکندر شاہ آپ کا نکاح آریان مقدر شاہ ولد مقدر شاہ سے باحق میر دس لاکھ روپے سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے ..؟

رمشا سر پہ لال چنری کا دوپٹہ اوڑھے چادر سے اپنا وجود چھپائے آریان سے کچھ فاصلے پر بیٹھی اپنی نیند کے جھونکوں میں تھی۔

رمشا سکندر !!! جواب دو آریان شاہ نے رمشا کو جواب نا دیتا دیکھ اسے ہلکا سا پکارا تھا آریان کہ آواز گھمبیر اور سرد تھی رمشا فوراً اپنی نیند سے باہر آئی تھی ۔

جج جی رمشا نے اپنی چادر کو مضبوطی سے پکڑتے آریان کو جواب دیا۔

بولو قبول ہے !! آریان اپنے ہونٹوں کو سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کرتا بودرشت لہجے میں بولا تھا۔

قق قبول ہے ! رمشا کچھ سوچے سمجھے بغیر ہی بول گئی تھی وہ بچپن سے ہی ایسی تھی کچھ بھی سوچے بغیر آریان شاہ کی باتوں کی پیروی کرنے والی اور آج تو وہ اپنا وجود ہی اس شخص کے نام کر گئی تھی .

کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے ..؟ مولوی نے یہ کلامات تین بار دہرائے اور یہی اجاب قبول کے مراحل آریان شاہ سے بھی ہوئی وہ رمشا سکندر شاہ سے رمشا آریان شاہ بن گئی تھی مگر بچاری اپنی نیند کی ستائی ہوئی نکاح ہوتے ہی وہیں صوفے پہ سوگئی سب دعا کرتے آریان کو گلتے ملتے روانہ ہوئے تھے اب صرف اس جگہ آریان شاہ تھا اور اسکی رمشا آریان شاہ۔۔۔

آریان شاہ رمشا کو سوتے ہوئے دیکھنے لگا گردن صوفے کی تھوڑی اونچائی پہ ٹکی تھی وہ خود میں سمٹی ہوئی لیٹی تھی آریان یک ٹک باندھے اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں پیوست کیے اپنی ٹھوڑی کے نیچے ٹکاتا اسے دیکھنے لگا).

حال:

آریان شاہ کن سوچوں میں گم ہو ....؟ تبریز شاہ آریان کے کمرے میں اس سے مشورہ کرنے آیا تھا مگر اسے کسی سوچ میں محو دیکھ سوال کرتا کمرے کا بلب آن کر گیا روشنی سے کچھ لمحوں کیلیے آریان شاہ کی آنکھیں چندھیاں تھیں مگر وہ جلد ہی خود کو کمپوز کرتا تبریز شاہ کی طرف متوجہ ہوا۔

ادا سائیں خیریت !!! تبریز کو دیکھ آریان اپنے ہاتھ میں جلتا سگریٹ نیچے پھینکتا اس پہ پیر رکھ گیا۔

خیریت ہی تو نہیں ہے یار تبریز شاہ افسوس سے کہتا کھڑکی کہ پاس پڑی چئیر کو کھنچتا اس پہ بیٹھ گیا۔

کیا مطلب۔۔!! آریان بھی اسکی قریبی کرسی کو کھینچتا اپنے مغرور انداز میں اس پر بیٹھ گیا۔۔

مطلب یہ کہ جو کارنامہ تم نے سر انجام دیا ہے اسکا کیا ہو گا ..؟ اور اگر بابا سائیں کو پتا چل گیا تو ..؟ کیا واقعی تم اپنی زمینیں سومرا کو دے دو گے ۔۔؟

اگر سچ میں ہمارے۔۔۔۔!!!!

ہمارے لوگوں نے ایسا کچھ نہیں کیا ادا سائیں آریان تبریز کی بات کو بیچ میں کاٹتا بولا تھا۔

تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو ؟ تبریز شاہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

ادا سائیں مجھے اپنے لوگوں پہ پورا بھروسہ ہے جنہوں نے آج تک ہمارے باپ دادا کا بھروسہ نہیں توڑا وہ ہمارا بھروسہ کیا توڑیں گے میں جانتا ہوں آپ یقین نہیں کرینگے لیکن یہ کام جس کا وہ میرے اور داور کے قبضے میں ہے اچھا اب میں نکلتا ہوں آریان مزید تبریز شاہ کی کوئی بات سنے بغیر کمرے سے نکل گیا

اور پیچھے تبریز شاہ کو شش و پنج میں مبتلا کر گیا یہ لڑکا بھی نا تبریز اپنے سر کو

افسوس سے جھٹکتا اٹھ کر آریان کا کمرہ لاک کرتا باہر نکل گیا۔۔:

مقدر شاہ پیچھے کی طرف ہاتھ کیے رات کے بارہ بجے حویلی میں ٹہل رہے تھے

۔

تبریز شاہ آریان شاہ کہاں ہے۔۔؟ تبریز شاہ کو حویلی میں اکیلا داخل ہوتا دیکھ

مقدر شاہ نے اپنے اشتعال پہ قابو پاتے سوال کیا۔

وہ بابا سائیں وہ اکیلا کہیں نکلا ہے ہمیں معلوم نہیں تبریز شاہ مقدر شاہ سے

نظریں چراتا بولا تھا وہ بھی اپنے بیٹوں کی ہر عادت سے واقف تھے کہ جب

بھی انکے بیٹے جھوٹ بولتے تب وہ اپنے باپ سے نظریں چرا لیتے تھے۔

ہنہ ایک سردار کو کر جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی تبریز شاہ مقدر شاہ گلا کھنگارتے تھوڑا رعب سے بولے تھے۔

معزرت بابا سائیں !! مگر آریان شاہ نے بتانے سے منع کیا ہے (تبریز شاہ ایک سردار اپنے باپ کے آگے نظریں جھکائے کھڑا تھا جیسے وہ کوئی مجرم ہو اور یہاں اگر ہوتے ہمارے آریان شاہ وہ تو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کے قائل تھے)تبریز شاہ افسردگی سے بولا تھا۔

پتا نہیں اس لڑکے کا کیا بنے گا ہر وقت اپنی من مانی کرتا ہے مقدر شاہ نہایت افسوس سے بولے تھے۔

بابا سائیں ابھی اسے اتنی سمجھ نہیں ہے وہ جزباتی ہے تھوڑا تبریز شاہ ہمیشہ کی طرح اپنے بھائی کی وکالت کر رہا تھا۔

آج آ لینے دو تمہارے نا سمجھ بھائی کو خبر لیتا ہوں میں اس کی اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ زمینیں دشمنوں کو دینے کی بات کر رہا ہے مقدر شاہ سخت غصہ تھے کچھ بھی تھا بات اتنی چھوٹی تو ہرگز نا تھی کہ اسے نظر انداز کیا جاتا۔

بابا سائیں وہ۔۔۔۔!تبریز شاہ اب بھی آریان شاہ کو بچانا چاہتا تھا۔

بس تبریز شاہ ایک بھی لفظ نہیں جائو جا کر آرام کرو مقدر شاہ کہتے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تبریز شاہ بھی سیڑھیاں چڑھتا اپنے کمرے میں چلا گیا

○○○○○○○○○○○○○○○○○

اب تو سب سو گئے ہونگے کیا میں نیچے جائوں ..؟ وہ بیڈ پہ بیٹھی تانہ بانہ بن رہی تھی۔

نہیں نہیں اگر کسی نے مجھے اس وقت کچن میں دیکھ لیا تو۔۔۔؟ رمشا سکندر شاہ کیوں مرنے کا پروگرام ہے ...؟ ہاں تو کیا ہوا میں جائونگی اور بس تین گلاس جوس پی کر واپس آجائوں گی۔۔۔! نہیں اگر اماں سائیں نے دیکھ لیا تو وہ تو تھوڑا سا بھی نہیں دینگی۔۔! سب کو چھوڑ رمشا سکندر شاہ اپنے من کی کر دل سے آواز آئی وہ بھی دل کی بات پہ آمین کہتی اپنا دوپٹہ خود پہ اوڑھتی (آریان شاہ کی بے عزتی کا کمال تھا) آرام سے دروازہ کھول کر آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگی۔

کچن کی لائٹ شاید پہلے سے آن تھی۔

یہ کیا کہیں اماں سائیں جاگ تو نہیں رہی ..؟ رنشا سکندر تو بھی نا بہت بے صبری ہے رمشا اپنے سر پہ چپت لگاتی واپس سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگی اتنے میں کچن سے فریج کھولنے کی آواز آئی۔

یہ کیا اماں سائیں بھی سٹرابیری جوس پینے آئی ہیں ..؟ وہ اپنے بڑھتے قدم روک کر واپس کچن کی طرف آئی۔

کوئی شال لپیٹے فریج میں جھکا تھا۔

ہیں اماں سائیں تو مردوں والی شال نہیں پہنتی کیا کوئی چور تو نہیں آگیا۔۔۔!

ہائے میرا اسٹرابیری شیک رمشا سکندر شاہ کو ڈر تھا تو اپنے جوس کا ۔۔۔

اوئے چور خبردار میرا جوس پیا تو ! رمشا پلاسٹک کا ایپل جو کہ ڈائننگ ٹیبل پہ شوپیس تھا اسے ہتھیار کی طرح تھامتی اس وجود کو پکار بیٹھی تھی۔

آریان شاہ جو کہ ابھی باہر سے آیا تھا کچن میں پانی پینے آیا تھا اپنے پیچھے رمشا سکندر کی آواز سن کر اسکے موچھوں تلے عنابی ہونٹ مسکرائے تھے اسے اس وقت سب سے زیادہ رمشا سکندر کی طلب تھی اسکی دل کی دعا قبول ہوئی تھی وہ پیچھے مڑا مسکراتے ہونٹ مسکراتا چہرہ بلکل سنجیدہ کرکے۔۔۔

تمہیں میں چور نظر آتا ہوں ..؟ آریان شاہ رمشا سکندر شاہ کے قریب ہوتا پوچھنے لگا۔

رمشا سکندر شاہ کی سانسیں تو پہلے ہوا ہوئی تھیں آریان شاہ کو دیکھ کر اوپر سے اسکا غصہ وہ معصوم تو کانپنا شروع ہوگئی تھی۔

ننن نہیں اادا۔۔۔!وہ ابھی کچھ کہتی آریان شاہ اسکے نرم ہونٹوں پہ اپنا کاتھ رکھ کر اسے چپ کروا گیا۔

ششششش !!! آریان شاہ اپنی شہادت انگلی اپنے منہ پہ رکھتا اسے چپ رہنے کا بولا تھا۔

اب چور بولا ہے سزا تو ملے گی آریان شاہ اسکے ہونٹوں سے نا چاہتے ہوئے بھی ہاتھ ہٹاتا بولا تھا۔

کک کیسی۔۔۔؟ وہ شرارتی سی لڑکی ہمیشہ آریان شاہ کے آگے لڑکھڑا جاتی تھی بیشک بعد میں وہ خود کو ڈانٹ کر سبق بھی پڑھاتی تھی نا ڈرنے کے مگر آریان شاہ کو دیکھ اسے اپنے خود کو پڑھائے ہوئے سارے سبق بھول جاتے تھے۔

یہ مرچ کھانی ہوگی آریان شاہ نے مڑ کر فریج سے ایک مرچ نکال کر رمشا کے سامنے کی اب صحیح حالت میں رمشا کی ہوائیاں اڑی تھیں اسے مرچیں کھانے میں بھی کم پسند تھیں اور اب بطورِ سزا تو اسے کر حال میں کھانی تھی۔

کوئی اور سس سزا دے دیں رمشا سکندر اپنے دوپٹے کو سر پہ ٹکاتی معصومیت سے بولی تھی کیا پتا اس ظالم کو اس پہ ترس آئے۔۔

نا ! بس یہی آریان شاہ پیچھے کہاں ہٹتا تھا۔

جج جی رمشا بھی مرتی کیا نا کرتی ہری مرچ کو پکڑ لیا ابھی تھوڑی سی ہی کھائی تھی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کھانس کھانس کہ برا حال ہوگیا۔

پوری کھائو رمشا کو آدھی مرچ رکھتا دیکھ آریان شاہ بولا تھا وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے رمشا کو دیکھ رہا تھا۔

پلیز وہ اپنے آنسو صاف کرتی بمشکل ہی بول پائی تھی۔

پوری کھائو ورنہ ایک اور آریان شاہ اسے کہتا فریج سے اسٹرابیری شیک نکال کر گلاس میں ڈال گیا گلاس میں ڈالنے کے بعد آدھی بوتل آریان شاہ خود ہی

پی گیا تھا رمشا ہونکوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی پر رمشا کی نظر اب اس ایک گلاس پہ تھی۔

رمشا جلدی جلدی مرچ کو ختم کرتی اس گلاس کی طرف بڑھنے لگی آریان شاہ وہ گلاس اٹھاتا اپنے منہ کو لگا گیا رمشا سکندر شاہ کہ آنسو اب روانی سے بہہ رہے تھے۔

آریان شاہ سارا جوس خود ہی پی گیا۔

آپ بہت بہتتت بب برے ہیں رمشا روتی کچن سے باہر جانے لگی آریان اسے بازو سے پکڑتا اپنی طرف کھینچ گیا خود کرسی پہ بیٹھتا اسے اپنی گود میں بٹھا گیا۔

مرچی لگی ہے۔۔؟ آریان شاہ نے نرم لہجے میں پوچھا تو رمشا چھوٹے بچوں کی طرح اپنا سر ہلانے لگی۔

ٹھیک ہے آریان کہتا رمشا کے لبوں پہ جھک گیا پر دو منٹ بعد ہی پیچھے ہو گیا رمشا کی جو ہونٹوں کی جلن ختم ہو رہی تھی پھر سے ہونے لگی رمشا بغیر کچھ سوچے سمجھے آریان شاہ کی گردن کو پکڑتے اسکے ہونٹوں پہ جھک گئی اب اسکے پاس تو یہی طریقہ تھا اپنی جلن ختم کرنے کا۔۔

کتنی دیر بعد رمشا پیچھے ہوئی آریان کی گہری آنکھوں کا مقابلہ کرنا اب بھی اسکے بس میں نا تھا وہ لال ہوتے گالوں کے ساتھ آریان شاہ کے سینے میں ہی منہ چھپا گئی۔

آریان شاہ بھی مسکراتا اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا وہ کیسا بھی تھا سنگدل تھا سفاک تھا مگر رمشا سکندر شاہ کیلیے وہ بہت نرم تھا وہ چاہ کے بھی سخت نہیں

ہو سکتا تھا ایک رمشا سکندر شاہ ہی تو تھی جو بچپن سے آریان شاہ کے دل میں ملکہ کی طرح برجمان تھی اسی کی وجہ سے تو آریان شاہ نے پاکستان سے باہر رہ کر بھی کسی لڑکی کو اپنے قریب نا آنے دیا تھا۔

رمشا سکندر شاہ بھی آریان شاہ کے سینے لگی نیند کی وادیوں میں اتر گئی آریان شاہ کو اپنے سینے پہ رمشا کی بھاری سانسیں محسوس ہوئی وہ مسکراتا اسکے سر پہ بوسہ دے گیا اسے اپنی بانہوں میں اٹھاتا وہ آرام آرام سے سیڑھیاں چڑتا رمشا کے کمرے میں داخل ہوا رمشا کو وہ کسی کانچ کی گڑیا مانند چھو رہا تھا رمشا کو بیڈ پہ لٹاتا وہ اس پہ کمفرٹر ڈال کر اسکا ماتھہ چومتا باہر نکل گیا واپس کچن میں آکر اس نے مرچوں کا بھرا ہوا بائول اٹھایا اور تقریباً دس منٹ میں اس بائول میں ایک مرچ بھی نا بچی تھی آریان شاہ کا چہرہ اور آنکھیں لال ہوگئی تھیں

اس نے پانی کا ایک گلاس بھی نا پیا تھا وہ اسی طرح اپنے کمرے میں آتا بیڈ پہ سو گیا تھا۔

فجر کی اذان سن کر رمشا کی آنکھ کھلی تو خود کو اپنے کمرے میں پایا رات کا منظر چھناک کر کے ذہن میں آیا تھا یہ کیا ہوا تھا رات کو پتا نہیں وہ کیا سوچیں گے میرے بارے میں وہ کتنی دیر خود سے بحث کرتی رہی اور پھر وہ خود کو لعنت ملامت کرتی بستر سے اٹھی اور فریش ہونے چلی گئی نماز ادا کر کے اس نے قرآن پاک کی تلاوت کی شاہ حویلی کے مکینوں میں سب کا یہ معمول تھا چاہے وہ چھوٹا بچا کیوں نا ہوتا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

داور سومرو صبح صبح اپنی زمینوں پہ واک کرنے آتا دور شاہوں کی زمینوں پہ واک کرتا آریان شاہ اگر نظر آجاتا تو وہ خود اسکے پاس پہنچ کر باتیں کرنے لگتا ایسا نا تھا کہ آریان شاہ داور سومرو کو نظر انداز کرتا تھا مگر اسکی ناراضگی قائم تھی پچھلے دو سالوں سے۔۔۔

آج صبح داور کو واک کرتے ہوئے آریان شاہ نظر نا آیا داور پریشان ہوا تھا کیونکہ آریان اپنی فٹنس کا بہت خیال رکھتا تھا اور لازمی صبح صبح واک پہ آتا مگر آج نا آیا تھا۔

آریان کیوں نہیں آیا داور دل میں سوچتا آریان کو کال کرنے لگا اتنی صبح صبح اسے کال کرنا مناسب تو نا لگا تھا مگر وہ کیا کرتا دل تھا دوست کیلیے تڑپ رہا تھا۔

ہیلو !! داور کی کال اٹھاتے آریان شاہ شدتِ جزبات سے بولا تکلیف اب برداشت سے باہر تھی۔

ہیلو آریان شاہ تم تم ٹھیک ہو ؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا کیا ہوا ہے بتائو مجھے ..؟

داور آریان کی تکلیف زدہ آواز سنتا تیزی سے چھپتا ہوا شاہ حویلی کی طرف بڑھا

۔

داور میرا میرا۔۔وہ رکا زرا دیر تکلیف سے آنکھیں میچیں سینہ جلن کر رہا ہے آخر وہ جملا مکمل کر گیا تھا داور کے چلنے میں اور تیزی آئی تھی۔

شاہ حویلی کہ کسی ملازم نے داور کو نا روکا تھا سب اپنے چھوٹے سائیں اور اسکی دوستی سے واقف تھے بس بڑے ہی تھے جو جان کہ بھی انجان بنے ہوئے تھے۔

آریان شاہ !! داور شاہ حویلی میں داخل ہوتا اسے پکارتا اسکے کمرے کی جانب بڑھا۔

مختیار شاہ (مقدر شاہ اور سکندر شاہ کے والد) جو کہ پچھلی لان کی طرف بیٹھے چائے پی رہے تھے کسی کو آریان شاہ پکارتا دیکھ اندر کی جانب بڑھے تھے۔

آریان کیا ہوا ہے داور آریان کے کمرے میں داخل ہوتا لمحے کے ہزاروں حصے میں اس تک پہنچا تھا۔

آریان الٹا لیٹا تھا سینہ کی جلن شدت اختیار کر چکی تھی ہلکا سا سیدھا ہوتا داور کو دیکھ ہلکا سا مسکرایا داور آریان کہ معاملے میں ایسا ہی تھا ہر تکلیف میں سب سے پہلے پہنچنے والا مشکل وقت میں شانہ بشانہ رہتا۔

یار سینے میں جلن تھی بس اسی وجہ سے نہیں آیا آج آریان خود کو حد درجہ نارمل رکھتے بولا۔

اففف آریان ڈرا دیا داور مسکراتا آریان کی طرف بڑھا اور اسکے ساتھ بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

ہاہاہاہاہا اتنی عزیز ہے میری جان درد کو برداشت کرتے آریان شاہ قہقہ لگا کر بولا۔

خود سے زیادہ تمہاری جان عزیز ہے داور آریان کے ہاتھ کو پکڑ کر بولا۔

بس رہنے دو جو تم نے کیا ہے۔۔۔۔۔! آریان پل میں سنجیدہ ہوکر اپنا رخ دوسری طرف کر گیا۔

یار آریان۔۔۔۔۔!!!داور ابھی کچھ بولتا کہ مختیار شاہ آریان کے کمرے میں داخل ہوئے۔

کیسے ہو جوان کیسے آنا ہوا مختیار شاہ رعب دار آواز میں کہتے کائوچ پہ بیٹھے۔

وہ دادا سائیں آریان کی۔۔۔۔۔! کمی محسوس ہوئی تو آگیا داور کہنا چاہ رہا تھا کہ آریان کی طبیعت نہیں ٹھیک مگر آریان کہ اشارے سے عجیب بات بول گیا تھا۔

کیا مطلب کمی محسوس ..؟ مختیار شاہ ایک ٹانگ پہ دوسری ٹانگ کو رکھتے اپنی سندھی شال درست کرکے بولے۔

وہ یہ آج واک پہ نہیں آیا نا جبھی اچھا مجھے اجازت دیں پنچائت کا وقت ہونے والا ہے داور سے مزید وہاں بیٹھ کہ دادا سائیں کی نظریں خود پہ مشکوک محسوس کرنا محال ہو رہا تھا اس لیے وہ جلدی سے اٹھا۔

ارے ایسے کیسے مہمان ہو شاہوں کہ جبار سومرو کی طرح نہیں ہوں میں دادا سائیں نا چاہتے ہوئے بھی داور کے دادا کا ذکر کر گئے تھے۔

داور نے مختیار شاہ کی طرف دیکھا کچھ تو تھا انکی نظروں میں ٹوٹا ہوا اعتماد بھروسہ حسرت غصہ کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ تھا انکی نظروں میں داور سمجھ نا پایا

۔

نہیں دادا سائیں پھر کبھی ابھی کیلیے معزرت مجھے اب اجازت دیں داور کھڑا ہو کر مسکرا کر بولا تھا آریان شاہ سے جڑا کر رشتہ داور سومرو کیلیے مودب تھا۔

جوان اب اجازت مانگ رہے ہو تو دوبارہ آنے کا بھی بتا دو ورنہ سومرو تو صرف انتظاد کرواتے ہیں آخری بات مختیار شاہ نے بہت اہستہ کہی مگر داور سن چکا تھا اب اسے جستجو ہو رہی تھی آخر ایسی کیا بات تھی جو دادا سائیں چھپا رہے تھے۔

انشا اللہ دادا سائیں جلد آئونگا داور مختیار شاہ سے مصافحہ کرتا ایک نظر آریان شاہ کو دیکھ نکل گیا۔

آریان شاہ طبیعت ٹھیک ہے ؟ مختیار شاہ داور کے جاتے ہی آریان سے گویا ہوئے جو سیدھا لیٹنے کے بجائے الٹا سیدھا لیٹا ہوا تھا۔

بس تھوڑی سی جلن ہے معدے میں دادا سائیں اور اب پنچائت کا وقت ہو رہا ہے میں تیار ہو جائوں آریان شاہ بیڈ سے اٹھتا چپلیں پیروں میں پہن کھڑا ہوا ۔

اچھا ٹھیک ہے پنچائت کے بعد ڈاکٹر کو دکھا آنا مختیار شاہ آریان شاہ کے کندھے کو تھپتھپاتے کمرے سے نکل گئے۔

آریان بھی جلدی تیار ہونے کیلیے چلا گیا مگر معدہ میں اب جلن کے ساتھ ساتھ درد بھی ہو رہا تھا۔

○○

صبح بخیر ! داور واک سے واپس آیا تو سب ہی ڈائننگ پہ بیٹھے اسکا انتظار کر رہے تھے وہ سب کو سلام اور صبح بخیر کہتا کرسی کھینچ کے بیٹھ گیا دلاور سومرو نے ایک نظر اپنے خوبرو بیٹے کو دیکھا اور پھر آنکھیں مینچ کر گہرا سانس لیا۔

داور سائیں آپ نے دیکھ لیا اب ان لوگوں کا بیان ہی بدل چکا ہے ابتسام سومرو کا اشارہ ان ملازموں کی طرف تھا جو کہ کل کے بعد سے کہہ رہے تھے وہ شاہ حویلی کے ملازم نہیں تھے جنہوں نے آگ لگائی۔

مجھے لگتا ہے شاہ حویلی والوں نے پیسے دیے ہونگے کیوں کہ انکے بیٹے نے بھری پنچائت میں اپنی جائداد دینے کا کہا ہے دانیال سومرو جو رات میں ہی لوٹے تھے پنچائت کے بارے میں سن کہ خوش تھے کہ اب شاہوں کی کتنی

ساری زمینیں انکی ہونگی مگر اپنے ملازموں کی بات سن کر سخت غصہ آیا تھا انہیں۔

ادا سائیں مجھے نہیں لگتا کہ ایسا کچھ ہے ہمیں پوری طرح تفطیش کرنی چاہیے ہو سکتا ہے وہ ملازم شاہ حویلی کے نا ہوں داور دانیال سومرو کی بات کو نظر انداز کرتا ابتسام سومرو سے بولا تھا۔

داور کا نظر انداز کرنا دانیال سومرو کو طیش دلا گیا تھا مگر وہ خاموش رہے اور صبیحہ دانیال کو بھی داور کا اسکے بابا سائیں کو نظر انداز کرنا برا لگا تھا۔

(جبار سومرو کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی جو کہ شادی کے کچھ عرصے بعد طلاق لے کر واپس حویلی آگئی تھیں۔

(دانیال سومرو کے دو بچے تھے :صبیحہ اور ابتسام سومرو انکی پہلی بیوی کی وفات

کے بعد دوسری بیوی نے ہی انکے بچوں کو سنبھالا مگر صبیحہ کو اپنی دوسری ماں

پسند نہیں تھی وجہ اسکی پھپو سائیں کا کان بھرنا)۔

(دلاور سومرو کا ایک ہی بیٹا تھا داور سومرو)۔

درید سومرو کا ایک بیٹا احتشام سومرو جو کہ پڑھائی کیلیے امریکا کی آکسفورڈ

یونیورسٹی میں تھا اور ایک بیٹی معصوم سی زمزم تھی)۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

رات کافی زیادہ گزر چکی تھی آس پاس اندھیرے کافی حد تک پھیل چکا تھا جگنو

ٹمٹما رہے تھے دور کہیں سے کتوں کی بھونکنے کی آوازیں فضا میں لرزش پیدا

کر رہی تھیں۔

وہ ابھی آکر بیڈ پہ لیٹی تھی صبح کا باندھا ہوا حجاب وہ اب کھول رہی تھی حویلی

میں حجاب کرنے نا کرنے پہ کوئی زور زبردستی نہیں تھی بس بڑوں کا یہ حکم تھا

کہ باہر نکلو تو خود کو ڈھانپ کر نکلو صبیحہ بچپن سے یہ بات سمجھ نہیں لائی تھی

وہ یہی سوچتی تھی کہ اگر ہم حویلی کہ اندر پردہ نہیں کرتے تو باہر کیوں کریں

؟ باہر کرنے کا کیا فائدہ؟ اور اگر نا کریں تو ؟ نجانے کتنے ہی سوالات اسکے

ننھے ذہن میں آتے تھے ایک دن اس نے یہ سوال اپنے قرآن پاک پڑھانے

والی سے پوچھ ہی لیے تھے نا جانے انھوں نے صبیحہ کو ایسا کیا بتایا تھا کہ وہ

آٹھ سال کی عمر سے ہی نقاب کرنے لگ گئی تھی مردوں میں سے اسے بے

نقاب اسے صرف اسکے بابا سائیں، دادا سائیں اور ادا سائیں اور چاچا سائیں ہی

دیکھ سکتے تھے مگر بے حجاب نہیں ہر وقت اسکا دوپٹہ نماز کی طرح لپٹا رہتا تھا

وہ پردہ کرنے لگ گئی آٹھ سال کی عمر سے، اب وہ بیس سال کی تھی مگر اس نے ان بارہ سالوں میں پردہ نہیں چھوڑا تھا بارہ سالوں میں اس نے کئی لوگوں کی باتیں بھی سنی تھی لوگ اسکے حجاب و نقاب پہ طنز بھی کرتے تھے مگر وہ پھر بھی حجاب سے باز نا آئی اور آج وہی لوگ صبیحہ کے کردار کی پاکیزگی کی قسم بھی اٹھا سکتے تھے۔

کون ہے وہاں ...؟ وہ دھیمہ لہجے میں سر پہ حجاب باندھتی اٹھ بیٹھی تھی وہ کن سوچوں میں گم تھی مگر آس پاس ہلچل محسوس کرکے وہ اٹھ گئی۔

کیا کوئی ہے ..؟ وہ پورے کمرے کو روشن کرتی کھڑکی کی طرف آئی تھی نیچے کوئی کھڑا تھا کالے سوٹ میں ملبوس چہرے پہ کچھ کالا سا پہنے ہاتھ میں خنجر تھا ہاں خنجر !! خنجر دیکھ کر صبیحہ دانیال سومرو کی ساری بہادری ہوا ہوئی تھی وہ

تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی داور جو کچن سے پانی پی کر ابھی اوپر آرہا تھا سامنے سے صبیحہ کو بغیر نقاب کے آتا دیکھ اپنی آنکھیں جھکا گیا جب وہ لڑکی خود کو محفوظ رکھنے کیلیے خود کو چھپا کر رکھتی تھی تو داور سومرو کو زیب کہاں دیتا تھا وہ اسے نظر بھر کے بھی دیکھتا چاہے وہ اسکی محبت کی کیوں نا تھی۔۔۔

داور دد داور سائیں وہاں وہاں کوئی ہے د!!صبیحہ تیزی سے داور کی طرف بڑھی تھی اسکا پیر مڑا تھا داور اسکا ہاتھ نا تھامتا تو بیشتر تھا وہ سیڑھیوں سے نیچے گر جاتی داور کی نظریں اب بھی زمین پہ تھیں صبیحہ نے ایک نظر داور کی جھکی نظروں کو دیکھتی تیزی سے سیدھی ہوتی اپنے حجاب کو نقاب کی طرح اپنے چہرے کے گرد لپیٹ گئی تھی۔

داور کو تو اپنی سماعت پہ ہی یقین نہیں آرہا تھا اسے صبیحہ دانیال سومرو نے پکارا

تھا بارہ سالوں بعد خود سے پکارا تھا مگر اسی بچپن والے نام سے وہ بچپن سے

داور کو سائیں کہتی تھی داور کی دادی سائیں نے ہی صبیحہ کو سائیں کہنے کا کہا تھا

یعنی آج بھی وہ کہیں نا کہیں صبیحہ دانیال سومرو کے ذہن میں تھا یعنی محبت

ایک طرفہ نہیں تھی کچھ تو تھا دوسری طرف بھی وہ سوچتے سوچتے کہاں سے

کہاں نکل آیا تھا صبیحہ کے پکارنے کو تو یاد رکھ لیا تھا اسکی بات بھول گیا تھا۔

داور سائیں !!!! صبیحہ دانت پیستی داور کے سامنے چٹکی بجا کر بولی وہ جو اس

آدمی کو دیکھ صبیحہ ڈر گئی تھی داور کو دیکھ دوبارہ سے بہادر ہوئی تھی کیا تھا وہ

شخص صبیحہ دانیال اسکے ہوتے خود کو محفوظ سمجھتی تھی چاہے صبیحہ دانیال سومرو

کے ساتھ پوری دنیا ہوتی پر جتنا وہ اس شخص کے ساتھ خود کو محفوظ سمجھتی تھی اتنا وہ کسی کے ساتھ نہیں سمجھتی تھی۔

جی !! داور سومرو ہلکا سا مسکراتا اپنے ہاتھوں کو پیچھے کرتا صبیحہ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

ہم کہہ رہے ہیں کہ وہاں کوئی ہے ہم نے کسی کو دیکھا ہے صبیحہ اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنساتی داور کو بے چین کر رہی تھی وہ جانتی تھی داور اسے بچپن میں بھی اسی عادت پہ ڈانٹتا تھا مگر وہ اب کی بار خاموش رہا۔

چلیں !!! کتنی دیر بعد داور کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

کہاں...؟ وہ پلکیں جھپکاتی ایک نظر داور کو دیکھتی نیچے جھکا گئی سفید رنگت پر کشش نقوش جو کہ نقاب کی وجہ سے چھپ جاتے تھے صبیحہ دانیال سومرو کی

بھوری آنکھیں مقابل کی گہری شہد رنگ آنکھوں کو بھی جھکانے کا ہنر رکھتی

تھیں۔۔

آپ کے کمرے میں جہاں سے ڈر کر آپ باہر آئیں ہیں داور کا دل چاہا اس

حد درجہ معصومیت پہ صبیحہ دانیال کو گلے لگا لے مگر کیا کرتا ابھی تو اسکے پاس

کوئی اختیار نا تھا۔

ہم ڈرتے ورتے نہیں ہیں صبیحہ آنکھوں سے غصہ چھلکاتی ایک نظر داور کو

دیکھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔

داور سومرو بھی اپنی مسکراہٹ چھپاتا صبیحہ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

وہاں تھا کوئی۔۔ روم میں داخل ہوتے ہی صبیحہ داور کے پیچھے چھپ گئی تھی

اب داور سے اپنی ہنسی قابو کرنا مشکل ہو گیا تھا اس لیے داور سومرو کا ایک

جاندار قہقہہ صبیحہ دانیال کے پورے کمرے میں گونجا اس شخص کی تو مسکراہٹ ہی لوگوں کو محصور کر دیتی تھی اسکا قہقہہ تو صبیحہ دانیال کی جان لیتا تھا مسکراتے ہوئے اسکی ایک گال پہ پڑتا گڑا اسکے خوبصورت موتیوں جیسے دانت اور اسکی مسکراتی آنکھیں صبیحہ دانیال تو کھو ہی گئی تھی داور مسکراتے ہوئے بالکل سنجیدہ ہوا تھا۔

کیا ہوا...؟ صبیحہ کو خود کو دیکھتا پاکر وہ اس سے سوال کرنے لگا داور کی آواز پہ وہ مسمرائیزنگ سے باہر آئی تھی اور اپنی نظریں جھکا گئی کوئی دلیل کوئی وضاحت کچھ بھی پیش کرنا اس وقت اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا وہ داور سومرو کو سمجھانا چاہتی تھی کہ وہ اب بھی اس سے محبت کرتی ہے اور داور سومرو سمجھ بھی گیا تھا پر کہتے ہیں نا محبت اظہار مانگتی ہے (ہمارے پیارے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے محبت کرو اسے بتائو یعنی اسے خبر ہونی چاہیے کہ تم اس سے محبت کرتے ہو !! اگر آپ کسی سے نفرت کرتے ہیں تو اسے بتاتے ہیں بلکہ جتاتے ہیں تو اسی طرح اگر آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو اسے بتائیں).

داور آگے بڑھتا کھڑکی کی طرف آیا نیچے کچھ بھی نہیں تھا اندھیرے میں ایک بلب سے روشنی تھی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

کوئی نہیں ہے وہاں۔۔ داور اپنے کندھے سے ڈھلکی شال کو درست کرتا اپنا رخ صبیحہ کی طرف کر گیا۔

نہیں ہم نے خود دیکھا ہے اپنی آنکھوں سے۔۔ صبیحہ اپنی آنکھوں کی طرف اشارے کرتے کوئی معصوم گڑیا لگی تھی۔

کوئی نہیں ہے شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔۔ داور مسکراتا ہوا پردوں کو درست کرتا بولا۔

آپ کو ہماری بات سمجھ نہیں آرہی کیا جب ہم کہہ رہے ہیں وہاں کوئی تھا تو اسکا مطلب تھا ہمیں کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔۔ صبیحہ داور کو گھورتی بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی۔

مجھے آپ کی بات سمجھ آچکی ہے لیکن ہو سکتا ہے وہاں کوئی جن ہو انسان ہوتا تو اتنی جلدی غائب نا ہوتا۔۔ داور اپنے ہونٹ کو دانت سے دباتا بولا۔

ہائے اللہ کیا واقعی۔۔ صبیحہ بیڈ پہ پڑا کمبل اٹھاتی اپنے گرد پوری طرح لپیٹ گئی۔

پلیز آپ یہیں رہنا ہمیں اکیلے ڈر لگے گا۔۔ صبیحہ کمبل سے ایک آنکھ نکالتی داور کو دیکھتی بولی تھی۔

کیا۔۔؟ داور جتنا حیران ہوتا کم تھا۔

جی جب تک زم زم نہیں آتی تب تک مت جانا۔۔ صبیحہ خود کو پوری طرح کمبل میں چھپا گئی تھی داور مسکراتا ہوا صوفے پہ بیٹھ گیا۔۔

○○

ادی سائیں ہم آگئے زمزم صبیحہ کے کمرے میں داخل ہوتی اونچی آواز میں بولی تھی سامنے داور کو صوفے پہ بیٹھا دیکھ وہ حیران ہوئی تھی۔

ادا سائیں آپ ....؟ زمزم تیز آواز میں بولی تھی۔

آہستہ بولو زمزم۔۔ داور کو لگا صبیحہ سو چکی ہے وہ کھڑا ہوتا تیزی سے زمزم

کے پاس پہنچا تھا۔

صبیحہ کو ڈر لگ رہاتھا اس لیے میں یہاں بیٹھا تھا یہ بات کسی کو مت بتانا۔۔

داور زمزم سے کہتا صبیحہ کے کمرے سے نکل گیا زمزم بھی چینج کرنے کیلیے

واشروم کی طرف چلی گئی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

رات کے تقریباً تین بجے وہ واپس اپنے کمرے میں آیا تھا بار بار زم زم کا

مسکراتا چہرہ اسکی آنکھیوں کے آگے لہرا رہا تھا۔

پھر اچانک ہی اسکی چیخ و پکار کانوں میں گونجنے لگی تھی۔۔

چچ چھوڑ دد دیں مم مجھے ممم میں گندی ہو چکی ہوں دد دور رہیں !!! وہ کبھی اپنے بالوں کو نوچتی تو کبھی اپنے بازو پہ زور زور سے ناخن مارتی ناخن اتنے بڑے تو نا تھے مگر مسلسل رگڑنے سے بازوؤں سے اب خون نکل رہا تھا۔۔

ابتسام تیزی سے اسکی طرف بڑھتا اپنی شال وہ جو اس نے اپنی محرم اور شریکِ حیات کیلیے انبھال رکھی تھی وہ اتار کر زمزم کے گرد لپیٹ گیا وہ اپنے قریب ابتسام کی خوشبو محسوس کرتی مزید ڈر گئی تھی اسکے رونے میں تیزی آگئی تھی۔۔

اا ادا سائیں ہہم ہم گگ گندے ہو گئے ہیں آپ چلے جائیں یا ہمیں کچرے مین پھینک دیں کک کیونکہ گندی چیزوں کو پھنک دیتے ہیں نا زمزم اپنا آنسوؤں سے تر چہرے کو بار بار رگڑتی جیسے میل اتار رہی تھی۔۔

زمزم ہوش میں آئو بتائو مجھے یہ کس نے کیا ابتسام اسکی حالت کو سمجھتا تھا مگر پھر بھی وہ لب بھینچے اس شخص کا نام جاننا چاہتا تھا جس کا قتل اب اس پر فرض ہوچکا تھا۔۔

چلیں جائیں یہاں سے کہہ رہے ہیں نا ہم جائیں یہاں سے وہ ابتسام کو جو اسکے پاس پنجوں کے بل بیٹھا تھا اسے دھکا دیتے چیختی ہوئی بولی تھی شال اسکے کندھوں سے ڈھلکتی اسکے سفید بازو جس پہ زور سے پکڑے جانے کے نشان واضح تھے وہ عیاں کر گئی۔

ابتسام اپنے لبوں کو سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کرتا اس کمرے سے نکلتا تبریز کے پاس آیا تھا۔

مولوی کو بلائو ابھی نکاح ہو گا وہ شخص اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر رہا تھا وہ بھی بغیر کسی کو بتائے چھپ کر ؟ کیا واقعی وہ سردار ہوکر بھی چھپ کر نکاح کر رہا تھا ؟ وہ بھی خود سے دس سال چھوٹی ایک سولہ سالہ لڑکی سے ؟

کتنے سوالات اس وقت اسکے ذہن میں گردش کر رہے تھے مگر پھر بھی وہ اس چھوٹی بچی کو اپنا بیٹھا تھا وہ روتی رہی کہ اسے قبول ہے نہیں کہنا وہ معصوم تھی نکاح کے بارے میں اتنا نہیں جانتی تھی بس پتا تھا تو اتنا کہ قبول ہے کہنے سے ساری زندگی ہر چیز قبول کرنی پڑتی ہے ابتسام نے اسے پیار سے سمجھانا چاہا تھا مگر وہ نا مانی تھی تو ابتسام دھاڑتا اسے سہا گیا تھا وہ ڈرتی ڈرتی اس شخص کی زندگی میں شامل ہو ہی گئی تھی۔۔

ابتسام اس وقت کی اذیت کو سوچتا اپنی آنکھوں کو موند گیا تھا۔۔

بار بار زم زم کا آج کے دن مسکراتا چہرہ اور پھر اچانک ڈر کر اسکے پیچھے چھپنا اسے بھلا نا رہا تھا۔

میں قسم کھاتا ہوں زمزم ابتسام سومرو میں جب تک اس شخص کو موت کے گھاٹ نہیں اتارونگا تب تک میں سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔۔

ابتسام واشروم میں آتا اپنے منہ پہ پانی کے چھینٹے مارتا خود سے بولا تھا اب کے اسکے اعصاب کچھ پر سکون ہوئے تھے وہ تولیہ سے منہ صاف کرتا واپس اپنے کمرے میں آتا اپنی شال اتار کر رکھتا جوتے اتارتا بیڈ پہ لیٹ گیا تھا۔

مجھ میں میری جگہ تو باقی رہنے دیتی زمزم ابتسام سومرو بس تم ہی تم ہو یہ اچھی بات تو نہیں ابتسام اپنی مونچھوں کو تائو دیتا دلکشی سے مسکراتا کروٹ لے کر اپنی آنکھیں موند گیا تھا۔

ooooooooooooooooooooo

تبریز شاہ ہمیں تم سے کچھ بات کرنی ہے ناشتہ کر کے ہمارے کمرے میں آنا

شاہ حویلی میں سب بیٹھے خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے تبریز کو کرای سے اٹھتا دیکھ مقدر شاہ اس سے گویا ہوئے تھے۔

جی بابا سائیں وہ نشا سکندر کو ایک نظر نخوت سے دیکھتا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

رمشا سکندر کل کے بعد سے باہر نہیں آئی تھی اب سب لوگوں کو کیا بتاتی کہ آریان کے بے باک باتیں اسے بہت تنگ کرتی ہیں آریان رمشا کی کرسی کو خالی دیکھتا اپنے لبوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرتا اپنے غصے کو قابو کرنے کی کوشش میں تھا۔

کیا ہوا آریان سائیں تم ٹھیک ہو ؟ سکندر شاہ کی چائے پیتے نظر آریان پہ پڑی تھی۔

جی چاچو سائیں میں ٹھیک ہوں آریان اپنے غصہ کو اپنی مسکراہٹ میں چھپاتا کہتا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

چاچو سائیں مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے آریان کی بات پہ ثمینہ شاہ (شینا کی ماں) کے کان کھڑے ہوئے تھے۔

ہاں بولو بیٹا سکندر شاہ اپنا چائے کا کپ رکھتے پوری طرح آریان کی طرف متوجہ ہوئے تھے مقدر شاہ کا بس چلتا تو اپنے ضدی بیٹے کو ابھی غائب کردیتے مگر مجبوراً اپنے بابا سائیں (مختیار شاہ) اور اپنی اماں سائیں (مہناز شاہ) کی وجہ سے خاموش تھے۔

وہ در اصل چاچو سائیں میں آپکی بیٹی رمشا سکندر سے شادی کرنا چاہتا ہوں میں پوری کوشش کرونگا کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ زبردستی نا کروں مگر آپ نے میری بات نا مانی تو مجبوراً مجھے زبردستی کرنی ہوگی تو کیا کہتے ہیں آپ دادا سائیں کیا دینگے آپ اپنی پوتی مجھے ...؟ وہ اپنے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتا مختیار شاہ کی طرف دیکھ رہا تھا پورے ڈائننگ ہال میں سکوت چھا گیا تھا سکندر شاہ اپنا غصہ کنٹرول کر رہے تھے اور سفینہ بیگم حیران و پریشان اپنے بھانجے اور بھتیجے کو دیکھ رہی تھیں۔

یہ کونسا طریقہ ہے آریان شاہ ..؟ سکندر شاہ اپنے غصے کو قابو کرتے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

اچھا تو آپ بتا دیں کس طریقے سے بولوں ؟ اگر آپ کہتے ہیں تو میرے بابا سائیں اور اماں سائیں آپ کے پاس رشتہ لے آئیں گے اگر میرا آنا ضروری ہے تو شام کو میں بھی آپ کے کمرے میں اپنے والدین کے ساتھ حاضر ہو جائوں گا (وہ شخص اتنے عام لہجے میں کہہ رہا تھا جیسے مقابل سے اسکی بیٹی نہیں بلکہ کوئی ٹافی مانگ رہا ہو) آریان آرام سے کہتا مختیار شاہ کی طرف بڑھتا انکا ہاتھ پکڑ کر چومتا آنکھوں سے لگا گیا مختیار شاہ جو غصہ کرنے والے تھے انکا غصہ اڑن چھو ہوا تھا.

تمہیں زرا تمیز نہیں تم کس طرح بات کر رہے ہو ؟ مقدر شاہ کو اس وقت بہت غصہ آرہا تھا۔

جیسے بات کرتا ہوں ویسے ہی کر رہا ہوں بابا سائیں۔۔! آریان کہتا ٹیبل سے ایک جوس کا بھرا گلاس اٹھا کر پی گیا سب نے تو ناشتہ چھوڑ ہی دیا تھا (ثمینہ شاہ غصے سے تہمینہ شاہ کو دیکھ رہی تھیں)

آریان تمہاری ہر بد تمیزی برداشت کرلیتے ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ تم ہمارے سر پہ چڑھ کر ناچو سکندر شاہ جو کب سے خاموشی سے سب برداشت کر رہے تھے اب بول ہی گئے تھے۔

ارے میرے پیارے چاچو سائیں میں کب آپ کے سر پہ چڑ کر ناچا ہوں میں تو ابھی تک زمین پہ بھی نہیں ناچا دیکھنا ھب آپ رشتے کیلیے ہاں کہہ دینگے نا تو پکا ناچونگا آریان مسکراتا اس وقت شرمینہ کو بہت برا لگ رہا تھا وہ کیسے کسی اور کا ہو سکتا تھا یہ بات ہی شرمینہ کو چب رہی تھی۔

چل میری بیٹی ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی کوئی ہماری طرف داری نہیں کر رہا آنے دے تیرے باپ کو واپس چلتے ہیں ہم میں ہی ہوں جو ماں باپ کی محبت میں حویلی واپس آگئی ثمینہ بیگم سے جب مزید برداشت کرنا محال ہوا تو شرمینہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے جانے لگی۔

او ہو پھپھو سائیں آپ بھی ہیں ..؟ آپ کو کیا لگتا ہے میں شرمینہ عرف شینہ سے شادی کرونگا میں نہیں جانتا کہ اسکی زبان اور دماغ کتنے تیز ہیں ...! معزرت لیکن میں کبھی بھی اس سے شادی نہیں کرونگا۔۔ آریان ایک نظر اپنی ماں کو دیکھتا اپنی پھپھو سائیں سے بولا تھا۔

آریان حد میں رہو تم چلو میرے ساتھ تمہارا دماغ میں ٹھیک کرتا ہوں سکندر شاہ آریان کا ہاتھ پکڑتے ڈائننگ روم سے نکلتے اسے اپنے ساتھ لے گئے۔۔

مختیار شاہ اور مہناز بیگم بھی ایک ساتھ اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تہمینہ شاہ اور سفینہ شاہ بھی سامان سمیٹنے لگی نشا بھی اٹھتی انکی مدد کرنے لگی اور ثمینہ شاہ آگ بگولا ہوتی شرمینہ کا ہاتھ پکڑ کر سیڑھیاں چڑھتی اپنے روم میں چلی گئیں تھی مقدر شاہ بھی دوبارہ سے کرسی گھسیٹتے اس پہ بیٹھ کر چائے پینے لگے۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

ادی سائیں ایک بات تو بتائیں ؟ زمزم گاڑی میں بیٹھتی صبیحہ سے بولی تھی جو اپنا نقاب سر سے درست کرتی کھڑکی سے باہر کی جانب دیکھ رہی تھی۔(زمزم فرسٹ ائیر میں تھی اور صبیحہ گریجویشن کے سیکنڈ سیمسٹر میں تھی دونوں کے کالجوں میں تقریباً دس منٹ کا فاصلہ تھا ڈرائیور پہلے صبیحہ کو لیتا پھر زمز کو کالج سے لیتا حویلی اتارتا تھا)

ہاں پوچھو ! صبیحہ ایک نظر زمزم کو دیکھتی اپنے بیگ کو سائڈ پہ رکھتی اسکی طرف متوجہ ہوئی۔

رات کو داور ادا سائیں کیا کر رہے روم میں ہمارا مطلب داور ادا سائیں کہہ رہے تھے آپ ڈر گئیں تھیں کیا ہوا تھا آپ کیسے ڈر گئیں۔۔؟ آپ تو بہت بہادر ہیں نا زمزم اپنے گالوں کا پھولاتی بولی تھی۔

ہاں ہم بہادر تو بہت ہیں لیکن رات کو ہم بھی ڈر گئے تھے۔۔صبیحہ زمزم کی گالوں پہ ہلکی سی چٹکی کاٹتی بولی۔

وہ کیوں ادی سائیں ؟ زمزم اپنے گالوں پہ ہاتھ رکھتی بولی تھی۔

وہ ایسے کہ رات کو جب ہم اپنے کمرے میں تھے نا تو ہمیں لگا جیسے لان میں کوئی ہے تو پھر ہم کھڑکی کی طرف آئے۔۔۔ صبیحہ رکی اور زمزم کی پھیلی آنکھوں کو دیکھتی مسکرائی تھی۔

پھر ؟ زمزم کی آنکھیں مزید پھیلی

اور پھر ہم نے دیکھا نیچے کوئی ہے کالے کپڑوں میں تھا کوئی شاید اسکے ہستھ میں خنجر بھی تھا۔۔۔۔ صبیحہ اپنی بات مکمل کرتی کھڑکی کی طرف رخ کر گئی۔

زمزم کو سانس لینے میں دشواری ہونے لگی اسے ایسا لگ رہا تھا وہ سانس نہیں لے پائے گی ہاں وہ واقعی سانس نہیں لے پا رہی تھی وہ گیرے گہرے سانس لینے لگی۔۔۔

گگ گندے ہو چکے ہیں ہم گگ گندے دد دور ہو جائیں دور جائیں چھوڑیں

چھوڑ دیں ہمیں۔۔۔۔۔زمزم اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھتی زور زور سے چینخنے لگی

اسکا گلہ خشک ہو گیا تھا سانس لینا محال ہو چکا تھا۔

زمزم تم تم ٹھیک ہو صبیحہ زمزم کی کمر ملتی پوچھ رہی تھی ڈرائیور بھی پریشان

ہو گیا تھا ابھی حویلی تھوڑے فاصلے پہ تھی۔

گاڑی روکیں صبیحہ نے ڈرائیور سے گاڑی روکنے کا کہتی زمزم کی کمر تھپتپانے

لگی اسے لگا تھا شاید زمزم کسی چیز کی وجہ سے ڈر گئی ہے۔۔

زمزم صبیحہ کا ہاتھ جھٹکتی گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلی اسکا حجاب سر سے

ڈھلک رہا تھا وہ اپنے حجاب کو سختی سے جکڑتی کچی سڑک پہ دوڑنے لگی تھی

۔۔۔

اسکا تنفس بگڑنے لگا تھا وہ گہرے گہرے سانس بھرتی گاڑی سے بہت دور نکل

آئی تھی وہ حویلی کے راستے نہیں بلکہ کہیں اور ہی جا رہی تھی۔۔

دوپہر کا وقت تھا گائوں کے لوگ گھروں میں آرام گھر رہے تھے اس معصوم

کو نہیں پتا تھا وہ کہاں جارہی ہے کیا کر رہی ہے وہ بس اُس وحشی درندے سے

بچنا چاہتی تھی جس کی سوچ اسکے ننھے دماغ پہ غالب آچکی تھی۔۔

چھوڑ دو ہمیں دد دور رہو بابا سائیں!!!! وہ مسلسل بڑبڑاتی بھاگنے میں اور تیزی

لے آئی ٹھوکر لگنے کی وجہ سے وہ کچھ لمحوں کو رکی پیر کا آنگوٹھا درد کر رہا تھا

وہ اپنی آنکھوں کو سختی سے میچتی برداشت کرتی پھر سے بھاگی تھی۔۔

زمزم رک جائو !!! ابتسام کی آواز پہ اسکے آگے بڑھتے قدم رکے تھے وہ

آگے بڑھنا چاہتی تھی مگر اسکے پیر ؟ اسکے پیر انکاری تھے اسکا اب درد بھی

برداشت سے باہر تھا وہ دوڑتے دوڑتے تھک گئی تھی وہ چاہ کر بھی آگے نہیں بڑھ پا رہی تھی ابتسام سومرو تیر ہوا کی تیزی سے اسکے پاس پہنچتا اسے خود میں بھینچ گیا تھا زمزم کا چینخنا چلانا جیسے کچھ بھی نا بچا تھا ہاں وہ معصوم سی لڑکی زمزم ابتسام سومرو بلکل خاموش ہوگئی تھی اس شخص کی قربت میں وہ خود کو دنیا میں سب سے زیادہ محفوظ سمجھتی تھی ہاں یہ شخص ہی تھا جو اسے پُرسکون کرنے کا ہنر رکھتا تھا گویا زمزم اپنے محرم ابتسام سومرو کی قربت میں پرسکون ہوئی تھی۔۔۔۔

ابتسام کچھ بھی بولے بغیر اسے اپنی بانہوں میں بھرتا آہستہ آہستہ قدم گاڑی کی طرف بڑھانے لگا زمزم اب بھی ابتسام کے سینے میں منہ دیے رو رہی تھی

۔۔۔۔

صبیحہ پہلے تو ابتسام کو دیکھ حیران ہوئی تھی اور دوسرا وہ زمزم کو ابتسام کی

بانہوں میں دیکھ حیرت کے غش کھا کر رہ گئی تھی۔۔۔

ادا سائیں آپ کو یہ سب زیب دیتا ہے آپ ایک لڑکی کا فائدہ اٹھائیں وہ بھی

اس حالت میں۔۔!صبیحہ کو اپنے بھائی پہ شدید غصہ آرہا تھا وہ تو اپنے بھائی کو

اپنا آئیڈیل مانتی تھی پھر اسکا بھائی یہ سب کرے اسے کہاں منظور تھا۔

چپ رہو صبی !! ابتسام زمزم کو خود میں مزید بھجنچتا صبیحہ کو چپ رہنے کہتا

گاڑی میں بیٹھ گیا۔

میں کیوں چپ رہوں ادا سائیں آپ کو شرم !!!

بیوی ہے یہ میری ابتسام نا چاہتے ہوئے بھی بتا گیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکی

بہن اسے غلط سمجھے زمزم اسکی تیز آواز سنتی اسکی قمیض کو اپنی مٹھی میں لیتی

سختی سے بند کرگئی ابتسام بھی یہ محسوس کرتا کہ زمزم ڈر گئی ہے اسکے بالوں

پہ بوسہ دیتا مسکرایا تھا۔۔۔

باقر گاڑی چلائو !!! اور یہ بات کسی کو پتا نا چلے ! ابتسام باقر کو کہتا زمزم کے

بال سہلانے لگا وہ اب بلکل پرسکون سی آنکھیں موند گئی تھی کوئی ڈر کوئی

خوف کسی چیز کے بھی آثار نا تھے اسکے معصومیت سے بھرے منہ پر تھا

توصرف سکون تھے تو صرف پر سکون آثار ...

صبیحہ بھی اپنی بات پہ شرمندہ ہوتی نظریں جھکا گئی تھی۔۔۔اسکی چلتی زبان تالو

سے چپک گئی تھی اس پہ تو حیرت کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔۔۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

باقر سائیں کیا ہوا خیریت ہے ..؟ داور باقر کو اپنی طرف دوڑ کر آتا دیکھ سیدھا ہو بیٹھا تھا وہ ابھی ڈیرے پہ آیا تھا زمینوں کا حساب کرنے اور باقر صبیحہ اور زمزم کو لینے گیا ہوا تھا ورنہ باقر تو ہمیشہ داور کے ساتھ ہوتا تھا۔

سائیں خیریت تو ہے لل لیکن !!! وہ رکا تھوڑی دیر کو سانس لینے کیلیے۔۔۔پسینے سے ماتھا تر ہو چکا تھا وہ بار بار اپنے بازو سے پسینہ صاف کر رہا تھا دوپہر کو گرمی اور رات میں ٹھنڈ کا عجیب ہی موسم تھا۔۔۔

لیکن کے آگے بھی کہو باقر سائیں داور جگ سے پانی کا گلاس بھرتا اسے پکڑا گیا تھا۔

سائیں چھوٹی بی بی سائیں بڑے سائیں کی ذال (بیوی) ہیں !! باقر گلاس پکڑتا اسے ایک ہی گھونٹ میں پی گیا تھا۔۔

کیا مطلب مجھے سمجھ نہیں آئی پوری بات بتائو باقر سائیں!! داور سمجھنے سے قاصر تھا جو اسکی سمجھ میں آرہا تھا داور وہ سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔۔

سائیں وہ چھوٹی بی بی سائیں زم زم بی بی سائیں سردار سائیں کی بیوی ہیں !! باقر ایک گہرا سانس لیتا چارپائی پہ بیٹھتا پوری بات مکمل کر گیا۔

کیا ..؟؟؟ داور تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا زمزم اور ابتسام ادا سائیں ؟؟ یہ کیسے وہ چہرے پہ سنجیدہ تاثرات سجائے گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔

سائیں !! باقر کی آواز پہ اسکا سکتہ ٹوٹا تھا وہ گلا کھنگارتا بلکل سنجیدہ ہوا تھا۔

ٹھیک ہے باقر تم یہ بات کسی اور سے مت کرنا داور باقر کے کندھے پہ ہاتھ رکھ اسے تھپکی دیتا ڈیرے سے نکل گیا۔۔۔

°° ________ __________ °°

آریان تمہیں اپنے بابا کے سامنے مجھ سے ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی

سکندر شاہ آریان کو لیتے حویلی کی پچھلی طرف آئے تھے۔۔

ہاہاہاہاہا چاچو سائیں آپ ہی بتا دیتے مجھے کیسے بات کرنی چاہیے تھی آریان قہقہ

لگاتا بولا تھا۔۔

تو گدھے تم نے کونسا مجھ سے پوچھ کر بات کی ہے تم خود ہی شروع ہو گئے

تھے سکندر شاہ خفا ہوتے اپنا رخ گارڈن کی طرف کرتے آگے بڑھے۔۔

اچھا نا چاچو سائیں ناراض نا ہوں سوری !! آریان کو یہ بھی نہیں یاد تھا کہ اس

نے آخری بار سوری کس عمر میں بولا تھا۔۔

کوئی سوری نہیں آریان ٹھیک ہے میں مانتا ہوں تمہارے جزبات میری بیٹی کیلیے

سچے ہیں اور وہ تمہاری منکوحہ بھی ہے لیکن تمہیں ہرگز زیب نہیں دیتا کہ تم

میری بیٹی کو بے مول کرو سکندر شاہ کرسی پہ بیٹھتے پھولوں پہ نظریں ٹکاتے بولے تھے۔۔

توبہ کریں چاچو سائیں آریان شاہ کی کیا مجال وہ رمشا آریان شاہ کو بے مول کرے آریان بھی سکندر شاہ کے سامنے کرسی گھسیٹا اس پہ بیٹھ گیا۔۔

تم مجھ سے ایسے بات کر رہے تھے جیسے تم مجھ سے میری بیٹی !!!

آہاں !! آپکی بیٹی نہیں چاچو سائیں میری منکوحہ آریان سکندر شاہ کی بات بیچ میں کاٹتا اپنی بات مکمل کر گیا تھا۔۔

بہت بگڑ رہے ہو تم آریان !! سکندر شاہ اپنی جگہ سے اٹھتے آریان کی طرف آئے تھے۔۔

تمہارا علاج مجھے بہت اچھے سے آتا ہے بیٹے سکندر شاہ آریان کو کان سے پکڑتے آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھتے بولے تھے۔۔

اچھا اچھا معافی چاچو سائیں آریان اپنا کان (جو کہ سکندر شاہ نے پکڑا تھا) اسے چھڑانے کے جتن کر رہا تھا۔۔

بس بس زیادہ ڈھونگ نہیں کرو !! سکندر شاہ آریان کا کان چھوڑتے واپس کرسی پہ بیٹھے تھے۔

ارے چاچو سائیں بلکل نہیں جو آپ کہیں گے وہی ہو گا آفٹر آل میرے ون اینڈ آنلی سسر جو ٹھہرے آپ۔۔!آریان شرارت سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

مجھے افسوس ہوتا ہے اس لمحے پہ جب میں تمہاری باتوں میں آکر نکاح کیلیے راضی ہوگیا تھا سکندر شاہ غصے سے آریان کو گھورتے بولے تھے۔۔

نا نا چاچو سائیں اب افسوس کیسا جب چڑیا چگ گئیں کھیت !! آریان شاہ ہنستا ہوا تیزی سے حویلی کے پچھلے دروازہ کی طرف بڑھا تھا اور سکندر شاہ پیچھے اپنا سر نفی میں ہلاتے رہ گئے۔۔

°° ________ ________ °°

تبریز شاہ تو پھر تم نے کیا سوچا ؟؟ مقدر شاہ نے ڈیرے میں داخل ہوتے تبریز کو اکیلا دیکھتے پوچھا۔۔

کس بارے میں ؟ وہ جان کے انجان بنا تھا۔

میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ مجھے تم سے بات کرنی ہے پھر بھی تم ڈیرے کیلیے نکل آئے ؟ مقدر شاہ کو غصہ آیا تھا مگر وہ پھر بھی برداشت کرتے بولے تھے۔۔

جی بابا سائیں وہ کچھ ضروری کام تھا کہیں آپ کو کیا بات کرنی ہے وہ اب بھی لاتعلق بنا ہوا تھا۔

تبریز تم جانتے ہو میں کس بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں مقدر شاہ دبے دبے غرائے تھے۔

نہیں بابا سائیں میں نہیں جانتا آپ بتائیں آپ کیا بات کرنا چاہتے ہیں ؟ تبریز انکا غصہ سمجھتا انکا ہاتھ پکڑ کر قریب رکھی کرسی پہ انہیں بٹھاتا جگ سے پانی کا گلاس بھرنے لگا۔۔

دیکھو تبریز میں چاہتا ہوں تم نشا سے شادی کرلو میری شروع سے خواہش تھی کہ نشا میری بہو بنے پتا نہیں میری حیاتی کے کتنے دن ہیں ...!

اللہ خیر کرے بابا سائیں ایسی بات سوچا بھی مت کریں آپ کو میری بھی عمر لگ جائے تبریز شاہ پانی کا گلاس اپنے باپ کو پکڑاتا انکا دوسرا ہاتھ چومتے اپنی آنکھوں کو لگا گیا تھا۔

اللہ سائیں خیر کرے گا بابا سائیں خدارا ایسی باتیں مت کیا کریں آپ کے بیٹے آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہیں آریان شاہ جو حویلی کے پچھلے رستے سے نکلتا ڈیرے پہ آیا تھا باپ کی بات سنتے وہ فوراً انکے پاس پہنچا تھا (وہ دونوں ہی اپنے باپ سے بہت محبت کرتے تھے۔۔بیشک اولاد چاہے کتنی بھی بڑی کیوں نا ہو جائے ماں باپ کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے زندگی کے ہر موڑ پہ پہلا آسرا ہمارا پاک پروردگار اور دوسرا آسرا ماں باپ ہوتے ہیں لیکن پتا نہیں کیوں لوگ یہ بات نہیں سمجھتے کہنے کو تو وہ لوگ بہت سمجھدار ہوتے ہیں لیکن کیا

لوگ اپنا معائنہ کرتے ہیں ؟؟؟ آیا ہم کتنا اپنے ماں باپ کا حق ادا کر رہے ہیں

(؟

آریان تم نے بھی اچھے ضد پکڑی ہوئی کے میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا میں

کیا کروں۔۔؟ میں نے ثمی (شرمینہ کی ماں) سے کہا تھا کہ شرمینہ تمہاری دلہن

بنے گی اور اب تم خود ہی نکل پڑے ہو فیصلے کرنے مقدر شاہ اپنی دونوں

بیٹوں کہ کندھے پہ ہاتھ رکھتے بولے تھے۔۔۔

بابا سائیں میں مانتا ہوں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن یہ تو غلط ہوگا نا کہ میں

شادی شرمینہ سے کر لوں اور میرے دل میں رمشا رہے بابا سائیں میں دوغلا

انسان نہیں بننا چاہتا میں جانتا ہوں میں رمشا سکندر کی جگہ دنیا کی کسی دوسری

عورت کو نہیں دے سکتا آریان سنجیدہ لہجے میں کہتا ڈیرے کی پچھلی طرف چلا گیا۔۔

بابا سائیں آپ اپنا فیصلہ آریان پہ مسلت نا کریں اولاد کو حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنا ہمسفر چن سکیں اور رہی بات میری تو میں تیار ہوں نشا سے شادی کرنے کیلیے۔۔۔

نشا سکندر شاہ تمہاری زندگی عزاب بنا دونگا میں وہ دل میں کہتا اپنے باپ کے سامنے ہامی بھر گیا۔۔۔

°° ______ ______ °°

ابتسام زمزم کو اپنی بانہوں میں اٹھاتا حویلی میں داخل ہوا تھا دوپہر کے وقت تقریباً حویلی میں سب لوگ ہی آرام کرتے تھے اور وہ بھی بغیر کسی کی پرواہ

کیے زمزم کو اپنے کمرے میں ہی لے آیا تھا صبیحہ بھی نظریں جھکاتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔۔

ابتسام اپنے روم کا دروازہ پیروں سے کھولتا بہت احتیاط سے کمرے میں داخل ہوتا زمزم کو بیڈ پہ لٹاتا وہ خود فریش ہونے باتھ روم چلا گیا (وہ اپنی زمینوں کا حساب کتاب کرنے کیلیے ڈیرے پی تھا گاڑی میں لگی سی سی ٹی وی اسکے موبائل سے کنیکٹ تھی زمزم کو کانوں پہ کاتھ رکھے چلاتا دیکھ وہ پریشان ہوا تھا وہ حساب کتاب داور کے حوالے کرتا تیزی سے ڈیتے سے نکلتا کچھ فاصلے پہ کھڑی گاڑی کی طرف آیا تھا وہاں سے وہ زمزم کو بھاگتا دیکھ اسکے پیچھے آیا تھا۔۔

ooo ______ ______ oo

ابتسام اپنے ہاتھ خشک کرتا باتھ روم سے باہر آیا تھا پانی کے ننھے ننھے قطرے

اب بھی اسکی بے داغ پیشانی پہ واضع تھے وہ تولیے کو صوفے پہ پھینکتا بیڈ کی

طرف قدم بڑھا گیا۔۔

گہری کالی آنکھیں جو کہ بند تھی اس پہ خمدار گھنی پلکیں بھرے بھرے گال

خوبصورت چھوٹی سی ناک ہلکی سرخی مائل ہونٹ وہ سوئی ہوئی ابتسام کو کوئی

گڑیا معلوم ہو رہی تھی۔۔۔

وہ کتنی ہی دیر کوہنی پہ اپنا سر ٹکائے اسکا معصوم چہرہ حفظ کرتا رہا۔۔

وہ اسکی بیوی تھی وہ اس پہ حق رکھتا تھا مگر وہ حق کب استعمال کرنا ہے وہ

بہت اچھے سے جانتا تھا ابھی تو وہ بہت معصوم تھی اور ابتسام اسکی معصومیت

قائم رکھنے کیلیے صدیوں اسکا انتظار کر سکتا تھا۔۔۔۔

وہ اس وحشی درندے جیسا تو ہر گز نا تھا ابتسام نے اس شخص کو مار ڈالا تھا اسے ٹارچر سیل میں رکھ کر اس حد تک تکلیف دی کہ وہ خود اپنی موت مانگنے لگا تھا وہ وحشی درندہ جس نے زمزم سے اسکی معصومیت چھیننے کی کوشش کی تھی ابتسام کے ہاتھوں مارا جا چکا تھا ابتسام آج بھی تبریز کا شکرگزار تھا جس نے اسکی مدد کی تھی زمزم پہ قیامت ٹوٹنے سے پہلے ہی ابتسام پہنچ چکا تھااگر وہ وقت پہ نا آتا تو ...؟ اس نے سوچ کر جھر جھری لی۔۔۔

جب زمزم پیدا ہوئی تھی تو وہ گیارہ سال کا تھا سب گھر میں زمزم کو گڑیا سائیں بلاتے تھے اسے لگنے لگا تھا کہ جبار سومرو (ابتسام کے دادا سائیں) کا رجحان ابتسام کی طرف سے ہٹ چکا ہے ابتسام کو زمزم سے چڑ ہونے لگی تھی ایک دن اس نے غصے میں زمزم کو سیڑھیوں سے دھکا دے دیا تھا وہ اس

وقت پانچ سال کی تھی ماتھے سے خون بہت زیادہ بہہ چکا تھا درید سومرو کو شوگر کی بیماری تھی وہ اپنا خون نہیں دے سکتے تھے اور شایان احتشام (زمزم کا بھائی) انگلینڈ میں اپنی خالہ کے پاس تھا زمزم کا بچنا بہت مشکل تھا سب کے بلڈ گروپ چیک ہوئے اور ابتسام کا بلڈ گروپ میچ کر گیا تھا وہ خود بھی بہت زیادہ ڈر گیا تھا کہ کہیں زمزم کو کچھ ہو گیا تو اس نے ڈاکٹر سے یہ بھی کہا تھا کہ سارا خون لے لیں بس زمزم کو بچا دیں ڈاکٹر اسکی بات سن کر مسکرا دی تھیں۔۔۔۔

کچھ دنوں میں ہی زمزم کی حالت بہتر ہونے لگی تھی اس نے ابتسام کے ڈر سے کسی کو بھی نا بتایا تھا کہ اسے ابتسام نے دھکا دیا ہے ابتسام بھی بہت شرمندہ تھا اسی لیے وہ اسے دیکھنے بھی نہیں گیا تھا اسکی دادی سائیں کی خواہش

تھی کہ زمزم ابتسام کی دلہن بنے لیکن سب نے ہی عمروں کے فرق کو ایک

اہم مسئلہ بنا لیا تھا ابتسام کا چڑچڑا پن کب محبت اور محبت سے بے انتہا محبت

میں بدلا وہ خود بھی جان نا پایا تھا اور آج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج گڑیا سائیں اسکے پاس تھی اسکی بیوی کہ روپ میں وہ اپنی سوچ پہ ہی مسکرا

رہا تھا وہ زمزم پہ جھکتا اسکے ماتھے پہ بوسہ دیتا پیچھے ہوا تھا۔۔

پردوں کو کھڑکی کی طرف سے صحیح کرکے وہ واپس بیڈ پہ آکے لیٹ گیا زمزم

کا سر ہلکا سا اوپر کرکے وہ اپنے بازو پہ رکھ گیا اور اسے اپنے حصار میں لیتا

سکون سے آنکھیں موند گیا ویسے وہ کبھی دوپہر میں نا سویا تھا مگر آج اسے

ایک سکون میسر تھا اسکی من چاہی بیوی اسکی گڑیا سائیں ❤️ ۔۔۔۔۔

°° ______ _______ °°

رمشا ہر وقت سوتی رہتی ہو جلدی اٹھ جائو نشا روم میں داخل ہوتی رمشا کہ پاس پہنچتی اسکے اوپر سے کمبل ہٹا گئی وہ آنکھیں کھولے نشا کو دیکھنے لگی دو پل کو تو نشا ڈر گئی تھی۔۔

یہ گھور کر کیوں دیکھ رہی ہو ؟ اور اگر جاگ رہی تھی تو نیچے کیوں نہیں آئی ؟ نشا تھوڑی پیچھے ہوتی اپنے دونوں بازو سینے پہ باندھے رمشا سے پوچھنے لگی۔

اُفف ہو ادی سائیں میں جاگ رہی ہوں لیکن میں سو رہی ہوں !!! رمشا کہتی کمبل کو واپس اپنے اوپر لیتی کروٹ بدلنے لگی

رمشا سیدھی شرافت سے اٹھ جائو اس سے پہلے میں تمہارے اوپر پانی پھینک دوں نشا کو تبریز کا خفیف سا دیکھنا برا لگا تھا اوپر سے رمشا کی حرکتیں اسے غصہ دلا رہی تھیں۔

اللہ اللہ ادی سائیں کیا ہوگیا ہے ..؟ اتنا غصہ !! رمشا کمبل کو اپنے اوپر سے ہٹاتی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

تمہیں پتا ہے آریان ادا سائیں نے تمہارا رشتہ مانگا ہے بابا سائیں اور دادا سائیں سے نشا نے تو رمشا پہ بمب پھوڑا تھا۔

کیا ...؟ وہ زور سے چلائی تھی۔۔

توبہ کرو رمشا بہت زور سے بولتی ہو یہ ادا سائیں کے بارے میں سن کر تمہارے حلق سے چینخ ہی کیوں برامد ہوتی ہے ؟ نشا اپنی بہن کی حالت سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔

کک کچھ نہیں تو بابا سائیں نے کیا کہا ؟ رمشا اپنے بالوں کا جوڑا بناتی نشا کی طرف متوجہ ہوئی۔

بابا سائیں نے کچھ زیادہ تو نہیں کہا بس یہی کہ ادا سائیں کو صحیح طریقہ نہیں آتا

رشتا مانگنے کا نشا کہتی رمشا کے کمرے کی صفائی کرنے لگی۔

انہیں تو نکاح کا بھی صحیح طریقہ نہیں آتا رمشا اپنگ ناخن چباتی بڑبڑائی تھی۔

کیا کچھ بولا تم نے..؟ نشا اسکی منمنائٹ سنتی بولی تھی۔

نہیں ادی سائیں آپ کے کان بھ رہے ہیں اچھا میں جاتی ہوں فریش ہونے

رمشا بولتے ہی بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔

°° __________ __________ °°

کیا ہوا پریشان ہو ؟ آریان جو داور سے ملنے آیا تھا اسے خاموش دیکھ سوال

داغا۔

ہاں ! بس ایک لفظی جواب۔

کیوں ؟ ویسا ہی انداز۔

یار آریان مجھے سمجھ نہیں آتی میں کیا کروں !!! تمہین معلوم ہے ابتسام ادا سائیں نے زمزم سے نکاح کرلیا ہے اور نکاح تو نکاح وہ بھی چھپ کر !! داور ایک سرد آہ خارج کرتا بولا۔

کیا ..؟ آریان کو تو چودہ وولٹ کو جھٹکا لگا تھا۔

ہاں !! بلکل ایسے بلکل ایسے ہی میرے دماغ کو بھی جھٹکالگا تھا داور ایک نظر آریان کو دیکھتا سگریٹ جلا گیا۔

مت پی یار !! آریان نے اس سے سگریٹ لے کر پائوں تلے رکھ کر مسل دیا داور بھی سر جھٹکتا اب دور ہریالی کو دیکھ رہا تھا۔

اچھا چل چھوڑ ہو سکتا ہے کوئی مجبوری ہو ورنہ ادا سائیں ایسا قدم وہ بھی بغیر

سوچے سمجھے ہرگز نہیں اٹھا سکتے آریان نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

ہمم ہو سکتا ہے داور بھی اسکا ہاتھ کو دیکھ مسکرا کر کہتا آریان کے گلے لگ گیا۔

(وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے سکون کا باعث تھے)

°° __________ ________ °°

مجال ہے جو یہ لڑکی کسی کی بات سن لے نشا ابھی نشا کے کمرے سے غصہ

کرتی نکلی تھی۔

تبریز تیار ہو کر کہیں جا رہا تھا سامنے سے نشا کو آتا دیکھ اسکا موڈ بری طرح

خراب ہوا تھا۔

آپ کہیں جا رہے ہیں ؟ تبریز کو اپنے پاس سے گزرتا دیکھ نشا نے پوچھا۔

ہاں جہنم میں جا رہا ہوں آنا ہے ؟ وہ دبے دبے غصہ میں بولا تھا۔

آئی ایم سوری نشا اپنا سر جھکاتی بولی تھی۔

او وائو گریٹ جاہل لڑکی تمہیں بھی سوری بولنے آتا ہے ..؟ تبریز اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف کرتا اپنارخ نشا کی طرف کر گیا۔

جنج جی !! وہ اپنی نم آنکھیں لیے تبریز کو دیکھنے لگی۔

او پلیز !! یہ ڈرامے باز عورتوں کی طرح آنسو مت بہائو مجھے سخت نفرت ہے ایسے عورتوں سے تبریز اپنے ہاتھ پہ بندھی واچ پہ ٹائم دیکھتا اسے غصے سے پیچھے کی طرف دھکیلتا وہاں سے چلا گیا۔

آپ بہت برے ہیں سائیں بہت برے نشا اپنا بھاری وجود کو سنبھالتی تیز تیز دوڑتی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تبریز بھی طنزیہ ہنستا حویلی سے نکل گیا۔

زمزم کی آنکھ کھلی تو ابتسام کے کلون کی خوشبو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی وہ سمجھی کہ شاید یہ خواب ہے وہ مسکراتی ہوئی آنکھیں کھول گئی خود کو ابتسام کی بانہوں میں جکڑا ہوا پاکر اسکی مسکراہٹ ہوا ہوئی تھی۔۔

شرم و حیا کی لالی اسکے گالوں پہ کھل آئی تھی اسکے بھرے بھرے گال شرم سے لال ٹماٹر ہو چکے تھے۔

اس نے اپنا دائیاں ہاتھ آگے بڑھا کر ابتسام کی داڑھی کو چھوا۔۔

یہ تو جبتی ہے زمزم ہلکی آواز میں منمنائی تھی۔

اپنے ہاتھ کو تھوڑا اور اوپر کرتے اس نے ابتسام کے ماتھے پہ بکھرے بالوں کو پیچھے کیا۔

یہ کتنی سلکی سلکی ہیں وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتی مسکرا کر بولی تھی۔

یہ آنکھیں بھی بہت پیاری ہیں لیکن ابھی بند ہیں جب کھلیں گی ہم جب دیکھ لینگے   وہ خود ہی اپنی بات پہ ہنسی تھی۔

اب دیکھ لیں جانم سائیں!! ابتسام اپنی آنکھیں کھولتا ہلکا سا مسکرایا تھا۔

اور زمزم شرماتی ہوئی اسکے سینے میں ہی منہ چھپا گئی۔

یہ ظلم ہے جانم سائیں مجھ سے شرما کر آپ مجھ میں ہی پناہ لیتی ہیں ابتسام زمزم کے بالوں پہ عقیدت بھرا بوسہ دیتا اپنی آنکھیں پھر سے بند کر گیا۔۔

°° ________ ______ °°

ہمیں ایسی بات کرنی ہی نہیں چاہیے تھی پر اب کیا کریں!! صبیحہ کمرے کا چکر لگاتے کبھی ایک طرف جارہی تھی تو کبھی دوسری طرف اب تو اسکی ٹانگوں میں بھی درد شروع ہو گیا تھا۔

کیا کریں ہم اللہ پاک !! ہمیں ادا سائیں کو ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا صبیحہ پریشان ہوتی اب رونے بیٹھ گئی تھی۔۔

ہم ان سے معافی مانگ لیتے ہیں ! ہاں یہ ٹھیک ہے صبیحہ اپنے آنسو صاف کرتی کمرے سے نکل آئی تھی۔

داور سائیں خیریت آپ اس وقت یہاں ؟ داور کو حویلی میں داخل ہوتا دیکھ صبیحہ جو ابتسام کے کمرے کی طرف جا رہی تھی داور کی طرف متوجہ ہوئی کیونکہ وہ اس وقت بلکہ اپنا زیادہ وقت ڈیرے یا زمینوں پہ ہی گزارتا تھا۔

جی بس سر میں درد تھا اسی لیے آج جلدی آگیا داور اپنی انگلیوں سے سر کو ہلکا سا مسلتا بولا تھا۔

کیا ہم آپ کو چائے بنا دیں ؟ صبیحہ کو تکلیف ہوئی تھی داور کی تکلیف سن کر..!!

نہیں آپ بھی تھکی ہوئی ہونگی آپ آرام کریں بس میں کسی ملازمہ سے کہہ دونگا داور نہیں چاہتا تھا کہ وہ صبیحہ کو تنگ کرے۔

ارے نہیں ہم بلکل ٹھیک ہیں آپ اپنے روم میں جائیں ہم چائے بنا کر آپ کو بھیج دینگے صبیحہ کہتے ہی کچن کی طرف چلی گئی اور داور بھی اپنے روم کی طرف چلا گیا

°° ______ ________ °°

دیکھو رانی ابھی فلحال میں کچھ نہیں کر سکتا تبریز شاہ رانی(ایک ناچنے والی لڑکی) کا ہاتھ پکڑے اسکے قدموں میں بیٹھا اسے منا رہا تھا۔

بس رہنے دیں شاہ صاحب مجھے آپ نے صرف اپنی ضرورت کیلیے رکھا ہوا ہے نکاح ہوا ہے ہمارا آخر آپ یہ بات سب کو بتا کیوں نہیں دیتے رانی اپنے منہ دوسری طرف پھیرتی غصہ سے بولی تھی۔

رانی آئندہ کے بعد ایسی بات مت کرنا تم میری محبت ہو اور تمہارا حق میں کبھی کسی کو نہیں دے سکتا تبریز اٹھتا اپنی قمیض زے نامولود گرد جھاڑتا رانی کے پاس بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

تو آخر مجھے یہ بتا دیں آپ شادی ہی کیوں کر رہے ہیں ؟ رانی کو ڈر تھا کہ کہیں تبریز اس سے لاپرواہ نا ہو جائے۔

رانی رانی!! میری بات کو سمجھو یار اگر تم بھی نہیں سمجھو گی تو کون سمجھے گا

تبریز رانی کو منہ اپنی طرف کرتا اسکی آنکھوں میں دیکھتا بولا۔

کیا سمجھوں میں شاہ صاحب ؟ یہی کہ ایک طوائف کو کوئی بھی شاہوں کی بہو

کے روپ میں قبو نہیں کریگا ؟ رانی اپنی آنکھوں میں نمی لاتی معصومیت سے

گویا ہوئی۔

ارے پاگل بلکل بھی ایسا نہیں ہو گا تم میری بیوی ہو میں تمہیں حویلی لے کر

جائو گا تبریز رانی کے ماتھے پہ بوسہ دیتا بولا تھا۔

پر کیسے شاہ صاحب وہاں کوئی مجھے قبول نہیں کرے گا رانی آج کسی صورت بھی

ہار ماننے والی نا تھی۔

وہ ایسے کہ میں نشا سکندر شاہ سے شادی کرکے اسے ایک پل بھی سکون سے رہنے نہیں دونگا اتنی اذیت اور اتنی تکلیف دونگا کہ وہ خود طلاق لینے پہ آمادہ ہوجائے گی اسکے بعد میں سب کے سامنے تمہیں لے آئونگا ! تبدیز گہری سانس خارج کرتا بولا تھا رانی بھی اسکا ارادہ جان کر اب جی جان سے مسکراتی اپنی بانہوں کو تبریز کے گرد حائل کرگئی...

°° ______ ________ °°

سس سائیں..؟ زمزم نے ایک آنکھ کھول کر ابتسام کو پکارا جو پوری دنیا سے بے خبر سکون سے سو رہا تھا۔

ہم ہم جائیں ؟ زمزم اسے سویا ہوا دیکھ کر بھی سوال کر رہی تھی۔

سس سائیں..! زمزم نے اپنا ایک ہاتھ اسکی آنکھوں کے آگے لہرایا مگر وہ اب بھی پرسکون سویا تھا یہ پرسکون نیند اسے کتنے عرصے بعد آئی تھی یہ صرف وہی جانتا تھا۔

شکر ہے سو رہے ہیں چلو بھاگیں زمزم !!! وہ اپنی ہنسی کو چھپاتی آرام آرام سے اسکے بازوؤں کے بند کو ہٹاتی آہستہ سے چلتی ہوئی ابتسام کے کمرے سے نکل گئی۔۔

°° __________ __________ °°

ایک شخص نے لکھ کر بیجھا ہے تم بھی آنا"

جگنو کلیاں چاند ستارے آئیں گے۔۔۔

میں اکثر سوچتا ہوں اور سوچ کر ہستا ہوں۔۔۔

"یار ہم دونوں ایک تصویر میں کتنے پیارے آئیں گے۔۔۔

آریان رمشا کے کمرے میں کھڑکی سے داخل ہوتا اسکے قریب آرہا تھا وہ جو ابھی عصر کی نماز پڑھ کر اٹھی تھی اور کھانے کی بھوک ستا رہی تھی۔۔۔وہ آریان کی بے باک نظروں سے بچنے کیلیے ہی تو نیچے نہیں گئی تھی مگر اسے کیا پتا تھا وہ آریان ہی کیا جو رمشا آریان شاہ کو دیکھے بغیر اپنا دن گزار دے۔۔

آریان پل پل رمشا کے چہرے پہ آتی جاتی لالی کو دیکھ محظوظ ہو رہا تھا۔۔

اا آپ ..؟ رمشا جو اپنا دوپٹہ اتارنے والی تھی اسے دوبارہ سے باندھتے بمشکل کہہ پائی۔

ہاں میں میں نے سوچا میری چھوٹی سی شپاٹری مجھے یاد کر رہی ہوگی تو میں آگیا آریان کہتا اپنے قدم رمشا کی جانب بڑھانے لگا۔

نن نہیں تو مم میرا مطلب وہ وہ میں !! وہ آریان کی نظروں اور اسکے پاس آنے سے گھبراتی پیچھے کی طرف ہوتی ہوئی ڈریسنگ سے جا لگی۔

آہاں نائس پلیس فار رومینس آریان رمشا کو ڈریسنگ کے دونوں طرف سے ہاتھ رکھ کر قید کرتا مسکرایا۔

یہ کیا کردیا رمشا!! رمشا کو اس وقت خود پہ بہت غصہ آرہا تھا پلکیں تو شرم کے مارے اٹھ ہی نہیں رہی تھیں۔

آریان بھی بار بار اسکی لرزتی پلکوں کو دیکھ مسکرا رہا تھا۔

جانم سائیں !! آریان رمشا پہ جھکتا محبت بھرے الفاظ اسکی سماعتوں میں انڈیل رہا تھا۔

جج جی !! رمشا بھی گھبراتی اسکا دیا ہوا لقب قبول کر گئی۔

رخصتی کروا لوں ؟ ادا سائیں کے ساتھ ہی ؟ آریان رمشا کے ماتھے کو چومتا

محبت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

نن نہیں مم میں تو ابھی چھوٹی ہوں نا !! رمشا بچوں جیسی معصومیت اپنے لہجے

میں سموئے آریان شاہ کی جان لینے کے در پہ تھی۔

او اچھا ابھی تم چھوٹی ہو تو اس دن کچن میں مجھے !!! آریان ابھی مزید کچھ کہتا

رمشا جلدی سے اسکے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ کر اپنی آنکھیں میچ گئی۔۔

ہاہاہاہاہاہا آریان رمشا کی ہتھیلی کو چوم کو اپنے ہاتھ میں پکڑتا قہقہ لگا کر ہنسا۔

آہستہ ہنسیں نا کوئی سن لے گا !! رمشا اسکی بے باکیوں کی پرواہ کیے بغیر دوبارہ

سے اپنا دوسرا ہاتھ اسکے منہ پہ رکھ گئی۔

آہاں اب دو آپ پوری کی پوری ہمارے قبضے میں ہیں آریان رمشا کے دونوں ہاتھوں کو پکڑتا اسے اپنی طرف کھینچتا اسے خود میں بھینچ گیا۔۔۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

ابتسام کی آنکھ کھلی تو خود کو اپنے کمرے میں اکیلا پایا وہ زمزم کی شرارت کا سوچ زیر لب مسکرایا جب زمزم اسے سائیں کہہ رہی تھی تب وہ جاگ رہا تھا وہ نیند میں بھی اسکی مسکراہٹ اسکا تنگ کرنا محسوس کر سکتا تھا وہ خود چاہتا تھا کہ زمزم چلی جائے کیونکہ اسے لگا کہ اگر اس نے آنکھیں کھول کر زمزم کو دیکھا تو ابتسام کو اس پہ بہت پیار آئے گا اور وہ اسے جانے نہیں دے گا اسی لیے وہ اس وقت خاموشی سے اسے سنتا ہلکا سا مسکراتا رہا ۔۔

ابتسام فریش ہونے کیلیے باتھروم کی طرف چلا گیا۔

شام کا وقت تھا عصر کی اذانیں قریبی مسجد میں ہو رہی تھی وہ نہا کر کپڑے تبدیل کرتا اپنے بالوں میں ہاتھ چلاتا باہر آیا۔

سندھی شال جو کہ ہینگ کی ہوئی تھی اسے اتار کر اپنے کندھوں پہ پھیلائے وہ اپنے بالوں میں برش کر کے پاؤں میں سندھی چپل پہنتا اپنے کمرے سے نکلا۔

اسلام علیکم بابا سائیں دانیال سومرو کو پورچ کے پاس بنے گارڈن میں اخبار پڑھتا دیکھ ابتسام نے دور سے ہی سلام کیا نماز کا وقت تھا اور وہ ہمیشہ با جماعت نماز ادا کرتا تھا۔

وعلیکم السلام آئو بیٹھو! دانیال سومرو نے چائے کا کپ ٹیبل پہ رکھتے ابتسام کو اپنی طرف بلایا۔

معزرت بابا سائیں عصر کی نماز کا وقت ہو رہا ہے نماز پڑھ کر آتا ہوں پھر بیٹھ کر گپ شپ کرتے ہیں ابتسام ہلکا سا مسکرا کر کہتا حویلی کا دروازہ عبور کر گیا دانیال سومرو بھی اپنی توجہ اخبار پہ مرکوز کر گئے انہیں تو یہ بھی یاد نا تھا کہ انہوں نے آخری جمعہ کب پڑھا تھا

°° ـــــــــــــــ ـــــــــــــــ °°

ارے کہاں رمشا کو خود سے دور جاتا دیکھ آریان نے اسے پھر اپنے پاس کھینچا۔

وہ وہ اذان ہو رہی ہے مم میں نے نماز پڑھنی ہے رمشا اپنی نظریں جھکائے ہوئے کہتی آریان کو اپنا گرویدہ کر رہی تھی۔

جانم سائیں !! بس وقت آنے دیں پھر آپ کو شوہر کے حقوق بھی بہت اچھے سے بتائونگا آریان آگے ہوتا رمشا کے ماتھے پہ بوسہ دیتا جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا۔۔

رمشا بھی اپنی رکی سانس کو بحال کرتی اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھتی آریان کو لمس محسوس کرکے شرمیلہ سا مسکرائی تھی۔

اچھا سنو !! آریان جو ابھی کھڑکی سے گودا تھا دوبارہ واپس آیا تھا پر رمشا کو ماتھے پہ ہاتھ رکھے مسکراتا دیکھ وہ جی جان سے مسکرایا تھا۔

جج جی ؟ رمشا آریان کی آواز سنتی جلدی سے اپنے ماتھے سے ہاتھ ہٹا گئی

ہائے منجھی نںڈھی شپاٹری (میری چھوٹی شپاٹری)..

(یہ ایک چھوٹا سا کیڑا ہوتا ہے جو سردیوں اور خزاں کے موسموں میں گائوں

دیہات کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں کچھ لوگ انہیں ہیلی کاپٹر بھی کہتے

ہیں)

آریان نے رمشا کو پھر سے اپنی طرف کھینچنا چاہا مگر وہ اسکے ارادے سمجھتی تیر

کی تیزی سے دوڑ لگاتی باتھروم میں بند ہوگئی۔

ایک لمحے کو آریان کو بہت غصہ آیا مگر اگلے ہی لمحہ رمشا کا سوچتے اسکا غصہ

اڑن چھو ہوا۔

جانم سائیں بس کچھ دن پھر آپ کو کہیں سے بھی راہے فرار نہیں ملے گی آنا

تو آپ کو میری بانہوں میں ہی ہے آریان باتھروم کے دروازے کے قریب

ہوتا کہہ کر رمشا کو ڈرا گیا وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی آریان اسکی حالت کا خیال کرتا وہاں سے چلا گیا۔

رمشا بھی آریان کی غیر موجودگی محسوس کرتی وضو کر کے دروازے کو تھوڑا سا کھولے کمرے کا جائزہ لینے لگی اور جب اسے کنفرم ہوگیا کہ وہ شخص جا چکا ہے وہ تیزی سے باہر آتی جاہ نماز بچھا کر اس پہ نماز پڑھنے کھڑی ہوگئی۔

°° ____________ ____________ °°

سنیں !! ہمیں آپ سے کچھ بات کرنی ہے صبیحہ اپنے چہرے کو نقاب سے چھپائے نماز کی طرح دوپٹہ لپیٹے ہاتھ میں تسبیح پکڑ ٹی وی لائونج میں چکر لگا رہی تھی۔

جی کہیں ! داور جو کہ ابھی نماز پڑھ کر آیا تھا صبیحہ کو ایک نظر دیکھ کر وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا کہ اسکی آواز پہ اسکے آگے بڑھتے قدم تھمے۔

وہ ہمیں آپ کی ایک مدد چاہیے صبیحہ تسبیح کے دانوں کو روکتی اپنی نظریں جھکائے داور کی طرف بڑھی تھی۔

کیسی مدد ؟ داور کھٹکا تھا۔

وہ ہم نے ادا سائیں کو غلط سمجھ کے انہیں باتیں سنا دیں اب وہ ہم سے ناراض ہیں تو کیا آپ ہماری سفارش کردیں گے۔۔؟ وہ اپنی نظریں کسی غیر مرعی نقطے پہ مرکوز کیے داور سے بولی۔

ہمم لیکن میں کیوں سفارش کروں آپ کی ؟ چلو اگر میں کر بھی لوں تو اسکے بدلے میں کیا ملے گا ؟داور کے لہجے میں شوخی تھی۔

کک کیوں کہ آپ ہمارے تایا سائیں کے بیٹے ہیں ! صبیحہ بس اتنا ہی بول پائی۔

اور ؟ داور مزید جاننا چاہتا تھا۔

اور ہمارے کزن ہیں صبیحہ کے ہاتھوں میں پسینہ آنے لگا تھا۔

بس ..؟ داور دونوں ہاتھ باندھے اپنی نظریں جھکائے صبیحہ کے پیروں کو دیکھ رہا تھا اسکی ٹانگوں میں لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔

اچھا میں ادا سائیں سے بات کرلوں گا آپ بے فکر ہوجائیں داور صبیحہ کو مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتا اپنے قدم دادا سائیں کے کمرے کی طرف بڑھا گیا آج اسے جاننا تھا آخر کیا بات تھی جس کی وجہ سے شاہ حویلی والے اور وہ آپس میں دشمن بن گئے تھے۔۔

صبیحہ بھی اپنے ہاتھوں کو دوپٹہ کے پلو سے صاف کرتی تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

داور صبیحہ کا تیزی سے بھاگنا دیکھ اپنی مسکراہٹ ہونٹوں میں دبا گیا۔

°° _____________ ___________ °°

ادا سائیں آج میں آپ کے پاس آپ کا بہت قیمتی اثاثہ مانگنے آیا ہوں انکار نا کیجیے گا۔

مقدر شاہ تہمینہ بیگم کے ساتھ سکندر شاہ کے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

ارے بیٹھو تو مقدر !! سکندر شاہ نے ثمینہ بیگم کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا جو کہ استری کیے ہوئے کپڑے الماری میں لگا رہی تھیں۔

ادا سائیں بس یوں سمجھیں جب تک آپ ہاں نہیں کہیں گے میں ایسے ہی کھڑا رہوں گا مقدر شاہ بھی آخر آریان شاہ کے ہی والد محترم تھے --

مقدر بلکل آریان والی حرکتیں کر رہے ہو ! اچھا یہ بتائو کیا چاہیے --؟ میرا سب کچھ تمہارا ہی ہے سکندر شاہ تکیے سے ٹیک لگاتے دو زانوں ہو بیٹھے تھے۔

بس آپ کی دونوں شہزادیاں چاہیے ایک میرے برخودار بیٹے تبریز کیلیے اور ایک میرے بگڑے ہوئے شہزادے آریان کیلیے مقدر شاہ تفصیل سے کہہ کر اب اپنے بڑے بھائی سکندر شاہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ہمم ٹھیک ہے میں سوچ کر جواب دونگا اور بابا سائیں سے بھی مشورہ کرلوں تب ہی جواب دے سکوں گا وہ دونوں میرے بھی بیٹے ہیں لیکن مقدر بیٹیاں شہزادیاں ہوتی ہیں ۔سکندر شاہ ٹھہر ٹھہر کر بولے تھے۔

ٹھیک ہے بس ادا سائیں مجھے جواب میری پسند کا ملنا چاہیے مقدر شاہ مسکراتے ہوئے سکندر شاہ کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھ کر ان سے زمینوں کے بارے میں باتیں کرنے لگے اور تہمینہ شاہ بھی اپنی بہن سے باتوں میں مشغول ہو گئیں۔

°° ___________ ___________ °°

ارے او نگوڑ ماری اٹھ جا تیرے ابا نے بھی کام پہ جانا ہے ایک ساتھ چائے پی لے دودھ کیلیے تیرے باپ نے گائیں نہیں لا کر دیں مجھے شمسہ خاتون تیسری بار رحا (امرحا) کو اٹھانے آئی تھیں اب کی بار انکے ہاتھوں میں چپل بھی تھی۔

کیا ہے اماں سکون سے سونے بھی نہیں دیتی ہو اس کالے کوکا کولے (چائے) کیلیے امرحا ٹوٹی ہوئی چارپائی سے اٹھتی اپنے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے ہی ٹھیک کرتی بولی

آہاں تیرے ہی سکون کی خاطر تو تیرے باپ کو ابھی تک روکا ہوا ہے اب چل سیدھی شرافت سے منہ دھو کر باورچی خانہ میں آجا تیرے بہن بھائی بھی تیرے انتظار میں بیٹھے ہیں شمسہ خاتون کہتے ہی اس بوسیدہ سے کمرے سے نکل گئی اور امرحا بھی ٹیڑھے میڑھے منہ بناتی ان کے پیچھے چل دی۔

°° __________ __________ °°

شام کے وقت عموماً گائوں میں مرد اپنے گھروں میں بنائی بیٹھک (ایک خاص جگہ جہاں مرد بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں) میں باتوں میں مشغول نظر آتے ہیں عورتیں ہانڈی چولہ کرتے ایک دوسرے کی طرف چکر لگا لیتی ہیں۔۔

تبریز اپنی گاڑی کو فل سپیڈ میں چلاتا ہوا مین روڈ سے گاؤں میں داخل ہوا لوگوں نے پہلی بار تبریز کو اتنی ریش ڈرائیونگ کرتے دیکھا تو سب ہی گھبرا گئے تھے وہ نشا سکندر سے شادی کو غصہ یوں اتار رہا تھا۔

شاہ صاحب کو کیا ہو ہے اتنی تیز گاڑی کیوں چلا رہے ہیں لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے تھے۔

ادا سائیں گاڑی آہستہ چلائیں آریان کی کال دیکھ تبریز نے فوراً اٹینڈ کی اسکی بات سنتے تبریز نے گاڑی کی سفید کم کردی گاؤں میں سے کسی نے آریان کو کال کی تھی۔

ہمم کردی آہستہ تمہیں کس نے بتایا میرے بارے میں آج پہلی بار تبریز کا لہجہ تلخ تھا آریان نے محسوس کیا تھا۔

ادا سائیں خیریت تو ہے اتنا غصہ اچھا سب چھوڑیں آپ بس ڈیرے پہ آئیں میں وہیں ہوں وہاں بیٹھ کر بات کرتے ہیں آریان کہتا کال کاٹ گیا کیونکہ اسے معلوم تھا تبریز کوئی نا موئی بہانہ بنائے گا تبریز موبائل کو ڈیش بورڈ پہ پھینکتا گاڑی کا رخ حویلی کے بجائے ڈیرے کی طرف کر گیا۔

°° _____________ ______________ °°

ادا سائیں آجائوں اجازت ہے ؟ داور ابتسام کے کمرے کو ناک کرتے بولا تھا۔

آجائو داور سائیں روکا کس نے ہے ابتسام کو اچھا نہیں لگتا تھا داور کا پوچھ کر آنا حالانکہ باقیوں کو سختی سے کہا گیا تھا کہ پوچھ کر اس کے کمرے میں آیا جائے۔

ہاہا ادا سائیں روکا کسی نے نہیں بس مجھے اچھا نہیں لگتا داور کمرے میں داخل ہوتا اپنے ماتھے پہ بکھرے بالوں کو پیچھے کی طرف کرتا بولا۔

اچھا !! چلو مان لیتے ہیں تمہیں اچھا نہیں لگتا لیکن مجھے بھی اچھا نہیں لگتا کہ تم پوچھ کر آئو تم بھائی ہو یار ہو میرے آسکتے ہو ابتسام مسکراتا ہوا صوفے پہ بیٹھ گیا۔

ادا مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے داور کو تھوڑی ہچکچاہٹ محسوس ہوئی تھی ابتسام بھی سمجھ چکا تھا کہ داور تک رپورٹ باقر نے ہی پہنچائی ہے۔

اس باقر کو تو میں انتظام کرتا ہوں ! ابتسام تھوڑے سخت لہجے میں گویا ہوا۔

ادا سائیں جیسا آپ سوچ رہے ہیں ویسی کوئی بات نہیں مجھے بہت اچھا لگا سن کر لیکن آخر کیا وجہ تھی ..؟ داور ابتسام کے ساتھ ہی صوفے پہ بیٹھتا اپنا رخ ابتسام کی طرف کر گیا۔

بہت گہری وجہ ہے ابتسام ایک گہری سانس خارج کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

اور میں یہ وجہ کسی کو بھی نہیں بتانا چاہتا کیونکہ میری بیوی میرے لیے بہت معزز ہے ابتسام اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف باندھے اپنے قدم بڑھاتا

کھڑکی کی طرف آیا جہاں سے گاؤں بہت خوبصورت دکھتا تھا دور پگڈنڈیوں پہ کھیلتے بچے اور ڈوبتا سورج بہت خوبصورت منظر پیش کرتا تھا۔

ادا سائیں وہ میرے لیے بھی بہت معزز ہے ٹھیک ہے اگر آپ وجہ نہیں بتانا چاہتے تو کوئی بات نہیں بس ایک درخواست ہے کہ صبی کو معاف کردیں انہیں لگتا ہے انہوں نے آپ کو باتیں سنائی تو شاید آپ ناراض ہو گئے داور بھی ابتسام کے ساتھ آکھڑا ہوا تھا۔

داور تمہیں نہیں لگتا بہن بھائی کہ معاملے میں نہیں بولتے اور ایسی بہن کی وکالت تو ہرگز نہیں کرتے جسے آپ پسند کرتے ہوں ابتسام لے داور کی دکھتی رگ پکڑی تھی داور ہلکا سا مسکراتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔

اب ایسا بھی نہیں ہے ادا سائیں میں تو ویسے ہی کہہ رہا تھا داور کو اب صحیح معانوں میں ابتسام سے شرم محسوس ہوئی تھی۔

نہیں نہیں ویسے کوئی کسی کی وکالت تھوڑی کرتا ہے دیکھو میں بھی کیسا بھائی ہوں جانتا ہوں تم میری بہن کو پسند کرتے ہو اور تمہیں خود ہی تنگ کر رہا ہوں ابتسام داور کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا بولا۔

بس آج کل مارکیٹ میں ایسے ہی بھائی آرہے ہیں داور اپنی مسکراہٹ چھپا رہا تھا۔

اہمم اہمم ابتسام نے گلا کھنگارا۔

ارے میں مزاک کر رہا ہوں ادا سائیں داور ہنستا ہوا بولا تھا۔

°° ــــــــــــــــــــــــــــــــ ــــــــــــــــــــــــــــــ °°

ادی !! رمشا مغرب کی نماز ادا کر کے اپنے کمرے سے نکلتی نشا کے کمرے میں آئی تھی۔

نشا اوندھے منہ لیٹی آنسو بہا رہی تھی رمشا کی آواز سنتے وہ اپنے ہاتھوں کی پشت سے آنسو صاف کر کے رمشا کی طرف متوجہ ہوئی۔

ہاں بولو نشا کی آواز بھاری تھی جیسے کتنی دیر روئی ہو۔

ادی آپ روئی ہیں..؟ رمشا کو اپنی بہن کی فکر ہوئی تھی وہ فوراً نشا کے قریب بیٹھتی اسکی آنکھوں میں دیکھتی بولی۔

نن نہیں تو مجھے تو کچھ نہیں ہوا نشا اپنی پلکوں کو جھپکتی اپنے آنسوؤں کو جیسے قید کر رہی تھی۔

ادی آپ مجھ سے بھی جھوٹ بولیں گی ..؟ رمشا کسی صورت ماننے کو تیار ہی نا تھی۔

رمشا تم بھی نا کیا فضول باتیں پوچھتی رہتی ہو نشا بیڈ سے اٹھتی واشروم کی طرف بڑھی۔

ادی آپ بتانا نہیں چاہتی ہیں تو ٹھیک ہے میں اب آپ سے بلکل بھی بات نہیں کرونگی رمشا منہ بسور کر کہتی اپنے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ گئی۔

رمشا میں کہہ رہی ہوں نا ایسی ویسی کوئی بات نہیں ہر وقت بچوں کی طرح ضد کرتی ہو نشا غصے سے کہتی واشروم میں گھس گئی رمشا اپنی آنسوؤں کو حلق میں اتارتی نشا کے کمرے سے نکلتی اپنی دادی سائیں کے کمرے کی طرف بڑھی۔

°° __________________ ______________ °°

اب بتائیں کیا ہوا ہے آپ کو ؟ آریان جوس کا گلاس تبریز کو پکڑاتا اس سے پوچھنے لگا جو کہ اس وقت غصے میں بھر بیٹھا تھا۔

میں اس نشا سکندر سے شادی نہیں کرنا چاہتا لیکن بابا سائیں ..!!!! تبریز جوس کے گلاس کو سائڈ پہ رکھتا اپنی بات ادھوری چھوڑ گیا۔

کیا بابا سائیں ..؟ آریان اپنے بھائی کے غصے کو سمجھنے سے قاصر تھا غصہ تو ہمیشہ آریان کو آتا تھا مگر آج وہ اپنے ٹھنڈے مزاج بھائی کو غصے میں دیکھ حیران و پریشان تھا۔

بابا سائیں چاہتے ہیں میں اس اس جاہل لڑکی سے شادی کروں تبریز ایک ایک لفظ پہ زور دیتا بولا تھا۔

ادا سائیں آپ بھول رہے ہیں یہ ہماری ہی جاہل رسمیں تھیں کہ عورتیں نہیں پڑ سکتیں آریان نشا کا اپنی بڑی بہن کی طرح مانتا تھا اسے برا لگا تھا۔

ہاں مگر اب تو ایسی کوئی رسم نہیں ہے نا تبریز اپنے ماتھے پہ ہاتھ پھیرتا بولا۔

شکر ہے ایٹ لیسٹ اب ایس کوئی رسم نہیں ورنہ ہماری اولادوں کو بھی جاہل کہہ کر ٹھکرایا جاتا آریان تاسف سے اپنا سر جھٹکتا بولا۔

کیا مطلب ہے تمہارا یعنی تمہیں لگتا ہے کہ میں غلط ہوں مجھے کوئی حق نہیں اپنی پسند کی شادی کرنے کا ..؟ ایک سردار ہوکر بھی حق نہیں تبریز آریان کو گھورتا بولا۔

سردار ہیں آپ کے پاس تو بہت سے حق ہیں مگر آپ بھول رہے ہیں آپ ایک بیٹے بھی ہیں بابا سائیں کو آپ سے بہت امیدیں ہیں ادا سائیں مجھ سے

انہیں کوئی امید نہیں لیکن آپ سے ہیں خدارا انکی امید ٹوٹنے نا دین آریان شاہ تبریز کا کندھا تھپتھپاتا جوس کا سائڈ پہ پڑا گلاس اٹھا کر پھر سے تبریز کی طرف بڑھا گیا۔

وہی تو کر رہا ہوں !! نہیں ٹوٹنے دونگا انکی امید اب جائو بابا سائیں سے کہو کہ میں چاہتا ہوں دو دن میں ہی شادی ہو جائے وہ شخص پل میں بدلا تھا آریان آج کے دن جتنا حیران ہوتا کم تھا آریان اپنے سر کو ہاں میں جنبش دیتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

تبریز جوس پیتا کچھ سوچتا مسکرا رہا تھا۔

"نشا سکندر شاہ تم دیکھو گی تبریز شاہ کیا چیز ہے"

°° ______________ ____________ °°

دادو سائیں میں کہتی ہوں نا مجھ سے کوئی بھی پیار نہیں کرتا رمشا اپنی دادی سائیں کی گود میں سر رکھے آنسو بہا رہی تھی۔

رمی میری جان ایسا نہیں ہے تو تو میری جیجل(لاڈلی) دھی ہے (بیٹی ہے) دادی سائیں رمشا کے بالوں میں ہاتھ چلاتی بولی۔

افف ہوں دادو سائیں میں کہہ رہی ہوں نا کوئی بھی پیار نہیں کرتا مجھ سے ابھی ادی سائیں نے بھی مجھ پہ غصہ کیا رمشا سر اٹھاتی سوں سوں کرتی بولی۔

میں تو پیار کرتا ہوں میرا مطلب ہم سب پیار کرتے ہیں !! خدا جانے آریان شاہ کہاں سے نازل ہوا تھا رمشا جلدی سے اپنا دوپٹہ اٹھا کر اپنے گرد لپیٹتی اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

کہاں تھے تم آریان مجھے اتنی فکر ہو رہی تھی تمہاری صبح سے آئے نہیں دادی سائیں کا ایک الگ ہی شکوہ تیار تھا۔

بس دادو سائیں مجھے ایک بہت ضروریییی کام تھا آریان ضروری پہ زور دیتا رمشا کے چہرے پہ آتے جاتے رنگ دیکھ رہ تھا۔

ایسا بھی کونسا ضروری کام تھا ..؟ دادی سائیں تسبیح کو آنکھوں سے لگاتی سائڈ ٹیبل پہ رکھ گئیں۔

بس دادو سائیں ایک عزیز کے ساتھ کچھ وقت میں موجود تھا آریان لفظوں کو گھماتا بولا۔

دادو سائیں مجھے لگتا ہے اماں سائیں آواز دے رہی ہیں رمشا جلدی سے کہتی دادی سائیں کے کمرے سے نکل گئی آریان نے رمشا کے جانے کو بہت محسوس کیا تھا مگر وہ نظر انداز کرتا دادی سائیں سے باتوں میں مشغول ہو گیا۔

°° ______________ ____ ____________ °°

سوچا ہے ہم بھی شاعری پر کتاب لکھیں گے

اس کتاب میں ہم اپنی پہلی ملاقات لکھیں گے

لکھیں گے تیری ادا تیری ہر بات لکھیں گے

ہم تیرے لیے اپنے جذبات لکھیں گے

لکھیں گے جب کتاب پر ہم پہلی غزل

اس غزل میں تیرے مسکرانے کا انداز لکھیں گے

لکھیں گے کتنا حسین ہے ہمارے یار کا چہرہ

ہم تیرے سارے اس میں کمالات لکھیں گے

جو نہ لکھیں گے وہ ہو گی فقد تیری بے وفائی

باقی اس میں تیرے سارے خیالات لکھیں گے

ایک تو لکھیں گے اس میں ہم اپنا تڑپنا

اور اس کے بعد سارے حالات لکھیں گے

لکھیں گے ہم اپنی تنہائی کا عالم

جب سایہ بھی ساتھ چھوڑ جائے وہ لمحات لکھیں گے

لکھیں گے اس میں کیسے زندہ جلتا ہے کوئی

ہم عشق کی ساری تفصیلات لکھیں گے

لکھیں گے اس کتاب کا جب آخری ورک

اس ورک پہ ہم عشق میں وفات لکھیں گے ۔۔۔۔

ایک خوبصورت سی آواز پورے حال میں گونجی تھی لوگ بہت خاموشی سے سن رہے تھے غزل کے ختم ہوتے ہی پورے حال میں تالیوں کی آواز گونجنے لگی تھی امرحا آج بہت خوش تھی آج اسے اس غزل کے دس ہزار ملنے تھے اور لوگوں کو بہت پسند آئی تھی اسکی غزل یعنی پیسے پکے تھے امرحا خوشی خوشی سٹیج سے اترتی اونر کے پاس آئی تھی۔

سر مجھے پیسے دے دیں ابا کی دوائیاں بھی لینی ہے وہ اپنے برقع کو سنبھالتی اونر تک آئی تھی جو کہ سٹیج سے کچھ فاصلے پہ کھڑا تھا۔

آج پیسے نہیں مل سکتے کل آنا بہرام درانی کہتا آگے بڑھا۔

سر پلیز پیسے دے دیں ابا کی دوائیاں ختم ہوگئی ہیں اور پیسے تو آج ملے ہی ہونگے نا ٹکٹ کے امرحا ہچکچاتی ہوئی بولی تھی۔

کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے کونسے پیسے کہاں کے پیسے کہہ رہا ہوں نا کل پیسے لینے آجانا چل اب جا یہاں سے بہرام درانی کہتا ہوا ٹکٹ سائڈ ایریا کی طرف بڑھا۔

امرحا اپنے آنسو پوچھتی برقع کو جو کہ اس کے قد سے بڑھا تھا سنبھالتی ہوئی کونسرٹ کے پچھلے حصے سے نکلتی بس کے انتظار میں تیز تیز چلنے لگی تھی سردی کچھ زیادہ ہی تھی وہ ٹھٹھرتی ہوئی اپنے بازوؤں کو سہلا رہی تھی آنسو اسکی آنکھوں سے بہتے اسکا نقاب بھی بھگو رہے تھے۔۔

لوگوں سے بھری بس کچھ ہی پلوں کیلیے رکی وہ تیزی سے بس میں سوار ہوتی

بس میں جگہ دیکھنے لگی تھوڑی سی جگہ اسے ڈرائیور کی سیٹ کے پیچھے نظر آئی

تھی وہ جلدی سے وہاں بیٹھی تھی کیا ممکن کوئی اور عورت اسے دھکا دے کر

خود ہی بیٹھ جاتی۔

(امرحا ایک غریب لڑکی تھی وہ شعر وشاعری کرکے کچھ ہی پیسے کماتی اسکی

شعر و شاعری کے پیسے اونر کو تو ہزاروں کی تعدد میں ملتے تھے مگر وہ امرحا کو

چند ہی روپے دیتا تھا۔۔۔

شمس صاحب(امرحا کے والد) فروٹ کو ٹھیلہ لگاتے تھے لیکن اتنی بِکری نہیں

ہوتی تھی دو چھوٹے بہن بھائی اسکول پڑھتے تھے اور اماں لوگوں کے گھروں

میں کام کرتی تھیں)۔

اسلام علیکم بابا سائیں کیسے ہیں ..؟ تبریز مقدر شاہ کے کمرے میں داخل ہوتا باآواز بلند بولا تھا۔

وعلیکم السلام کہاں تھے شہزادے سائیں مقدر شاہ تبریز کی پیٹھ تھپتھپاتے اٹھ بیٹھے تھے۔

بس بابا سائیں شہر گیا تھا زمینوں کیلیے بیج لینے تھے میں سوچ رہا تھا کہ اس بار باجرہ بھی لگا دیتے ہیں تبریز مقدر شاہ کے پائوں کی طرف بیٹھتا انکے پائوں اپنی گود میں رکھ گیا۔

ہاں ٹھیک ہے باجرہ صحیح رہے گا جانوروں کیلیے جو تمہیں بہتر لگے مقدر شاہ مسکراتے ہوئے کہتے موبائل پہ آتی کال کی طرف متوجہ ہوئے۔

ہیلو !! بابا سائیں آریان کی آواز مقدر شاہ پہچان گئے تھے۔

ہاں بولو ہیلو کے بچے !! مقدر شاہ دانت پیستے بولے۔

او ہو سوری ڈئیر اسلام علیکمممممم....! آریان کھینچتا ہوا بولا۔

وعلیکم السلامممم مقدر شاہ بھی اسی کے انداز میں بولے۔

اچھا بابا سائیں آپ مجھے بتادیں کیا آپ میری شادی رمشا سکندر سے کروائیں گے یا نہیں ..؟ آریان نے سلام کے بعد ڈائیریکٹ اپنا مدعا بیان کیا۔

یہ بات فون پہ پوچھنے والی ہے۔۔۔!مقدر شاہ نے دانت پیسے۔

جی ہاں آپ بس ہاں یا نا میں جواب دیں آریا بضد تھا۔

نا !! نا نا نا مقدر شاہ غصے سے بولے۔

اب اس عمر میں آپ کو اپنے نانا سائیں کیوں یاد آرہے ہیں بابا سائیں۔۔؟

دوسری طرف سے آریان ٹھنڈے لہجے میں کہتا مقدر شاہ کو مزید غصہ دلا گیا۔

تم حویلی آئو میں بندوبست کرتا ہوں تمہارا مقدر شاہ فون رکھنے لگے تھے۔

ارے فون نا بند کیجیے گا آپ نے کہا نا کہ آپ میری شادی نشا سکندر سے نہیں

کروائینگے ..؟ آریان نے دوبارہ تصدیق چاہی۔

ہاں نہیں کروائونگا مقدر شاہ زچ ہوکر بولے۔

ارے بابا سائیں ایک جواب دیں کیا کبھی نانا سائیں کو یاد کرتے ہیں تو کبھی ہاں

نا آپ مجھے بتائیں آپ واقعی نہیں کروائینگے آریان آج مقدر شاہ کو ضبط آزمارہا

تھا۔

نہیں کروانگا مقدر شاہ ایک نظر تبریز کو دیکھتے بولے تھے۔

بس ٹھیک ہے پھر میں خودکشی کر رہا ہوں میں نے پلاسٹک کی چھری بھی لے لی ہے نبض کاٹنے کیلیے اور پانی والی پستول بھی لے لی ہے آریان اپنا قہقہ روکتا کال کاٹ گیا۔

آریان آج زرا واپس آجائو تم مقدر شاہ مٹھی بند کرتے بولے تھے۔

بابا سائیں غصہ نا کیا کریں بی پی ہای ہوجائے گا تبریز شاہ بھی مسکراہٹ چھپاتا بولا۔

یہ لڑکا مجھے ہائی بی پی کی بیماری کروا دے گا مقر شاہ افسوس سے بولے تھے۔

°°° ــــــــــــــــــــ ــــــــــــــــــــــــ °°

ششششش ششششش!!!ـــ

آپ۔۔۔؟ صبیحہ داور کو اپنے پیچھے دیکھ بوکھلائی تھی پہلی بار اس نے ایسی بچوں والی حرکت کی تھی۔۔

آہستہ آہستہ بولیں ..! داود نے اسے ہاتھ سے آہستہ بولنے کا اشارہ کیا۔

جج جی مم میرا مطلب آپ کو کوئی کام تھا ہم سے..؟ وہ چائے کے مگ کو کچن کی شیلف پہ رکھتی بولی۔

نہیں مجھے کوئی کام نہیں تھا بس آپ کو بتانا تھا کہ آپ کے ادا سائیں سخت والا ناراض ہیں داور معصوم سا انداز اپناتا بولا۔

کیا واقعی وہ ہم سے بہت زیادہ ناراض ہیں۔۔؟ صبیحہ اپنی انگلیاں مروڑتی پریشان ہوگئی تھی۔

جی بہت زیادہ والا!!! داور ایک نظر اسکے ہاتھوں کو دیکھتا اپنے نظریں نیچے کر گیا۔

اب آپ بتائیں نا ہمیں کیا کرنا چاہیے صبیحہ اپنے حجاب کو درست کرتی پوچھنے لگی۔

ہممم !! سوچ کر بتائونگا اچھا میں چلتا ہوں ڈیرے پہ حساب کرنا ہے داور کو اسکا انگلیاں مروڑنا بہت برا لگتا تھا وہ ضبط کرتا وہاں سے نکلتا حویلی سے نکل گیا۔

°° ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ °°

ادا سائیں تو پھر کیا سوچا آپ نے۔۔۔؟ مقدر شاہ سکندر شاہ کے ساتھ چلتے ہوئے بولے۔

مقدر مجھے کوئی اعتراض نہیں وہ دونوں ہی میرے بیٹے ہیں لیکن رمشا ابھی چھوٹی ہے تو میں چاہتا ہوں پہلے نشا کی شادی کروادیتے ہیں اسکے کچھ وقت بعد رمشا کی کیونکہ تم جانتے ہو ابھی تو رمشا کا ذہن بھی بچوں والا ہے سکندر شاہ تفصیل سے گویا ہوئے تو مقدر شاہ بھی سوچنے پہ مجبور ہوگئے۔۔

مگر ادا سائیں آپ جانتے ہیں نا آریان کو مقدر شاہ کو آریان کی فکر تھی وہ بہت جزباتی تھا مقدر شاہ جانتے تھے .

مقدر میں خود آریان کو سمجھا دونگا تم بے فکر ہوجائے سکندر شاہ مسکراتے ہوئے مقدر شاہ کے کندھے کو تھپتھپاتے آگے بڑھ گئے۔

°° __________________ ______________ °°

زمزم !! ابتسام زمزم کے کمرے میں داخل ہوتا اسے بیڈ پہ کاپیوں میں سر جھکائے دیکھ اسکے پاس آیا تھا۔

جج جی!! ادد مم میرا مطلب سائیں۔!!زمزم کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا بولے۔

مجھے یہ بتائیں آپ وہاں سے یہاں کیسے آئیں ..؟ ابتسام ایک آئبرو اوپر اٹھاتا اب زمزم کو بغور دیکھ رہا تھا جو نظریں اِدھر اُدھر کر رہی تھی۔

وہ وہ ہم ہم پائوں سے آئے ہیں ..؟ وہ کافی دیر سوچنے کے بعد ایسے بولی جیسے بہت سمجھداری کی بات کی ہو۔

او اچھا مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ آپ کے پاس پائوں بھی ہیں ابتسام اپنی مسکراہٹ چھپاتا زمزم کے بلکل قریب بیٹھ گیا۔

جی ہمارے پاس پائوں ہیں یہ دیکھیں زمزم اپنے پائوں کو کمبل سے نکلاتی ابتسام کو دکھانے لگی۔

او یہ تو بہت پیارے ہیں چھوٹے چھوٹے سے ابتسام اسکے مومی پیروں کو دیکھتا دلکشی سے مسکرایا تھا۔

آپ ہنستے ہوئے ہمیں بہت پیارے لگتے ہیں وہ معصوم تھی کہہ گئی۔

اچھا واقعی ابتسام اپنی موچھوں کو تائو دیتا حیران نظروں سے زمزم کو دیکھتا بولا۔

آپ کے پاس موچھیں ہیں لیکن ہمارے پاس کیوں نہیں ..؟ زمزم ابتسام کی موچھوں کو اپنے نازک سی انگلیوں سے پکڑتی بلکل اسی طرح تائو دیتی ہوئی بولی تھی۔

کیونکہ آپ لڑکی ہیں اس وجہ سے وہ دلکشی سے مسکرایا تھا۔

ہاں تو کیا ہوا مجھے بھی موچھیں چاہییے وہ ضد پہ اڑی تھی۔

ہم دونوں میری موچھوں کو ففٹی ففٹی کرلیں گے اوکے وہ مسکراتے ہوئے بولا

تھا۔

اوکے وہ مسکراتی ہوئی اسکے سینے میں منہ چھپا گئی تھی

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

شاہ حویلی میں شادی کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں آریان کو نجانے کیا کہہ کر

سکندر شاہ نے منایا تھا کہ وہ خوشی خوشی سارے کام کر رہا تھا۔

ادی یہ کیسا لگ رہا ہے..؟ رمشا ٹیکہ کو اپنے ماتھے پہ رکھ نشا سے سوال کر رہی

تھی جو کسی سوچ میں گم اپنے ناخن چبا رہی تھی۔

ادی۔۔۔!!!رمشا نے پھر سے آواز دی۔

ہاں بولو !! نشا ٹرانس کی کیفیت سے باہر آئی تھی۔

یہ ٹیکہ کیسا لگے گا۔۔؟ رمشا پھر سے وہ خوبصورت موتیوں سے جڑا ٹیکا اپنے ماتھے پہ رکھتی بولی۔

ہاں بہت خوبصورت!! نشا ہلکا سا مسکرا کر پھر سے کچھ سوچنے میں مصروف تھی

۔

اور یہ۔۔؟ رمشا ہار کو اپنے گلے پہ رکھے پھر سے پوچھنے لگی۔

ہمم اچھا !! نشا ہلکا سا منمنائی۔

ادی ؟ کچھ ہوا ہے کیا .؟ رمشا ساری چیزوں کو پرے دھکیلتی نشا کے پاس اپنی جگہ بنا کر بیٹھ گئی۔

نہیں تو کچھ نہیں ہوا نشا گھبراتی ہوئی اپنے خیالات کو جھٹکتی کپڑوں کو ترتیب دینے لگی جو رمشا نے بکھیر دیے تھے۔

رمشا سدھر جائو آخر میں کب تک تمہاری چیزیں سنبھالوں گی نشا رمشا کو خاموش دیکھ اسکا ذہن بٹانے کیلیے کہتی ڈریس کو ہینگ کرکے الماری میں رکھتی اسکے پاس آئی۔۔

کیا سوچ رہی ہو ....؟ نشا رمشا کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

پہلے آپ بتائیں آپ کیا سوچ رہی تھیں رمشا اپنا رخ اسکی طرف موڑتی پوچھنے لگی۔

میں بس یہی سوچ رہی تھی کہ شادی کے بعد سب بدل جائے گا یا ایسے ہی رہے گا نشا سے جیسا بہانہ بنا اس نے بنا لیا۔

اف ہو آپ بھی نا ادی سائیں آپ کو پتا ہے میں اتنا ڈر گئی کہ پتہ نہیں کیا سوچ رہی ہیں اچھا خیر میں تو بہت خوش ہوں کہ اپ کی شادی حویلی میں ہی ہو رہی ہے اور وہ بھی تبریز زیادہ سائیں سے اپ کو پتہ ہے مجھے وہ بہت اچھے لگتے ہیں وہ غصے والے نہیں ہیں نرم مزاج ہیں اچھا بولتے ہیں رمشاہ تفصیل سے گویا ہوئی تھی وہ بہت خوش تھی کہ نشا سادی زندگی اسکے ساتھ رہے گی۔۔

ہم تم ٹھیک کہہ رہی ہو نشا اتنا کہتی کمرے سے باہر نکل گئی وہ اس وقت کھلی ہوا میں سانس لینا چاہتی تھی اسے سانس لینے میں گھٹن ہو رہی تھی ہاں اسے سانس واقعی نہیں ارہی تھی بار بار تبریز کی سوچ اس کے ذہن پہ بری طرح حاوی ہو چکی تھی۔۔

السلام علیکم دانیال سومرو جبار سومرو کے کمرے میں داخل ہوتے گویا ہوئے

وعلیکم السلام !! آج کیسے آنا ہوا میرے کمرے میں جب جبار سومرو طنزیہ کہتے مسکرائے تھے

بابا اسی لیے تو میں آپ کے پاس آتا نہیں ہوں جب بھی آپ کے پاس آپ ایسے ہی جلی کٹی باتیں سناتے ہیں دانیال سومرو نہایت ہی بدتمیزی سے بولے تھے۔۔

خیر بولو کیا کام ہے مجھ سے جبار سومرو افسردگی سے اپنے سر کو جھٹکتے اخبار کی طرف اپنی نظر مرکوز کر گئے ان کے دو بیٹے اتنے ہی بدتمیز تھے لیکن دلاور سومرو وہ بہت تمیز دار تھے اور داور بھی اپنے باپ پہ ہی گیا تھا ابتسام بھی

اچھے لہجے والا تمیزدار اور نرم مزاج تھا اس نے کبھی اپنے دادا سے بدتمیزی نہیں کی تھی وہ ہمیشہ ان کی سنتا تھا جو جبار سومرو کہتے وہ وہی کرتا تھا جبار سومرو بہت خوش تھے کہ اللہ پاک نے انہیں اتنے نیک پوتے عطا کیے حالانکہ ان کے بیٹے بہت بدتمیز تھے درید سومرو اور دانیال سمرو دونوں ہی بڑے برے طریقے سے پیش اتے تھے لیکن ان دونوں کے بیٹے بہت اچھے سے اور جیسے دلاور سومرو خود تھے ویسے ہی ان کا بیٹا داور سومرو بھی تھا۔

بابا سائیں صبی کو دیکھنے کے لیے کچھ لوگ آئیں گے تو میں چاہتا ہوں وہاں اپ موجود ہوں دانیال سومرو کہتے کمرے سے نکل گئے وہ پوچھنے نہیں بلکہ بتانے آئے تھے۔

جبار سومرو نے تو داور کیلیے صبیحہ کو سوچا تھا لیکن اب وہ کیا کرتے کے انکے بیٹے ہی انکے ہاتھ میں نہیں تھے۔۔

°° ________ _____________ °°

کہاں؟ آریان اپنے پاس سے گزرتی رمشا کو دیکھ اس کا ہاتھ پکڑتا اپنی طرف کھینچتا بولا تھا

میں نیچے جا رہی ہوں اماں سائیں نے مجھے بلایا ہے رمشاہ معصوم سا منہ بنا کر کہتی اریان کو بہت پیاری لگی تھی۔

جب میں بلاتا ہوں تب تو اس طرح بھاگی بھاگی نہیں اتی اب خالہ سائیں نے نیچے بلایا ہے تو بھاگے بھاگی جا رہی ہو آریان نے لہجے میں شوخی سموئے بولا تھا۔۔

آپ آپ گندی باتیں کرتے ہیں نا تو اس اس لیے میں نہیں آتی رمشا ٹھہر ٹھہر کر بولی تھی۔۔

اووو۔۔۔!!! آریان اپنے ہونٹوں کو واو شیپ میں گول کرتا کہتا رمشا کو کھینچتا ہوا اپنے کمرے کی طرف رہ گیا رمشا تو ڈر گئی تھی کہ اب ڈانٹ پکی ہے۔

اب بتائو میں کونسی گندی باتیں کرتا ہوں آریان دروازے کو بند کرکے رمشا کو دروازے کے ساتھ پن کرتا اسکے بے حد قریب ہوا۔

کک کونسی گندی باتیں نن نہیں تو رمشا اپنی گردن کو نہیں میں ہلانے لگی۔

ابھی کر کے بتاتا ہوں آریان رمشا کی صراحی دار گردن پہ جھکتا رمشا کی فرار کے سارے راستے بند کرگیا۔

°° ________________ ________________ °°

صبی !! صبیحہ کی سوتیلی ماں (دانیال سومرو کی دوسری بیوی) صبیحہ کو کچن میں کھڑا دیکھ اسکے پاس آئی تھیں۔

جی کہیں۔۔!صبیحہ اپنی ماں کی جگہ کبھی ان کو نا دے پائی تھی لیکن انکی عزت بہت کرتی تھی۔

بچے ہمیں آپ سے ایک بات کرنی ہے عطیہ سومرو صبیحہ کے سر پہ ہاتھ رکھتی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

جی کہیں کیا بات کرنی ہے آپ کو ہم سے ..؟ صبیحہ کی گہری بھوری آنکھیں مسکرائی تھیں یہ عورت ہر بار اس سے نرم مزاجی سے پیش آتی تھی۔

بچے آپ کے بابا سائیں کے ایک دوست ہیں وہ اپنے بیٹے کیلیئے آپ کا رشتہ لانا چاہتے آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔۔؟ عطیہ سومرو اپنے لہجہ میں ممتا سموئے بہت پیار سے بولی تھیں۔

صبیحہ پہ انکے الفاظ انکا لہجہ بہت اثر کر گیا تھا وہ اس وقت دل و دماغ کی جنگ لڑ رہی تھی دل تھا جو صرف داور سومرو کے نام سے دھڑکتا تھا اور دماغ ماں باپ کی نافرمانی سے انکاری تھا۔

ہہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں صبیحہ اپنے آنسوؤں کو پلک جھبکا کر روکتی تیزی سے کچن سے نکلتی اپنے کمرے کی طرف آئی تھی۔

صبیحہ کو یوں جانا عطیہ سومرو کو بہت کچھ سوچنے پہ مجبور کر گیا تھا مگر وہ کیا کرتی ان کے بس میں کچھ بھی نہیں تھا۔

یا میرے اللہ مجھے صبر دے !!! صبیحہ کمرے میں داخل ہو کر دروازے کو بند

کرتی نیچے بیٹھتی چلی گئی آنسو گال کو بھگوتے اسکا نواب بھی بھِگو رہے تھے وہ

اپنا سر گھٹنوں میں دیے بے آواز رو رہی تھی اسکی سسکیاں سننے کیلیے اسکے پاس

کوئی بھی نہیں تھا نا ماں کی گود تھی نا باپ کا پیار وہ روتی چلی گئی۔۔۔

°° ______________ ______________ °°

امرحا اٹھ جا میری شہزادی دیکھ تیرا ابا تیرے لیے پھل لایا ہے شمسہ خاتون

امرحا کہ سر پہ ٹھنڈی پٹی رکھتی اب اسے رہی تھی سردی کی وجہ سے اسے

بہت تیز بخار ہو گیا تھا۔۔

اماں۔۔۔۔""""مم میرا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں بخار سے چور لہجے میں وہ

کہتی نڈھال ہوتی ماں کی گود میں سر رکھ گئی۔

امرحا اٹھ جا دیکھ تیرا ابا اب بلکل ٹھیک ہے اٹھ جا میری بچی شمس صاحب امرحا سے بہت محبت کرتے تھے بس غربت سے مجبور اسے کمانے کی اجازت دی تھی۔

ابا مم مجھے نہیں کھانا نا آپ یہ بتائیں دد دوائی لی ہے آپ نے ..؟ امرحا ہلکی سی آنکھوں کو کھولے اپنے باپ کہ شفقت بھرے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

ہاں میں نے دوائیاں لے لی ہیں اس دن کوئی بڑے صاحب آئے تھے پیسے زیادہ دے گئے اللہ ان کو ترقی دے آمین شمس صاحب اس شخص کو تصور میں لاتے ہلکے سے مسکرائے۔

ہمم امرحا نے سر کو ہلکی سی جنبش دی۔

اٹھ جا رحا ورنہ میں نے اب جوتی اٹھا لینی ہے اور تیرے بخار کا بھی خیال نہیں کرنا شمسہ خاتون کو یہی طریقہ ٹھیک لگا تھا۔

اماں آپ بھی نا بخار میں تو باجی کا خیال کرلیں ماہ نور پاس ہی زمین پہ بیٹھی اپنا بیگ کھولے اسکول کا کام کر رہی تھی۔

تو چپ ہو جا تیری زبان بڑی تیز چل رہی ہے شمسہ خاتون نے پلنگ سے ہی اپنے پیروں کے پاس بیٹھی مانو کو کندھے پہ ایک تھپڑ رسید کیا۔

افف خدایا امی نا کریں نا امرحا تنگ ہوئی تھی۔

اچھا شمسہ تم اسے پھل کھلائو میرا زرا کرم داد سے موٹر سائیکل مانگ آئوں ہسپتال جانے کیلیے شمس صاحب کہتے کمرے سے نکل گئے.

(کمرے بوسیدہ سا تھا ایک پلنگ جو کہ ٹوٹی ہوئی تھی ایک چارپائی اور ایک لکڑی کی میز تھی نیچے چٹائی بچھی تھی)

°° ____________ ____________ ____________ °°

کیا حال ہے سردار صاحب۔۔۔؟ ابتسام شاہوں کے ڈیرے پہ ہی آیا تھا۔

الحمدللہ !! بہت خوش ہوں ابھی دیکھنا نا میں بھگنڑا ڈالونگا ..! تبریز طنزیہ کہتے ابتسام سے مصافحہ کرتے کرسی کو اسکی طرف دھکیل گیا۔

ہاہاہاہاہا چلو ٹھیک ہے میں بھی پھر یہ خوبصورت منظر دیکھ کر ہی جائوں گا

ابتسام اپنی سندھی ٹوپی کو سر سے اتارتا سامنے موجود ٹیبل پہ رکھتا مسکرایا۔

ہاں ہاں میں تو ناچنے والی ہوں تو تُو بھی ایسے کر ڈفلی لے آ تُو بجانا اور میں ناچوں گا تبریز کاٹ دار لہجے میں کہتا ابتسام کو ایک بار پھر سے مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔

نا بابا نا میں سردار ہوں مجھے یہ سب زیب نہیں دیتا .. اب میں تمہارا تو کچھ نہیں کرسکتا کیونکہ تمہیں تو خود بھنگڑے ڈالنے کا شوق چڑ رہا ہے ابتسام دبی دبی ہنسی ہنستا تبریز کے چہرے پہ آتے جاتے رنگوں سے محظوظ ہو رہا تھا۔

ہاں میں تو گائوں کے لوگوں کا چاچا گُھمڑ ہوں نا تبریز دانت پیستا بولا تھا۔

ہاہاہاہاہاہا ابتسام نے قہقہ لگایا تھا تبریز تنگ ہوتا اسکی کمر میں ایک مکا جڑ گیا۔

یا خدایا !! سردار صاحب بڑے پاور فل ہو رہے ہیں بھابھی سائیں کو اثر تو نہیں ہو رہا ابتسام اپنی کمر پہ ہاتھ رکھے ابتسام سے گویا ہوا تھا۔

سدھر جائیں سومرو سردار ورنہ میں نے ایک اور مکا جڑ دینا ہے تبریز بھی آخر

میں ہنس دیا تھا۔

°° ______________ ______________ °°

آج شاہ حویلی میں خوبصورت سا سماں تھا۔

حویلی میں ہی مہندی کا فنکشن رکھا گیا تھا اور مردوں کا فنگشن ڈیرے میں تھا

ہر طرف چہل پہل لگی ہوئی تھی ملازم بھی آج بہت خوش نظر آتے تھے

حویلی کے پچھلے طرف بنے لان کو گلاب اور گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا

تھا سٹیج بھی موتیے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا لان کا یہ حصہ بہت خوبصورت

منظر پیش کر رہا تھا رسم شروع ہونے میں کچھ وقت باقی تھا۔

رمی!! مہندی کا تھال لے آئو پھر مہندی لگوا لیا سفینہ بیگم نے رمشا کو مہندی ہاتھ میں پکڑے مہندی والی کے سر پہ کھڑا کہا۔

اچھا ٹھیک ہے اماں سائیں لیکن پھر ادی سائیں کے بعد ہماری باری رمشا نے مہندی کو سائڈ پہ رکھتے اپنی اماں سائیں کو دیکھا۔

اچھا اچھا اب جائو بھی سفینہ شاہ مسکرائی تھی۔

پہلے پکا وعدہ کریں رمشا نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

اچھا بھئی پکا وعدہ اب جائو سفینہ بیگم اسکے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتے آگے بڑھ گئی۔

رمشا نے آج ہرے اور پیلے رنگ کا لہنگا پہنا تھا مناسب سے میک اپ میں بھی وہ کسی کے ہوش اوڑانے کا ہنر رکھتی تھی

جائو بھی رمشا کو کھڑا دیکھ سفینہ بیگم نے دوبارہ سے کہا

جاتی ہوں اماں سائیں... رمشا یہ کہتے ہی جلدی سے چلتی ہوئی حویلی میں داخل ہوتی کچن میں چلی گئی۔

ابھی وہ تھال اٹھاتی کے کسی نے اسکا ہاتھ پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچا۔

رمشا چینختی کے مقابل نہ اسکے منہ پہ ہاتھ رکھا

آریان جو کے رمشا کو ڈھونڈ رہا تھا اسے کچن میں جاتا دیکھ اسکے پیچھے آیا تھا۔

آپ....رمشا گھبراتی ہوئی دور ہونے کی کوشش کرنے لگی

جی میں..... آریان لہجے میں خمار سموئے ہاتھ اسکی کمر کے پیچھے لے جاتے اسے اپنے قریب کرتے کہا۔

چھوڑیں مجھ مجھے باہر جانا ہے سے رمشا اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے اُس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

آگر نا چھوڑوں تو ... آریان نے رمشا کے ہونٹوں کو انگوٹھے سے سہلاتے کہا۔

رمشا ناچار ہوتی اسے خود سے دور کرنے کی کوشش میں تھی۔

آریان نے اسکے ہاتھ پکڑ کر اپنی پشت پہ ٹکائے اور ایک ہاتھ اسکے بالوں میں پھنسائے دوسرے ہاتھ سے اسکا چہرہ اوپر کرتا اس پر جھک گیا۔

رمشا نے زور سے اسکا کالر دبوچا۔

رمشا کو اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہوئی اس نے آریان کو پھر سے خود سے دور کرنا چاہا مگر وہ تو جیسے کھو گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ پیچھے ہٹتا سے رمشا کو اپنے سینے سے لگائے اسکی کمر کو سہلانے لگا۔

رمشا نے اپنا پھولا ہوا سانس بحال کرنے کرتی سیدھی ہوئی۔

آپ دیکھنا میں اماں سائیں کو بتائوں گی آپ کا.....رمشا غصے سے منہ پھلائے بولی

آریان نے ایک بار پھر رمشا کے پھولوں ہوئے گالوں پہ اپنے لب رکھے۔

"اچھا کیا بتائو گی۔۔۔؟ آریان اپنے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتا اسکے چہرے پہ چھائی سرخی دیکھتا محظوظ ہو رہا تھا۔

یہ جو آپ کرتے ہیں...رمشا منہ بسورتے کائونٹر پر ہاتھ رکھتے بولی...

کیا بولیں گی کہ شاہ مجھے پیار کرتے ہیں.... آریان شرارت سے بولا

آپ... آپ بہت برے ہیں... جب رمشا کو کچھ سمجھ نہیں آیا تو اس نے یہی کہا

آرین کا قہقہ کچن میں گونجا تھا۔

بے شرم... رمشا کو آریان کے ہنسنے پہ غصہ آیا تھا۔

میری جانم سائیں میں بے شرم بھی صرف آپ کیلیے ہوں ... آریان نے یہ کہتے ہی رمشا کی گردن پر ہونٹ رکھے اور ہلکے سے کاٹنے کے لال نشان رمشا کی گردن کی زینت بنایا۔

رمشا کے انکھوں میں آنسو گئے۔

کیا ہوا میرے جان آریان اسکے آنسو صاف کرتا بولا۔

درد ہو رہا وہ.. رمشا روتے بولے تو آریان نے اسکی گردن کی طرف دیکھا وہ

سچ میں نیلی ہو گئی۔

آریان نے اسکی آنکھوں پہ باری باری اپنے لب رکھے

میں معافی چاہتا ہوں مگر تمہیں دیکھ کر میرا خود پر قابو نہیں رہتا آریان رمشا

کے گال کو انگوٹھے سے سہلاتا بولا

اور دوبارہ اسکے ہونٹوں پہ جھکا۔

تھوری دیر بعد وہ رمشا سے دور ہوا تو اسکا چہرہ سرخ ہو چکا۔

میرے معصوم سی جان میں کیا کروں ....؟

ہر وقت "دل تیرا دیدار مانگتا ہے " اور مجھے سکون صرف تمہاری ذات سے ملتا

ہے۔

صرف تمہارے پاس ہے میرا سکون۔۔۔

میرا معصوم عشق ہو تم... آریان اسے سینے سے لگاتا بولا تو رمشا نے بھی اسکے

گرد حصار بنایا

بےشک اللہ نہ ہر مرد کا سکون عورت میں رکھا ہے۔

اچھا اب جاو اپنے میک اپ صحیح کرو میں یہ تھال دے کر آتا ہوں .. آریان

ٹیبل سے تھال اٹھاتا رمشا کے ماتھے پہ بوسہ دیتا کچن سے نکلا۔

رمشا بھی تیزی سے کمرے کی طرف بھاگی۔

اسکی کی رفتار دیکھ آریان مسکراتا باہر چلا گیا۔۔

°° ____

ـ °°

اسلام علیکم دادا سائیں !!ابتسام جبار سومرو کے کمرے میں داخل ہوتا با آواز بلند کہتا ادھر ادھر دیکھنے لگا دادا سائیں کے کمرے میں کوئی نہیں تھا۔

دادا سائیں کہاں گئے ابتسام پورے کمرے کو ایک نظر دیکھنے کے بعد سوچنے لگا

اہم اہم دادا سائیں کے کھانسنے کی اواز سن کر ابتساب باتھ روم کی طرف ایا تھا۔

دادا سائیں اپنا منہ تولیے سے صاف کرتے باہر نکلے

وعلیکم السلام دادا سائیں نے ابتسام کی سلام کا جواب دیا اور بیڈ کی طرف بڑھے۔

دادا سائیں خیریت ہے؟ طبیعت ٹھیک ہے؟ اپ کی ڈاکٹر کو بلائیں ؟ابتسام اگے ہو کر جبار سمرو کا ہاتھ تھامتا اپنے کندھے پہ رکھتے ہیں ان کے ہم قدم ہوا تھا۔

ہاں ہاں میں ٹھیک ہوں بس منہ ہاتھ دھو رہا تھا بے فکر رہو اتنی جلدی نہیں مرتا میں۔۔۔

دادا سائیں کیسی باتیں کر رہے ہیں!! اللہ اپ کا سایہ ہمارے سروں پہ سلامت رکھے امین ابتسام انہیں بیڈ پر بٹھاتا کمل کو ٹھیک کرتا ان کے پاؤں اوپر کر کے اس پہ ڈال گیا.

جبار سومرو ہلکا سا مسکراتے ابتسام کو دیکھنے لگے۔

"کل نفس ذائقۃ الموت"

ترجمہ ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے'

اور ابھی تو اپنے پرپوتوں کے ساتھ بھی کھیلنا ہے میں نے بے فکر ہو تم دادا سائیں اپنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے مسکرا کر بولے تھے۔

مگر یہ پر پوتے ائیں گے کہاں سے پلے سٹور سے تو ڈاؤن لوڈ ہونے سے رہے

ابتسام بھنوئے چڑاتے بولا۔

نا نا ڈاؤن لوڈنگ پہ ڈیٹا خرچ ہو گا دادا سائیں ابتسام کو دیکھتے مسکراہٹ چھپاتے

اس سے گویا ہوئے

اور شادی پہ پیسہ خرچ ہو گا ہے نا۔۔۔؟ابتسام حیرت زدہ ہو کر دو بدو بولا تھا

ہاں لیکن پیسے کا کیا ہے وہ تو ہاتھ کی میل ہے بس ہم نے سوچ لیا ہے صبیحہ

کے ساتھ تمہاری بھی شادی کر دیں گے اچھا ہے ایک خرچے میں تمہاری بھی

شادی ہو جائے گی۔

دادا سائیں مسکرائے تھے ابتسام اج نے کافی دنوں بعد خوش دیکھ رہا تھا لیکن

ان کے چہرے پہ پریشانی بھی صاف واضح تھی۔

ارے واہ صبی کی شادی ہے..؟

کب کر رہے ہیں۔۔۔؟ شادی..؟ اور دلاور چاچو نے تاریخ دے دی ہے کیا

۔۔۔؟

ابتسام ایک ساتھ کئی سوال پوچھ گیا تھا۔

ہاں صبی کی شادی ہے مگر داور سے نہیں جبار سومرو تحمل سے بولے تھے کچھ

دیر کو کمرے میں سکوت چھا گیا۔

داور کے دادا سائیں کے کمرے میں داخل ہوتے قدم دو پل کو لڑکھڑائے تھے

۔

"اسے اپنی سماعت پہ یقین نہیں آرہا تھا"....

"کیا اسکی دعائیں رد کردی گئیں تھیں"....

"کیا وہ گنہگار ٹھہرا تھا".......

"کیا اسے معافی نہیں ملی تھی"......

اسکی ماں کی طرح محبت بھی چھین تھی اس شخص نے"....؟

کتنے سوالات اسکے ذہن کو مفلوج کر رہے تھے۔۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ سیڑھیاں اترتا باہر کی جانب نکل گیا تھا اسکا دم گھٹ رہا تھا۔

وہ لاحاصل عشق میں گرفتار ہو چکا تھا کیا اس بار بھی اسکی خوشیاں چھین کر کسی اور کی جھولی میں ڈال دیں گئ تھیں۔۔۔"

گویا داور سومرو خالی ہاتھ رہ گیا تھا۔۔۔

"وفاؤں کے صلے کم ہی ملے"

"خوشی کے بدلے غم ہی ملے"

"اور ایک بات کی سمجھ نہیں آئی غالب"

"کیا سب کو دل دکھانے کیلیے ہم ہی ملے" ---

°° ___________ _____________ ___________ °°

نشا پیلے رنگ کی قمیض کے ساتھ ہرے رنگ کا شرارہ پہنے ہلکے سے میک اپ میں ہلدی اور ابٹن لگائے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

وہ شیشے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔۔

صبح سے شروع ہوئی رسمیں رات کو دس بجے ختم ہوئی تھیں۔

وہ اپنے چہرے کو آج پہلی بار اتنے غور سے دیکھتی ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پہ بھی وہ پیچھے نا مڑی تھی اسے لگا تھا کہ شاید رمشا ہوگی۔

مگر اپنی عین پیچھے تبریز کو کھڑا دیکھ وہ بھوکلاتی ہوئی پیچھے مڑی۔

ایک پل کو تو تبریز اسکے خوبصورت چہرے میں کھو ہی گیا تھا۔

لال گلاب جیسے ہونٹ پیاری سی ناک اور اس میں چمکتی نوز پن کپکپاتی پلکیں

تبریز مسمرائیز ہوا تھا۔

کک کیا ہوا۔۔؟ تبریز کو خود کو یوں تکتے پا کر نشا کنفیوز ہوئی تھی۔

ہاں ..! تم۔۔۔ تبریز اپنی سوچ سے فوراً باہر آیا۔

تمہیں لگتا ہے کہ تبریز مقدر شاہ تم جیسی کو مل سکتا ہے۔۔۔

اپنا جسم دیکھا ہے۔۔۔؟؟؟

کوئی مرد تو کیا جانور بھی تمہیں چھونا پسند نا کرے۔۔۔

بھاگ تو سکتی نہیں اور خوش فہمی فرسٹ پوزیشن ہولڈر ان انٹرنیشنل ریسر تبریز شاہ کی بیوی بننے کی۔۔

اسکے چہرے پہ آتی آوارہ لٹ کو پیچھے کرتا اچانک اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسائے وہ اسکے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑتا اسکا چہرہ اپنے قریب کرتا زہر خندہ الفاظ اسکی سماعتوں سے گزار رہا تھا۔

ڈیٹس ناٹ فیئر ڈارلنگ۔۔۔!! میں شادی کر بھی لوں نا تو تمہیں صرف میں اپنے کمرے میں ایک فالتو چیز سمجھوں گا۔۔۔

تبریز اسکے سر کو جھٹکے سے پیچھے کرتا تیز تیز چلتے اسکے کمرے سے نکل گیا۔

بیوی تو میں آپ کی ہی بنوں گی تبریز مقدر شاہ ...! نشا اپنے سر کو پکڑتی نم آنکھوں سے بھی مسکرائی تھی۔

°° ______________________ °

یہ اتنی رش کیوں ہے۔۔۔؟ شایان اپنا چشمہ اتارتا لیپ ٹاپ کو سائڈ پہ رکھ گیا۔

وہ وہ صاحب جی آگے مشاعرہ چل رہا ہے ڈرائیور نے ڈرتے ڈرتے بتایا اسکی شایان سے پہلی ملاقات تھی اس نے یہی سنا تھا کہ شایان غصے کا بہت تیز ہے اسی لیے وہ ڈر رہا تھا۔

وٹ ڈو یو مین بائے دیٹ مشرہ۔۔۔؟ وہ ماتھے پہ شکنیں ڈالے ڈرائیور کو اپنی سرمئی آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

وہ وہ صاحب جی جسے پٹوری (پوئٹری) کہتے ہیں انگریزی میں وہ چل رہی ہے

ڈرائیور بس اتنا ہی کہہ سکا۔

یو میں "poetry" شایان اپنی انگوٹھے میں لگے نگینے کو چمکتا دیکھ زیر لب

مسکرایا۔

جی جی بلکل جی وہی چل رہی ہے میرا مطلب وہی ہو رہا ہے ڈرائیور بیچارہ

پھنس گیا تھا وہ تو شکر تھا کہ اس نے کوئی دس جماعتیں پڑھ لیں تھیں۔

ہمم ٹھیک ہے چلو ہم بھی سنتے ہیں شایان کہتا ڈرائیور کی باتوں کو ان سنا کرتا

گاڑی سے اتر گیا۔

صاحب جی وہ سا۔۔۔

ہشششش خاموش شایان نے اپنے ہونٹوں ہاتھ رکھ کر ڈرائیور کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کرتے آگے بڑھا۔

ٹکٹ سائڈ ایریا میں کھڑے لوگ مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے اور وہ سب کو نظر انداز کرتا خود ہی ٹکٹ لیتا اندر کی جانب بڑھا تھا۔

"مکمل دو ہی دانوں پہ یہ تسبیح محبت ہے"

"جو آئے تیسرا دانہ تو ڈوری ٹوٹ جاتی ہے"

"مقرر وقت ہوتا ہے محبت کی نمازوں کا"

"ادا جن کی نکل جائے قضا بھی چھوٹ جاتی ہے"

"محبت کی نمازوں میں امامت ایک ہی کو سونپو"

"اسے تکنے اُسے تکنے سے نیت ٹوٹ جاتی ہے"

"محبت دل کا سجدہ ہے توحید پہ ہے قائم"

"نظر کے شرک والوں سے محبت روٹھ جاتی ہے"

شایان احتشام سومرو کے قدم اس مشاعرہ کی خوبصورت آواز سے رک گئے

تھے اسے لگا تھا کسی نے اسکے پیر جکڑ لیے ہیں وہ چاہ کر بھی آگے نا بڑھ پایا

تھا۔۔

وہ آواز بہت خوبصورت ہے مجھے کھینچنے کا ہنر ہے اس آواز میں کون ہے یہ

شاعرہ۔۔۔ وہ اردو کے مشکل لفظوں کو سمجھا تو نا تھا مگر وہ آواز اسے اپنا

گرویدہ کر گئی تھی۔۔۔

یکدم ہال میں تالیوں کی آواز گونجی تھی تالیوں کی آواز نے شایان کا تسلسل

ٹوٹا تھا۔

وہ پردے کے پیچھے چھپی لڑکی اسی پردہ میں ہی غائب ہوئی تھی شایان اسکا پیچھا کرتے مشاعرہ کی بیک ڈور سے نکلا تھا

باقر نے شایان کو ہر جگہ تلاش کیا مگر ناجانے وہ اس بھیڑ میں کہاں کھو گیا تھا۔۔

صاحب جی آپ یہاں کیا کر رہے ہیں باقر ہال کے پچھلے دروازے سے نکلتا مین روڈ پہ آیا تھا سامنے شایان کو سوشل بس کو گھورتا دیکھ وہ حیران ہوا تھا۔

کچھ نہیں تم گاڑی یہاں لے آئو ہم حویلی نہیں جائینگے فی الحال شایان ایک نظر ڈرائیور کو دیکھتا اپنے فون پر ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

°° _______________ °°

داور اپنی ڈیرے کے پاس بنی چھوٹی سی بک لائبریری میں آیا تھا اسے اس جگہ پہ سکون محسوس ہوتا تھا یہ جگہ ہر غم میں اسکی ساتھی بنی تھی وہ جب بھی خود کو اکیلا محسوس کرتا وہ یہاں آجاتا تھا۔

اس نے وضو کرکے ٹیبل کو سائڈ پہ کرتے وہاں جاہِ نماز بچھائی اس نے بہت آہستہ آہستہ اپنی نماز ادا کی۔۔۔

نماز ادا کرکے اس نے اپنے ہاتھ اپنے رب کے حضور اٹھائے آنسو اس شخص کی آنکھوں کے کنارے پہ تھے وہ اپنے آنسوؤں پہ بند باندھے بیٹھا تھا وہ کتنی ہی دیر خاموشی سے اپنے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتا رہا اور بالآخر اسکے آنسو بہہ نکلے وہ اپنے آنسوؤں کو چھُپانے کیلیے اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا وہ کافی دیر سجدہ میں جھکا رہا وہ اٹھا۔۔۔۔

آنسو اب خُشک ہو چکے تھے اسکا دل جو بے سکون تھا اسے سکون مل گیا تھا

"شکر الحمدللہ" اس نے بہت دھیمے سے کہا تھا وہ ہلکا سا مسکرایا تھا اسکی آنکھوں کی پتلیاں سوجی ہوئی تھیں مگر وہ شخص۔۔۔وہ شخص پر سکون تھا۔۔۔

وہ جاءِ نماز کو تہہ کر کے کبڈ میں رکھ کر لائبریری سے باہر نکلتا ڈیرے کی جانب بڑھ گیا۔۔

°° ---

-------- °°

شاہ حویلی میں بارات کی تیاریاں شروع تھی تہمینہ شاہ اور ثمینہ شاہ دونوں ہی حویلی میں بوکھلائی پھرتی تھیں۔

وہ ڈیپ مہرون شرارے میں ملبوس ہاتھوں میں مہندی رچائے ، چنبیلی کے پھولوں سے بنے گجروں کو کاتھوں میں پہنے ہلکے سے میک اپ میں بھی آریان شاہ پہ بجلیاں گرانے کا ہنر رکھتی تھی۔۔

نشا آف وائٹ غرارہ چولی پہ مہرون دوپٹہ کو پن سے سیٹ کیے خوبصورتی سے کیے ہوئے میک اپ میں ہاتھوں پہ بھری بھری مہندی لگائے سر جھکا کر صوفے پہ بیٹھی تھی۔۔

آج کا فنکشن بھی حویلی کے پچھلے حصے میں ہی رکھا گیا تھا مگر آج پوری حویلی کو ہی دلہن کی طرح سجایا گیا تھا آخر کو حویلی کے بڑے بیٹے اور بڑی بیٹی کی شادی تھی۔

دیکھ رہیں ہیں آپ اماں !! شینا نشا کو خوش دیکھتی منہ بسور کر اپنی ماں سے مخاطب ہوئی جو سب کے سامنے چہرے پہ مسکان سجائے بیٹھی تھیں۔

اب کیا ہوگیا۔۔۔؟ سفینہ شاہ نے گھور کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔

کچھ نہیں ہوا آپ لگی رہیں باتوں میں ایک میں ہی ہوں جو اکیلی رہ گئی ہوں وہ آریان سائیں تو مجھے دیکھنا تک گنورا نہیں کرتے شینا غصے سے پیر پٹختی اٹھ کر حویلی میں اندر کی جانب بڑھی۔

اللہ جی !!! شینا کسی سے ٹکرائی تھی اسکا موبائل جو کہ ہاتھ میں تھا نیچے گر گیا۔

معزرت معزرت !! میرا دیہان موبائل کی طرف تھا آئی ایم سو سوری وہ شخص بلیک پینٹ پہ سفید رنگ کی شرٹ پہنے بالوں کو جیل سے سیٹ کیے ہوئے تھا

۔۔

اندھے ہیں آپ نظر نہیں آتا کیا۔۔۔؟ شینا نے موبائل کو اٹھا کر اب اس شخص کو گھورنا چاہا تھا جو ہٹ دھرمی سے اسے غصے میں دیکھ مسکرا رہا تھا۔۔۔

ہائے شکر ہے اندھا نہیں ہوں ورنہ اتنی خوبصورت لڑکی کیسے دیکھ پاتا وہ ہلکا سا مسکراتا آگے کی جانب بڑھا۔

اوئے اندھے انسان یہ جو میرے موبائل کا نقصان کیا ہے کون بھرے گا ۔۔۔؟ اور اوپر سے زو معنی باتیں بھی کر رہے ہو۔۔۔!شینا ایک ہاتھ اپنی کمر پہ رکھے دوسرے ہاتھ میں موبائل پکڑے اسکے سامنے ہوئی۔۔

زو معنی باتیں تو نہیں کی میں نے اگر آپ سمجھنا چاہیں تو سمجھ سکتی ہیں۔۔۔!اور خیر یہ مہرا موبائل لے لیں میں آپ کا موبائل لے لیتا ہوں .. اس نے اپنے

جیب سے موبائل نکال کر شینا کی طرف بڑھایا شینا کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں تھیں۔

ارے سعد تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟ ماما سے ملے تم۔۔۔؟ آریان شاید اسی شخص سے مخاطب تھا۔

او یار دراصل مجھ سے انکا فون ٹوٹ گیا تو اس کے لیے سوری بول رہا تھا میں سعد نے ایک مظر شینا کو دیکھتے آریان سے کہا تھا۔

کوئی بات نہیں شینا میں آپ کو دوسرا موبائل دلوا دونگا آریان شینا سے کہتے سعد کا ہاتھ پکڑ کر اندر کی طرف بڑھا۔

سعد نے اپنی گردن پیچھے کرکے شیلہ کو دیکھتے بائیں آنکھ ونگ کی اور پھر آریان کی ساتھ فنکشن کی طرف بڑھا۔

شینا کو جتنی حیرت ہوتی کم تھی وہ خود ہی باتیں سناتی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

---------------- ----------------

کیسی ہیں صبیحہ دانیال سومرو !! وہ درشت لہجے میں کہتا گاڑی کو سٹارٹ کرنے لگا۔۔

آج باقر کو کچھ کام تھا تو داور ہی صبیحہ کو چھوڑنے جا رہا تھا۔۔۔

اسکی گہری براؤن آنکھیں رات جگے کا پیغام دیتی تھی آنکھوں میں لال ڈوریاں اسکے رونے کی چغلی کررہی تھیں۔۔

الحمد اللہ!! بس ایک لفظی جواب دے کر صبیحہ اپنے بیگ سے بک نکال کر اسکے صفحے پلٹنے لگی تھی اسکی بھوری آنکھیں بھی نم تھیں جسے شاید ہی داور سومرو دیکھ پایا تھا۔۔

اس شخص کے پاس الفاظ نہیں تھے وہ کن لفظوں سے بات کا آغاز کرتا وہ کن لفظوں سے اپنی کیفیت اپنی محبت کے سامنے بیان کرتا داور سومرو ایک ہارٹ سرجن گولڈ میڈیلسٹ اپنے ہی دل کی بات چاہ کر بھی سمجھا نہیں پا رہا تھا اس نے اسٹیرنگ پہ گرفت سخت کرلی تھی۔۔۔

اس نے گہری سانس خارج کی اور بات کا آغاز کیا۔۔

آپ کو پتا ہے صبی جیسے ننگے پائوں پھٹے پرانے کپڑوں والا بچہ اپنی خالی جیب کا احساس لیے دل کو اچھا لگنے کیلیے مہنگی چیز کسی دکان کے بند شیشے سے کئی پہر

لگ کر دیکھتے ہیں !! انہیں معلوم ہوتا ہے وہ اس چیز کو اپنی زندگی بیچ کر بھی نہیں خرید سکتے لیکن دل کو خوش کرنے کیلیے اس چیز کو دیکھتے رہتے ہیں میں نے بھی بلکل ان بچوں کی طرح بچپن سے آپ کو دیکھا ہے اس شخص نے نظریں بیک مرر سے اسکی جانب کیں اس لڑکی کے ہاتھ کانپ رہے تھے نقاب میں چھپی آنکھیں جھکی تھیں۔

کچھ کہیں گی نہیں آپ۔۔۔؟ داور نے اپنی نظریں باہر کی طرف مرکوز کرلیں تھی۔۔

شاید خاموشی بہترین جواب ہے پر اس بات کا جسے ہم چاہ کر بھی اپنے چاہنے والے کو نہیں بتا سکتے ہم تھک چکے ہیں مسلسل اپنے وجود کی تلخیاں بتا کر اس

نے اپنی جھکی ہوئی پلکوں کو اٹھا کر اسے دیکھا وہ مرر سے اسے ہی دیکھ رہا تھا

وہ اپنا سر پھر سے جھکا گئی۔۔

صبی پتا ہے کبھی کبھی مہرا دل اتنا رونے کو کرتا ہے کہ موت کو بھی ترس

آجائے اور میرا دل دھڑکنا بند ہوجائے سانسوں کی ہلچل ختم ہوجائے یا دماغ

کی نسیں پھٹ جائیں میں بھی تو اس پروردگار کی تخلیق ہوں پھر کیوں مجھے

تکلیف دینے والوں کو میرے درد کا احساس نہیں ہوا۔۔؟ وہ شخص آہستہ آہستہ

کہتے ہوئے بھی اس لڑکی کا دل نچوڑ گیا تھا وہ تڑپ اٹھی تھی اس کی موت کا

سوچتے ہی اس نے اپنی جھکی نظریں اٹھا کر مرر میں دیکھا پر اس بار اس شخص

کی نظریں مرر کی طرف نہیں تھیں۔۔

آپ ہمیں بھول جائیں اور مرنے کی دعا مت کیا کریں۔۔۔!!!وہ بغیر سوچے

سمجھے یہ الفاظ کہہ گئی تھی۔۔

(خلیل جبران لکھتے ہیں) خلیل جبران

محبت بھیک میں نہیں مانگی جاتی، بھیک میں ملی ھوئی محبت بھیک میں ملی ھوئی

روٹی سے زیادہ بری ھوتی ھے " (لیکن بانو قدسیہ لکھتی ہیں)

محبت کی بھیک مانگ لینی چاہیے کیونکہ جس کو محبت مل

جائے اسے سب کچھ مل جاتا ھے۔۔۔

تو اگر میں آپ سے بھیک میں محبت مانگوں گا تو کیا مجھے بھیک دینگی۔۔۔؟ آج

وہ مغرور مرد اپنی انّا کو تو کہیں سُلا آیا تھا۔۔

صبیحہ یہ الفاظ سن کر نم آنکھوں سے اس وجیہ مرد کو دیکھ رہی تھی اس خ

شخص کی آنکھیں بھی نم ہوئی تھیں۔۔۔

ایک تلخ حقیقت یہ ہے کے زندگی کی کچھ سزائیں ہم اپنے لئے خود ہی منتخب کرتے ہیں۔۔۔ تعلقات، توقعات خواہشات کی صورت میں۔۔۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کے جب ہم جان جاتے ہیں کے یہ محض سزا سے بڑھ کر کچھ نہیں تب بھی ہم اسے چھوڑنے اور اس سے خود کو آزاد کروانے کی ہمت نہیں مجتمع کر پاتے۔اور اسی سزا کو کاٹتے کاٹتے ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔!!!

داور سائیں پلیز آپ ہمت کریں ہمیں بھولنے کی آج وہ معصوم لڑکی اس شخص کو ہی خود کو بھولنے کا کہہ رہی تھی جس شخص کی محبت اس نے ہر نماز میں مانگی تھی۔۔۔۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ حل نکل جانے دل کی ویرانی کا۔۔۔

آخر آپ میرا عشق ہے اور عشق بھی "عین جوانی کا......

وہ طنزیہ مسکرا کر کہتا گاڑی کو صبیحہ کے کالج کے پاس روک گیا۔۔۔

میں ٹھیک نہیں ہوں میں اندر ہی اندر مر رہی ہوں ہوں کوئی نہیں جانتا میں نے کتنی بار اپنے آنس چھپائیں ہیں۔۔۔ میرے دل کو کتنی تکلیف ہوئی میرے اور میرے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔۔۔۔

وہ اپنے آنسوئں پہ ضبط کہ پہرے لگا کر کہتی تیزی سے گاڑی سے نکلتی کالج میں داخل ہوگئی تھی۔۔۔

داور اپنے آنکھوں کے گوشے سے آنسو صاف کرتا مسکرا کر گاڑی اسٹارٹ کر گیا۔۔۔

ooo ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ ـــــــــــــــــــــــــــــــــ ooo

اچانک لائٹ بند ہوئی تھی عورتیں کچھ ڈر گئی تھیں اور کچھ زور زور سے لائٹ ان کرو کہہ رہی تھیں۔۔۔

"مہندی لگا کے رکھنا" "ڈولی سجا کے رکھنا" "مہندی لگا کے رکھنا" "ڈولی سجا کے رکھنا"۔۔۔

گانے کی دھن اور فوکس لائٹ کی وجہ سے سب اسٹیج کی طرف متوجہ ہوئے تھے پیلے لہنگے ہری چولی اور پیلے دوپٹے میں ملبوس رمشہ سکندر ہاتھوں کو اگے کیے نیچے سے اٹھتی گول گول گھومی تھی۔۔۔

"لینے تجھے آ گوری۔۔۔"آئیں گے تیرے سجنا"

"مہندی لگا کے رکھنا"

"ڈولی سجا کے رکھنا"

رمشاہ نشہ کی طرف اشارہ کرتی اس کی بلائیں لیتی اپنے بائیں ہاتھ کو اگے کرتی دائیں ہاتھ سے اسٹیپ بائی اسٹیپ ڈانس کر رہی تھی۔۔۔

سب عورتیں تالیاں بجا رہی تھیں اورمشہ کی دوستیں ہوٹنگ کر رہی تھیں اور کچھ فاصلے پہ کھڑا آریان شاہ حیرت سے رمشا کو دیکھ رہا تھا اسے تو یہ سمجھ ہی نہیں ارہا تھا کہ رمشہ نے ڈانس کہاں سے سیکھا ہے۔۔۔؟

اڑ اڑ کے تیری زلفیں

کرتی ہیں کیا اشارے

دل تھا مکے کھڑے ہیں

عاشق سبھی کنورے

چھپ جائیں ساری کڑیاں

گھر میں شر مکے مارے

گاوو میں آ گئے ہیں

پاگل شہر کے سارے

نظریں جھکا کے رکھنا

دامن بچا کے رکھنا

نظریں جھکا کے رکھنادامن بچا کے رکھنا

لے نے تجھے او گوری

آیینگے تیرہ سجنا

میہندی لگا کے رکھنا

ڈولی سجا کے رکھنا

سہرا سجا کے رکھنا

چہرا چھپا کے رکھنا

میں ایک جوان لڑکا

تو ایک حسین لڑکی

یہ دل مچل گیا تو

میرا قصور کیا ہیں

رکھنا تھا دل پے

قابو یہ حسن تو ہیں جادو

جادو ہی چل گیا تو

میرا قصور کیا ہیں

راستہ ہمارا تکنا

دروازہ کھلا رکھنا

راستہ ہمارا تکنا

دروازہ کھلا رکھنا

لے نے تجھے او گوری

آیینگے تیرہ سجنا

کچھ اور اب نا کہنا

کچھ اور اب نا کرنا

کچھ اور اب نا کہنا

کچھ اور اب نا کرنا

یہ دل کی بات اپنے

دل میں دبکے رکھنا

میہندی لگا کے رکھنا

ڈولی سجا کے رکھنا

سہرا سجا کے رکھنا

چہرا چھپا کے رکھنا

شوا شوا۔۔اویے۔۔اویے۔۔اویے

شوا شوا۔۔اویے۔۔اویے۔۔اویے

شوا شوا۔۔اویے۔۔اویے۔۔اویے۔۔۔۔۔۔

وہ گانے پہ اسٹیپس مکمل کرتی پھر سے گھومی تھی۔۔۔

اسٹیج کی نکلی ہوئی کیل میں اسکا لہنگا اٹکا تھا اس سے پہلی وہ زمین کو سلامی پیش کرتی آریان شاہ تیر کی تیزی سے اس تک پہنچا تھا۔۔۔

وہ اسے بازو سے پکڑتا ایک ہاتھ اسکی کمر کے پاس لے جاتے اسکا ہاتھ اپنے کندھے پہ رکھتا اسکا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر ہلکا ہلکا آگے پیچھے ہونے لگا تھا ....

آج پھر تم پر پیار آیا ہے

بے حد اور بے شمار آیا ہے

آج پھر تم پر پیار آیا ہے

آج پھر تم پر پیار آیا ہے

بے حد اور بے شمار آیا ہے

ٹوٹے تو ٹوٹے تیری باہوں میں ایسے

جیسے شاخوں سے پتے بے حیا

بکھرے تجھی سے اور سمٹے تمہی میں

توں ہی میرا سب لے گیا

نہ فکر نہ شرم نہ لحاظ

ایک بار آیا ہے

وہ اسکو گھما کر اسکے بالوں میں خوشبو خود میں اتارتا سر شار ہوا تھا۔۔۔۔

پھر ذرے ذرے میں دیدار آیا ہے

پھر ذرے ذرے میں دیدار آیا ہے

بے حد اور بے شمار آیا ہے

آج پھر تم پر پیار آیا ہے

آج پھر تم پر پیار آیا ہے

بے حد اور بے شمار آیا ہے

وہ اسکی کمر پہ گرفت سخت کرتا اسے مزید خود میں بھینچ گیا۔۔۔۔

"توں ہی میری آوارگی"

"توں ہی دعا ہر شام کی"

توں خوامخواہ توں لازمی

توں ہی رضا توں ہی کمی

اور توں ہی وہ فراق ہے جس کو

ہیں سلسلوں نے میرے پاس لایا ہے

وہ اپنی انگلی سے اسکے ہونٹ سہلاتا اسے کانپنے پہ مجبور کر گیا۔۔۔۔

ہونٹوں پہ تیرے اظہار آیا ہے۔۔۔۔۔

ہونٹوں پہ تیرے اظہار آیا ہے۔۔۔۔

بے حد اور بے شمار آیا ہے۔۔۔۔

بے حد اور بے شمار آیا ہے۔۔۔۔۔

آج پھر تم پر پیار آیا ہے۔۔۔۔۔۔

بے حد اور بے شمار آیا ہے۔۔۔۔۔

آج پھر تم پر پیار آیا ہے۔۔۔۔۔۔

بے حد اور بے شمار آیا ہے۔۔۔۔۔

وہ اسے گھماتے اسے گرانے والے انداز میں جھلاتا پھر سے کمر سے تھام گیا

رمشا کی دھڑکنیں بے قابو ہوئی تھیں۔۔۔وہ گھبراتی اس شخص میں ہی پناہ لے رہی تھی۔۔۔۔

عورتیں حیرت سے منہ کھولے اپنے چھوٹے شاہ سائیں کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔

تہمینہ بیگم شرمندہ سی سر جھکا گئیں اور ثمینہ بیگم حیرت سے اپنے بھانجے اور بیٹی کے کارنامے دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔

°°° ________________ ________________ °°°

وہ روم کے دروازے کو آرام سے کھولتی اپنے چھوٹے چھوٹے پیروں سے چلتی اس تک آئی تھی جو سوئے ہوئے مغرور شہزادہ لگ رہا تھا چہرے پہ ہلکی سی مسکان تھی ہمیشہ کی طرح ماتھے پہ بال بکھرے تھے وہ اپنا مومی ہاتھ آرام سے

آگے بڑھاتی اس کے بالوں کو پیچھے کر گئی وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی واشروم

میں گئی ہاتھوں کو ٹھنڈے پانی سے دھو کر وہ باہر اور ابتسام کی گردن پہ اپنے

چھوٹے چھوٹے ہاتھ رکھ گئی سردی میں ٹھنڈے ٹھنڈے ہاتھوں کے لمس سے

اسکی نیند میں خلل آیا تھا وہ چھوٹی سی آنکھیں کھولے اپنی شرارتی سی بیوی

کو دیکھ رہا تھا جو بہت غور سے اس ہی دیکھ رہی تھی وہ مسکرا کر اسکے دونوں

ہاتھوں کو پکڑتا اسے کھینچ کر خود پہ گراتا کمبل کو دونوں پہ ڈال گیا وہ اپنی بڑی

بڑی آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہی تھی وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو چومتا اپنی

آنکھوں سے لگا گیا وہ شرم سے لال ہوتے گولوں کو اپنے ہاتھوں میں چھپانا

چاہ رہی تھی مگر اسکے دونوں ہاتھ اس کے سردار جی کی گرفت میں تھی۔۔۔

ہمارے ہاتھ چھوڑیں نا۔۔۔۔وہ اپنے ہاتھوں کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

کیوں چھوڑوں۔۔۔!وہ دوبارہ سے اسکے ہاتھوں کو چومتا دلکشی سے مسکرایا تھا۔۔

کیونکہ ہم کہہ رہے ہیں وہ چہرے پہ معصومیت لائے بولی تھی۔۔۔

اچھا جی چھوڑ دیے ابتسام نے اسکے ہاتھوں کو آرام سے چھوڑا تھا۔۔

زمزم نے پھر سے اپنے ہاتھ اسکی گردن پہ رکھ دیے اب کی بار ابتسام حیران ہوا تھا۔۔۔

یہ آپ بار بار میری گردن پہ ہاتھ کیوں رکھ رہی ہیں وہ اسے کمر سے خود میں بھیںچتا بولا تھا جو سکے اوپر ہی لیٹی تھی۔۔۔

افففف ہو ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو ہمارے ہاتھ ٹھنڈے لگیں وہ اپنے ہاتھوں کو بڑی عورتوں کی طرح ماتھے پہ مارتی بولی تھی۔۔۔

اچھا جی !! تو پھر آئیں وہ خود بھی اٹھتا اسے اپنے گود میں اٹھاتا واشروم کی جانب آیا تھا۔۔۔

ابتسام زمزم کو شیلف پہ بٹھاتا پانی کو ہلکا سا کھول گیا تاکہ چھینٹے بھی زمزم پہ نا آئیں۔۔۔

اب آپ ٹھنڈا پانی ہاتھوں میں بھر کر ہم پہ پھینک دیں!! ابتسام زمزم کو بغور دیکھ رہا تھا۔۔۔

لیکن اس سے تو آپ کو ٹھنڈ لگ جائے گی وہ چھوٹی تھی مگر اتنی بھی نہیں۔۔۔

تو جو آپ ٹھنڈے ہاتھ میری گردن پہ رکھ رہی تھیں اس سے مجھے ٹھنڈ نا لگتی

۔۔۔؟ ابتسام اپنی مسکراہٹ چھپاتا بولا تھا۔۔

نہیں وہ تو ہم مزاک میں رکھ رہے تھے نا زمزم اپنے چہرے پی آتی

لٹوں کو الٹے ہاتھ کی پشت سے پیچھی کی جانب کرتی بولی تھی۔۔۔

اچھا جی وہ مزاک مزاک میں تھا ابتسام ہنستا ہوا اسے اپنے گود میں بھرتا گرم

پانی کا شاور کھول گیا۔۔

یہ یہ کیا کردیا آپ نے ہمارے سارے کپڑے گیلے ہوگئے زمزم پانی کو خود پہ

آتا دیکھ ابتسام سے بولی تھی جو اسے بانہوں میں لیے شاور کے نیچے کھڑا تھا

۔۔۔

تو کوئی بات نہیں آپ میرے کپڑے پہن لینا۔۔۔ابتسام اسے لیے کتنی ہی دیر گرم پانی سے بگھوتا رہا اور پھر اسے وہیں پہ بٹھاتا شاور بند کرکے چینجنگ روم سے اپنے کپڑے لے کر اس کے پاس آیا تھا۔۔

آپ چینج کرلیں میں بھی کرلیتا وہ یہ کہتا خود چینجنگ روم کی طرف چلا گیا ۔۔۔وہ شخص اپنی بیوی کو معزز رکھتا تھا اسکی عزت کرنا اور کروانا بھی جانتا تھا ۔۔۔۔

oooo ــــــــــــــــــــــــ ـــــــــــــــــــــــــــــــ oooo

آریانن !! داور نے آریان کو کال کی تھی جو دوسری بیل پہ ہی ریسیو ہوگئ تھی۔۔۔

وہ ٹوٹا لہجہ وہ نم آواز کی لرزش آریان جانتا تھا داور اس وقت اذیت میں ہے

۔۔

بولو داور سومرو!! وہ مسکرا کر بولا تھا وہ اس جیسا ہی لہجہ اپنا کر داور کی امید کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔

مت کر آریان آج ہمت نہیں داور سومرو میں تجھ سے مقابلے کی دیکھ نا میں ٹوٹ رہا ہوں بکھر رہا ہوں آجا یار !!! لرزتی آواز ٹوٹا ہوا مان بکھرے ہوا وہ شخص خود اس وقت قابلِ رحم تھا۔۔

تم باہر آؤ میں باہر ہی کھڑا ہوں آریان کو معلوم تھا داور اس وقت اس لائبریری میں موجود ہو گا۔۔۔

کیا۔۔۔؟ داور کے لہجے میں حیرانگی تھی آریان کب آیا تھا اس کیسے معلوم تھا۔

دروازہ کھول یار ٹھنڈ میں کلفی بن جائے گی آریان اسے ہنسانا چاہتا تھا۔۔

نہیں بنتی تیری کُلفی آرہا ہوں داور کال کو بند کرتا موبائل کو ٹیبل پہ رکھتے اٹھتا ہوا دروازے کے پاس آیا تھا۔۔

آجا میرا یار لگ جا گلے آریان خود ہی بانہیں پھلائے داور کے سامنے آیا داور اسکے گلے لگتا اپنی آنکھوں سے آنسو نا دوک پایا تھا۔۔

میں بِھکر رہا ہوں آریان میں ٹوٹ جائوں گا۔۔۔تو تو کچھ کر نا یار میں نے مر جانا ہے۔۔۔بچپن سے بچپن سے میری خوشیاں مجھ سے لوگوں نے چھین لیں میں اپنی قیمتی خوشی کیسے کسی اور کو دینے دوں۔۔۔؟ تو بتا نا آریان کیا کروں وہ لاکھ پہرے بھی بٹھاتا اپنے آنسوؤں پہ مگر اپنے دوست سے وہ چاہ کر بھی کچھ نا چھپا سکتا تھا

بکواس مت کر منہ توڑ دونگا بڑا آیا مرنے والا آریان داور کی کمر پہ مکا مارتا نم آنکھوں سے مسکرایا تھا۔۔۔

بے فکر ہو جا تجھے ساتھ لے کر مرونگا۔۔۔داور بھی ہنستا ہوا اس سے دور ہوا تھا۔۔

اب ٹھنڈ پڑ گئی تجھے آریان اسکے ہنسنے پہ چوٹ کرتا بولا تھا۔۔

ہاں نا تُو تو میری بیوی ہے نا داور اپنی مسکراہٹ کو چھپاتا بولا تھا۔۔۔

بے شرم انسان دور رہا کر مجھ سے تیرے اوپر کوئی بھروسہ ہی نہیں مجھے آریان مصنوعی غصے سے بولا تھا۔۔۔

یار کیا کروں تیرا حُسن ہی ایسا ہے میرا دل ڈگمگا جاتا ہے داور اپنے قدم آریان کی طرف بڑھا گیا۔۔

دیکھ دور رہ مجھ سے بے شرم انسان کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیا ہوتی ہے ۔۔۔۔“ آریان پیچھے کی طرف قدم بڑھاتا بولا تھا۔

پر مجھے کیا پتا وہ کیا ہوتی ہے آجا میری چھمک چھلو داور اپنی ہنسی کو کنٹرول کرنے کے چکر میں چہرا سرخ کر بیٹھا تھا۔۔۔

بے غیرت انسان مجھے آنا ہی نہیں چاہیے تھا دفع ہو جا یہاں سے جا رہا ہوں میں آریان داور کو پیچھے کرتا تیزی سے لائبریری سے نکل گیا داور کا فلک شگاف قہقہ پوری لائبریری میں گونجا تھا۔۔۔

اور ہاں شام میں ڈیرے پہ آجانا ایک مست پلین سوچا ہے میں نے آریان دروازے سے آواز لگا کر کہتا واپس چلا گیا تھا۔۔۔

ظہر کی اذانیں سنتے داور نے بھی لائبریری سے نکلتے مسجد کا رُخ کیا تھا۔۔۔

ooo ــــــــــــــــــ ــــــ ــــــــــــــــــــ ooo

وہ آف وائٹ رنگ کے شرارہ چولی پہ مہرون دوپٹہ میں ملبوس اسٹیج پہ آ بیٹھی تھی اس سے کچھ ہی فاصلے پہ تبریز شاہ سفید کاٹن کی قمیض شلوار میں ملبوس صوفے پہ بیٹھا تھا تہمینہ شاہ اور ثمینہ شاہ انتظامات دیکھ رہی تھیں آریان قاضی صاحب کو لینے گیا تھا مقدر شاہ اور سکندر شاہ ڈیرے پہ مردوں کے انتظامات دیکھ رہے تھے۔۔۔

رائل بلو لانگ فراک پہ ہلکے سے میک اپ اور ہاتھوں میں بھر بھر کر چوڑیاں پہنے رمشا سکندر آریان شاہ کو اپسرا لگی تھی۔۔۔

ڈیپ گرین لہنگے چولی پہ خوبصورت سے میک اپ میں ہاتھوں میں گجرے پہنے شرمینہ بھی بیت پیاری لگ رہی تھی سعد چاہ کر بھی اس پر سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔۔۔

عورتوں کے سائڈ کسی غیر مرد کو آنے کی اجازت نہیں تھی مگر سعد سب کا دیکھا بھالا تھا۔۔۔

اسلام علیکم!!! سعد سب سے چھپتا شرمینہ تک آیا تھا جو آج بغیر موبائل کے تیار کھڑی ٹیڑھے منہ بنا رہی تھی۔

وعلیکم السلام!!! جی فرمائیں آج کیا توڑنے آئیں ہیں ...؟ شرمینہ منہ بسور کر بولی تھی۔۔۔

ہائے ظالم اس مسکین کا دل تو نا توڑیں سعد مسکراتا ہوا بولا تھا۔

دیکھیں میرے پاس اتنا فالتو ٹائم نہیں کہ میں آپ کی فضول باتیں سنوں

شرمینہ غصے سے کہتی لان سے نکلتی حویلی میں چلی گئی اور سعد اپنے بالوں میں

ہاتھ پھیرتا ادھر ادھر دیکھ کر کنفرم کر رہا تھا کہ کہیں کسی نے اسکی بے عزتی

تو نہیں دیکھ لی۔۔۔

نکاح شروع ہوا تھا !!!!

نشا سکندر ولد سکندر شاہ آپ کا نکاح تبریز شاہ ولد مقدر سے با حق مہر دس لاکھ

روپے کیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے ..؟

(میں آپ کو خود سے محبت کرنے پہ مجبور کر دونگی تبریز سائیں) قبول ہے !!!

مولوی صاحب سے پھر سے کلمات دہرائے۔۔۔

(یہ جاہل لڑکی آپ کو اپنی تعلیم سے آشنا کروائے گی شاہ سائیں) قبول ہے !!!

مولوی صاحب نے آخری بار پھر سے کلمات دہرائے۔۔۔

(میرے وجود آپ کو برا لگتا ہے نا میں خود سے محبت کرواؤنگی آپ کو)

قبول ہے !!!

مولوی صاحب اب تبریز شاہ کے پاس آئے تھے۔۔

تبریز شاہ ولد مقدر شاہ آپ کا نکاح نشا سکندر ولد سکندر شاہ سے با حق مہر دس

لاکھ روپے سکہ رائج الوقت کرویا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے ..؟

(میں تمہاری زندگی عذاب بنا دونگا نشا سکندر شاہ)

قبول ہے۔۔۔

(تم سے اتنی نفرت کرونگا کہ تم میرے پاس تک نہیں آئو گی)

قبول ہے۔۔۔

(تمہاری سانسیں بھی تم پہ تنگ کر دونگا میں وہ خود سے وعدہ کرتا مسکرا کر آخری بار قبول پے کہہ گیا تھا۔۔۔

ہر طرف مبارک کا شور گونجا تھا سب مبارک باد دے رہے تھے نشا کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔۔۔

(اس وقت بھی بارات آنی تھی مگر آئی نہیں وہ خوبصورت اور نازک سی دلہن انتظار کرتی رہ گئی کوئی نہیں ہاں کوئی بھی نہیں آیا تھا وہ پاکیزہ لڑجی بدنام کر دی گئی تھی لوگ اسے برا بھلا کہہ رہے تھے وہ لوگوں کی باتوں سے تنگ آتی تیزی سے اٹھتی سیڑھیاں چڑھتی چھت پہ آئی تھی اور پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

نشا کو رخصت کرکے تبریز شاہ کے کمرے میں لایا گیا تھا۔۔۔

وہ بیڈ پہ بیٹھی اپنی بے قابو دھڑکنیں سنبھال رہی تھی

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

سرادار جی بات سنیں۔۔۔!وہ کپڑے بدل کر باہر آئی تھی اور ہاتھ میں کچھ

چھپایا ہوا تھا۔۔۔

ہاں بولو ابتسام بھی سامنے موجود صوفے پہ بیٹھتا بولا تھا۔

وہ وہ۔۔۔!وہ اپنی انگلیاں مروڑتی ادھر ادھر دیکھنے لگی۔۔۔

وہ کیا۔۔۔؟ ابتسام نے آبرو اُچکا کر پوچھا۔۔۔

کیا ہم آپ کو نیل پالش لگادیں۔...؟ اس نے انگلیاں مروڑتے سوال کیا تھا۔۔

نہیں وہ دو ٹوک لہجے میں کہتا صوفے سے اٹھ کر ڈریسنگ کی طرف بڑھا۔۔۔

پلیز سردار جی وہ اپنی آنکھوں میں نمی لائے بولی تھی اور یہاں ابتسام سومرو لاچار ہوا تھا۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے پھر آپ صاف کردینا ابتسام خود پہ پرفیوم چھڑکتا شیشے سے اپنی چھوٹی سی بیوی کو دیکھ رہا تھا جسکی آنکھیں چمک اُٹھی تھیں۔۔۔

کیا ہم آپ کے بالوں میں پونی بھی لگا دیں۔۔۔؟ اس نے پھر سے پوچھا تھا ۔۔۔

نہیں بلکل نہیں ابتسام نے پیچھے مڑ کر زمزم کو دیکھا تھا۔۔

اچھا ٹھیک ہے صرف نیل پالش ہی لگا دیتے ہیں وہ اپنی آنکھیں چھوٹی کیے ہوئے بولی تھی۔۔۔۔

ہممم ابتسام کہتا اسکے پاس آکر بیٹھ گیا۔۔۔

لگائیں اب ابتسام نے اپنا دائیاں ہاتھ آگے کیا۔۔

ہم یہاں بیٹھ کر لگائیں۔۔۔؟ زمزم نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اپنے سردار

جی کو گھورنا چاہا تھا۔۔۔

آہہ نہیں جی آپ یہاں بیٹھ کر لگائیں ابتسام مسکراتا ہوا اسے گود میں بٹھا گیا

۔۔۔

زمزم اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتی اپنے گالوں کی لالی کو چھپاناچاہ رہی تھی۔۔۔

ارے کیا ہوا لگائیں نا !!! ابتسام اپنی مسکراہٹ چھپاتا بولا تھا۔۔۔

آپ ایسے مت دیکھیں نا۔۔۔!زمزم اسکے دیکھنے سے پزل ہوئی تھی۔۔۔

تو کیسے دیکھوں میں ابتسام اسے پیٹ سے پکڑتا مزید خود میں بھینچتا اسکی خوشبو

اپنے اندر اتارنے لگا۔۔۔

سردار جی ایسا مت کیا کریں نا !!! زمزم شرم سے لال ہوئی تھی۔۔۔

کیسے ...؟ ابتسام لے اپنی گرفت تھوڑی سی ڈھیلی کی تھی۔۔۔

کچھ نہیں زمزم شرماتی اپنا سر ابتسام کے سینے پہ رکھ گئی۔۔۔

○○○ □ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ □ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ □ ○○○

امرحا مسلسل کئی دنوں سے خود پہ کسی کی نظریں محسوس کر رہی تھی اسے ہر وقت لگتا تھا کہ کوئی ہے جو اسے دیکھ رہا ہے وہ آج ماہ نور کو اسکول چھوڑنے آئی تھی مگر کوئی تھا جو اسکا پیچھا کر رہا تھا وہ بار بار پیچھے مُڑ کر دیکھ رہی تھی مگر کوئی نہیں تھا۔۔۔

وہ ماہ نور کو گیٹ پہ چھوڑتی پیچھے مڑی کہ کسی نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا اور وہ کٹی ڈال کی طرح اس شخص کے چوڑے سینے سے ٹکرائی تھی۔۔۔

اسکی دھڑکنیں بے قابو ہوئی تھیں آخر کون تھا۔۔۔۔؟ وپ شخص ایک گاڑی تیزی سے اسکے پاس سے گزری اگر ایک لمحہ بھی دیر ہوتی تو امرحا کا نام و نشان بھی نا بچتا۔۔۔"

کک کون ہیں۔۔؟ وہ اس شخص سے فوراً دور ہوتی اسکی ماسک اور چشمے کے پیچھے چھپی آنکھوں میں گھورتی بولی تھی۔

انسان ہوں ...! مقابل کا لہجہ شوخ تھا۔۔

شکریہ بتانے کیلیے میں تو آپ کو جانور سمجھی تھی امرحا منہ بسورتی ہوئی اس سے دور ہوئی تھی۔۔۔

ارے شکریہ کہ کوئی بات نہیں میں ایسے چھوٹے موٹے احسان چلتے پھرتے کرتا رہتا ہوں وہ لہجے میں شوخی سموئے بولا تھا۔۔۔

آپ سیدھی شرافت سے اپنا نام بتائیں ورنہ امرحا نے اپنی انگلی کو اٹھاتے مقابل کو وارن کیا تھا۔۔

ورنہ۔۔۔؟ شایان کہتا اپنے قدم امرحا کی طرف بڑھا گیا۔۔۔

دیکھیں دور دور رہیں مجھ سے امرحا اپنے قدم پیچھے کو لینے لگی۔۔۔

اچھا اچھا ریلیکس میں دور ہی ہوں۔۔۔! شایان دو پل میں سنجیدہ ہوتے اپنے قدموں کو پیچھے کرتے وہ اس ہلکی سی روشنی میں کہیں غائب ہو گیا تھا۔۔۔

امرحا حیرت سے کبھی اپنے ہاتھ کو دیکھتی جس پہ اس شخص کا لمس موجود تھا تو کبھی اس جگہ کو جس جگہ سے وہ شخص غائب ہوا تھا۔۔۔۔

°°° □ ــــــــــــــــــــــــــــــــ □ ــــــــــــــــــــــــــــــــ □ °°°

رانی !!! رانی۔۔۔؟ تبریز گھر میں داخل ہوتا رانی کو آوازیں دے رہا تھا جو ناجانے کہاں تھی۔۔۔

جج جی سائیں وہ تیزی سے ایک کمرے سے نکلتی اس تک آئی تھی۔۔۔

کہاں تھی تم یار میں ڈر گیا تھا تبریز بغیر کچھ سوچے رانی کو اپنے گلے لگا گیا ۔۔۔کوئی وجود تھا وہاں جس نے اس منظر کو دیکھتے اپنے ہاتھوں کی نٹھیاں بھینچی تھیں۔۔۔

سائیں میں یہیں تھیں میں نے کہا جانا ہے رانی اس کے ساتھ لگے ہوئے ہی بولی تھی۔۔۔

رانی بس مجھے نہیں پتا میں جب بھی آئوں تم میرے سامنے ہو دو پل کیلیے بھی میں تمہیں دور نہیں کرسکتا تبریز اسے اپنے ساتھ لگائے پاس پڑی پلنگ پہ ہی بیٹھ گیا۔۔۔

سائیں مجھے لگا تھا کہ آج آپ کی شادی ہے تو آپ وہیں ہونگے رات میں رانی نے خود تبریز سے دور ہوتے کہا۔۔

نہیں میں کیوں اسکے پاس رہوں گا مجھے تمہارے پاس سکون ملتا ہے تبریز نے رانی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔۔۔

نہیں سائیں کچھ بھی ہے آج آپ کو انکے پاس ہی ہونا چاہیے کیونکہ اس طرح حویلی والوں کو آپ پہ شک ہو سکتا ہے رانی نے اپنا ہاتھ چھڑوا کر کہتی تبریز سے تھوڑا فاصلہ قائم کر گئی۔۔۔

نہیں رانی میں یہیں ٹھیک ہوں تبریز کہتا رانج کہ گود میں سر رکھ گیا۔۔۔

سائیں آپ کو سمجھ نہیں آتا میں کیا کہہ رہی ہوں آج آپ وہاں جائیں رانی

نے تبریز کا سر اپنی گود سے ہٹاتے کہا۔۔۔

ٹھیک ہے تبریز بس اتنا کہتا غصے سے نکلتا اپنا رخ حویلی کی طرف کر گیا۔۔۔

رانی مسکراتے ہوئے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھا گئی۔۔۔

ooo□ـــــــــــــــــــــ□ـــــــــــــــــــــ□ـــــــــــــــــــــ

ooo□ـــ

ہر سو اندھیرا تھا دور سے کہیں جانوروں کی آوازیں ماحول میں لرزش پیدا کر

رہی تھیں ایسے میں دو وجود زمین پہ اوندھے منہ لیٹے اپنی زندگی کی دعا مانگ

رہے تھے۔۔۔۔

ایس اے ہمیں معاف کک کردو ایک وجود کی آواز پہ دور کھڑا وہ شخص جو کہ بلیک جینس بلیک ہُڈی میں ملبوس تھا مسکرایا تھا۔۔۔

ایس اے ہہم ہمیں چھوڑ دو ہہم ہمارا کک کوئی قصور نہیں ہمیں آرڈر ملا تھا ۔۔۔وہ لوگ اپنے سامنے ہر طرح کے کیڑوں کے جار دیکھ بے حال ہو رہے تھے۔۔۔۔

ایس اے تم تم ہمیں سن سکتے ہو۔۔۔؟ وہ وجود ایک ساتھ جہتے اٹھنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہے تھے رسی کو مضبوطی سے باندھا گیا تھا۔۔۔

ایس اے سن کر بھی ان سنا کرتا ہے۔۔۔!بالآخر وہ شخص بولا تھا اسکی بھاری آواز فضا کو مزید خوفناک بنا رہی تھی۔۔۔

ایس اے ہمیں معاف کردو ہمیں معاف کردو وہ لوگ چینخ رہے تھے بلیک

ہُڈی میں ملبوس شخص طنزیہ مسکرایا تھا۔۔۔

ان کیڑوں سے بچ گئے تو ایس اے سے بھی بچ جائو گے ایس اے کہتا ان جار

میں موجود کیڑوں کو ایک بٹن دباتے ہی کھول گیا۔۔۔

وہ کیڑے آہستہ آہستہ بڑھتے ان دونوں لوگوں کے پاس آرہے تھے وہ دونوں

وجود خود کو گھسیٹتے پیچھے کی جانب ہونا چاہتے تھے۔۔۔

ہمیں معاف کردو ایس اے خود پہ کن کھجوروں اور دیگر کیڑوں کو اپنے جسم

پہ چڑھتا دیکھ وہ چلائے تھے۔۔۔

معافی۔۔؟ وہ کیا ہوتا ہے۔۔۔؟ ایس اے کی ڈکشنری میں معافی نامی کوئی لفظ نہیں۔۔۔!!"وہ شخص کہتا سگریٹ جلاتا پاس پڑی کرسی کو گھسیٹتا اس پہ بیٹھ گیا۔۔

وہ کیڑے رینگتے ہوئے ان دونوں پہ چڑ رہے تھے وہ کبھی اپنے ہاتھوں کو کھولنے کی کوشش کرتے تو کبھی اٹھنے کی مگر آہستہ آہستہ ان کیڑوں کا زہر ان کے جسموں میں جانے لگا تھا وہ کیڑے رینگتے رینگتے ان دونوں کے کانوں میں جا رہے تھے وہ لوگ چلا رہے تھے مگر مقابل ایسے تھا جیسے وہاں کوئی ذی روح ہی نہیں تھی۔۔۔

°°°° □□□ °°°°

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔

نشا کا دل تو کسی سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔۔۔

کیا کہا تھا تم سے میں نے کہ تمہاری اتنی اوقات نہیں کہ تم تبریز مقدر شاہ کی

بیوی بن سکو تو پھر کس سے پوچھ کر تم یہاں بیٹھی ہو ہاں۔۔۔۔؟ وہ ایک

ہاتھ سے اسکی ٹھوڑی کو سختی سے جکڑے دوسرے ہاتھ سے اسے کھڑا کرتا ہوا

چلایا تھا۔۔۔

وہ وہ سائیں !!!!

او جسٹ شٹ اپ یو بلڈی بچ جاہل عورت نہیں ہوں میں کوئی سائیں تمہارا

تبریز اسے بیڈ پہ پٹختا کھڑکی کی طرف آیا تھا۔۔

وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا غصہ تھا کہ کم ہو ہی نہیں رہا تھا۔۔۔

ٹھنڈی ہوا ماحول کو پُراسرار بناتی تھی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا کھڑکی سے ہوتا تبریز سے ٹکرایا تھا ہوا تیز تھی اور ٹھنڈ اس بار کچھ زیادہ ہی پڑی تھی۔۔۔

اس اس کو بب بند کردے سس سردی ہے نشا ہکلاتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

تبریز باہر دیکھتا مسکرایا تھا اسکی برائون مقناطیسی آنکھیں مسکرائی تھیں ایک چمک چھو کر گزری تھی۔۔۔

چلو میرے ساتھ تبریز اسکے سجے سنورے روپ کو سرے سے نظر انداز کرتا اسے کھینچتا ہوا نیچے لایا تھا۔۔

سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے ملازم بھی سب اپنے اپنے گھروں میں تھے۔۔۔

ان سب برتنوں کو پھر سے دھو۔۔۔۔!!!!" وہ نشا کا ہاتھ پکڑتا اسے کچن میں لایا تھا۔۔۔

سس سائیں !!!" او شٹ اپ برتن دھو وہ پتھر بنا بولا تھا۔۔

سردی ہے۔۔۔۔" نشا آہستہ سے بولی تھی بچپن سے اسے سردی پسند نہیں تھی اور یہ بات تبریز شاہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔۔۔۔

آئی ڈونٹ کیر اوپسسسس میرا مطلب مجھے پرواہ نہیں دراصل میں بار بار بھول جاتا ہوں کہ میں نے ایک جاہل لڑکی نہیں نہیں لڑکی نہیں ایک گائے کو اپنے اوپر مُسلت کر لیا ہے وہ بغیر اسکے آنسوؤں کی پرواہ کیے بولا تھا۔۔۔۔

پہلے ہی دن اپنے محرم سے ایسے الفاظ سننا اور اس شخص سے جس سے آپ نے بچپن سے محبت کی ہو کتنی تکلیف دیتا ہے اسے وقت سوائے نشا سکندر کے کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

ایک بات سمجھ نہیں آتی تمہیں نشا سکندر آئی سیڈ کہ برتنوں کو دھو وہ دبا دبا چلایا تھا۔۔۔

جج جی !! نشا جلدی سے کہتی دُھلے ہوئے برتنوں کو پھر سے دھونے لگی گرم سیال اسکی آنکھو سے بہتا سنگِ مرمر کے فرش پہ گر رہا تھا اسکے بچپن سے سجائے خواب اس طرح ٹوٹے تھے کہ وہ چاہ کر بھی کچھ نا کر پائی تھی۔۔۔

آہستہ آواز میں دھو کوئی جاگنا نہیں چاہیے تبریز پاس پڑی کرسی کو گھسیٹ کر اپنے پاس کرتا اس پہ بیٹھ گیا۔۔

جج جی !!! نشا اپنے آنسوؤں کو بار بار صاف کرتی برتنوں کو دھو رہی تھی اسے

تقریباً آدھا گھنٹہ لگا تھا سارے برتنوں کو دھونے میں کانچ کا گلاس اسکے ہاتھ

سے چھوٹتا اسے پیروں پہ ٹوٹا تھا۔۔۔

خون لکیروں میں بہہ رہا تھا وہ اپنی سسکی روکے کھڑی تھی۔۔۔

اندھی ہو کیا نظر نہیں آتا تمہیں"۔۔؟ تبریز تیزی سے اُٹھتا اسکے پاس آیا تھا

۔۔۔

دیکھا نہیں پائوں پہ لگ گئی تمہیں تبریز کہتا اسکے قدموں میں بیٹھا تھا نشا سکندر

حیران ہاں وہ حیران ہی تو رہ گئی تھی اس مرد پہ وہ کیا تھا۔۔۔؟ پل میں تولہ

پل میں ماشہ"۔۔۔۔

اسے چھوڑ دو صبح صاف ہو جائے تم چلو کمرے میں تبریز اسے کچھ بھی سوچنے کا موقع دیے بغیر اسے بانہوں میں بھرتا آرام آرام سے سیڑھیاں چڑھتے کمرے میں لایا تھا۔۔۔

وہ الماری سے فراٹ ایڈ بوکس نکالتا اسکے پاس آیا جو صوفے پہ بیٹھی خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی۔۔۔۔

وہ آرام سے کانچ کو نکالتا خون کو صاف کرتا بینڈچ کرتا اٹھ کر فرسٹ ایڈ بوکس کو واپس رکھنے کیلیے مُڑا تھا۔۔۔

سنیں !!! وہ آہستہ آواز میں بولی تھی۔۔۔۔۔

ہمم !! تبریز نے بغیر مُڑے کہا تھا۔۔۔۔

شکریہ □❤ !!!" وہ اپنی آنکھوں کے گوشوں سے نمی صاف کرتی بولی تھی

ضرورت نہیں !! تبریز طنزیہ کہتا بوکس کو الماری میں رکھتا کمرے سے نکل گیا

°°°°□□□□°°°°

بول کیوں بلایا تھا میری چھک چھلو۔۔۔" داور اپنی ہنسی چھپاتا آریان کے پاس ہی بیٹھا تھا۔۔۔

دیکھ مجھے لگا رہا ہے بھابھی کے غم میں تیرا دماغ کھسک چُکا ہے آریان داور سے تھوڑا فاصلہ قائم کرتے بولا تھا۔۔۔

ارے کہاں جانِ من دماغ تو اب آیا ہے ٹھکانے پہ داور اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش کرتا آریان کے نزدیک ہوا تھا۔۔۔

بے شرم انسان کچھ شرم کر لے دوست ہوں تیرا آریان اسکے ارادوں کو بھانپتا اُٹھ کر سامنے بچھی پلنگ پہ بیٹھا تھا۔۔۔

ہاں نا دوست ہے تو تبھی تو تجھ پہ پیار آرہا ہے داور اپنی شال کو درست کرتا اُٹھ کر پھر سے آریان کے ساتھ بیٹھا تھا۔۔۔

ذلیل انسان بے شرم بے حیا۔۔۔!!!دفع ہو جا اب میں کوئی پلین ولین نہیں بتا رہا آریان اپنی گھڑی پہ ٹائم دیکھتا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔

اچھا اچھا مزاک کر رہا ہوں تو بتا کیا بتانا ہے داور دو پل میں بلکل سنجیدہ ہوا تھا

۔۔۔۔

ہاں اب ٹھیک ہے اب میری بات سن آریان پھر سے بیٹھتا مگر داور سے تھوڑا دور ہو کر بولا تھا۔۔۔

دیکھ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس بندے کو اٹھا لیتے ہیں جو بھابھی کا رشتہ لانے والا ہے آریان داور کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

نہیں !!! بس ایک لفظی جواب چہرہ ہر تاثر سے صاف تھا۔۔۔

اچھا پھر اس کو ڈرا دھمکا دیتے ہیں آریان نے ایک اور مشورہ دیا تھا۔۔۔

نہیں !! چہرے پہ سپاٹ تاثرات تھے۔۔۔

اچھا پھر بھابھی کو کہیں غائب کروا دیتے ہیں آریان نے آخری کوشش کی تھی

۔۔۔

نہیں بلکل نہیں داور بلکل سنجیدہ لہجے میں بولا تھا۔۔۔۔

بس پھر ٹھیک ہے تو بھابھی کی شادی میں مُجرا کرلینا آریان غصے سے بولا تھا

زیادہ بکواس مت کر میں اس کہ کردار پہ کوئی سوال نہیں آنے دونگا“ اور اگر میری محبت سچی ہے تو وہ مجھے مل جائے گی میں کوئی فضول حرکت نہیں کرونگا ۔۔۔! داور کہہ کر اپنی شال کو اپنے کندھوں پہ ڈالتا لمبے لمبے ڈنگ بھرتا ڈیرے سے نکل گیا۔۔۔

تو پھر شادی میں کرسیاں لگانے کیلیے تیار ہو جا میرے بچے آریان نے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔۔۔ وہ خود بھی بہت پریشان تھا داور کیلیے مگر وہ کیا کرسکتا تھا

مرد کو کبھی بزدل نہیں ہونا چاہیے داور سومرو اگر محبت نا ملے تو تجھے چھین لینی

چاہیے تھی۔۔۔میں نہیں چاہتا کہ تو ساری زندگی عشق کے روگ میں گزارے

آریان اپنی سوچوں کو جھٹکتا ڈیرے سے نکلا تھا۔۔۔

آج تو اُسکی شپاٹری چاہ کر بھی اس نہیں بچ سکتی تھی رمشا سکندر کا خیال آتے

ہی آریان کے عنابی ہونٹوں پہ مسکراہٹ رقص کرنے لگی تھی۔۔۔"

°°°□□□□°°°°

وہ ڈیرے سے نکلتا فجر کی نماز پڑھ کر حویلی لوٹا تھا۔۔۔

حویلی میں سب ہی پانچ وقت کی نماز پڑھتے تھے۔۔۔

آریان کو اس وقت مچھ چاہیے تھا تو بس رمشا سکندر شاہ۔۔۔

وہ بغیر کسی کی پرواہ کیے رمشا کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔۔

"ہائے کتنی معصوم ہوں میں اور پیاری بھی۔رمشہ ڈریسنگ کے آگے کھڑی خود کی ہی تعریف کر رہی تھی۔

جو بھی دیکھے بس دیکھتا رہ جائے۔پہلی نظر والا پیار ہو جائے اسے مجھ سے۔

جان نہ نکال دوں اس کی جو تمہیں نظر بھر کر دیکھے۔

وہ جو شیشے کے آگے کھڑی خود کی ہی شان میں قصیدے پڑھ رہی تھی آریان کی آواز سن کر فوراً پلٹی۔

ا۔۔اپ ک۔۔کب آئے۔اسے دیکھ وہ فوراً گھبرا گئی۔

ابھی جب آپ خود کی تعریفیں کر رہی تھی۔وہ چلتا ہوا اس کے رُوبرو آیا۔

نہیں وہ تو میں بس۔۔رمشہ اس کی موجودگی سے خجل ہوئی۔

اتنا نے اسے کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا رمشہ کٹی ڈھال کی طرح اس کے سینے سے جا لگی۔پیاری تو آپ واقعی بہت ہیں تبھی تو یہ بندہ بشر تمہارے آگے آ کر کمزور ہو جاتا ہے۔اریان خمارزدہ لہجے میں بولا۔

ڈاکٹر کو جا کر چیک کروائیں کیوں کمزور ہو رہیں ہیں آپ۔رمشہ معصوم منہ بنا کر بولی۔

آریان کا قہقہ گونجا۔

میری جان تم تو معصوم بھی ہو۔اریان اس کا گال چومتے بولا۔

ہاں وہ تو میں ہوں۔رمشہ اترا کر بولی۔

میری جان جیسی بھی ہو صرف میری ہو۔وہ شدت بھرے لہجے میں بولا۔

رمشہ نے اس کے سینے میں ہی منہ چھپایا۔

میری جان شرماری ہو۔اریان اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے بولا۔

اس دن کیا کرو گی جب مکمل طور پر میری دسترس میں آؤ گی۔

ن۔نہیں کریں نا ایسی باتیں۔رمشہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

آریان نے اک ہاتھ اس کے بالوں میں پھنسایا اور اس کا چہرہ اوپر کر کے اس

کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر سہلانے لگا۔

وہ اسے بھی مدہوش کر چکا تھا۔

وہ بھی سب بھلائے اس کا ساتھ دے رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اس سے الگ ہوا

تو رمشہ اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

ادھر دیکھو میری طرف۔اریان نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

میری جان ابھی سے یہ حال ہے تمہارا اس دن کیا ہو گا جب میں تمہارے جسم کے اک اک حصے کو اپنے لبوں س چھوؤں گا۔وہ اس کے ہونٹوں کو چھوتے بولا۔

میں بس محسوس کروں گی۔اس نے فورا آنکھیں بند کی اور خود کو کوسنے لگی کہ یہ کیا کہہ دیا۔

میری جان آپ تو مجھ سے بھی آگے جا رہی ہیں۔اریان اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے بولا۔

رمشہ نے شرما کر اس کے سینے میں منہ چھپایا۔

تبھی کسی کے قدموں کی آواز آنے لگی۔

سائیں کوئی آ رہا ہے۔رمشہ گھبراتے بولی۔

تو آنے دو۔وہ اس کو نظروں کے حصار میں لیے بولا۔

آپ چلیں جائیں نہ۔وہ معصوم منہ بنا کر بولی۔

اک شرط پر۔۔۔

وہ کیا۔وہ فوراً بولی۔

اک کس۔۔۔وہ مزے سے بولا۔

رمشہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

بی بی جی آپ کو نیچے بڑی بیگم بلا ری ہیں۔ملازمہ دستک دیتے بولی۔

اچھا آ رہی ہوں۔رمشہ اسے دیکھتے بولی۔

جی اچھا۔ملازمہ کہتی چلی گئی۔

جانے دیں۔انداز معصومانہ تھا۔

پہلے کس۔وہ بھی آریان تھا۔

رمشہ ایڑھیوں کے بل اوپر ہوئی اور اس کے ہونٹ چومنے لگی۔

وہ پھر سے مدہوش ہو گئی کافی دیر وہ پیچھے نہ ہوئی تو آریان نے اسے خود سے

الگ کیا

کیا ہو گیا جانم۔اریان بولا

کچھ نہیں میں چلتی ہوں۔یہ کہتے وہ جانے لگی کہ آریان کی آواز سے رکی۔

لگتا ہے رخصتی کروانی پرے گی میری بیگم میں اب صبر نہیں۔

اس کی بات سن کر رمشہ نے پلٹ کر اسے دیکھا اور مسکرا کر چلی گئی۔

آریان بھی مسکراتا ناشتے کیلیے نیچے چلا گیا۔۔۔۔"

کیسے ہو مختیار شاہ۔۔۔؟ کیا حال ہے۔۔۔؟ جبار سومرو آج اتفاقاً اپنی زمینوں کا دورہ کرنے آئے تھے اور کچھ ہی فاصلے پہ شاہوں کی زمینوں پہ مختیار شاہ کو دیکھ وہ بے اختیار انکے پاس آئے تھے جو اپنی زمینوں کو دیکھ رہے تھے۔۔۔

جبار سومرو بیس سالوں بعد آج مختیار شاہ سے مخاطب ہوئے تھے۔۔۔

جس حال میں چھوڑا تھا جبار سومرو میں آج بھی اُسی حال میں ہوں مختیار شاہ بغیر انکی طرف مڑُے بولے تھے گزرے ماہُ وصال میں بھی وہ جبار سومرو کی آواز نہیں بھولے تھے۔۔۔

مختیار ہمیں معافی نہیں مل سکتی کیا۔۔۔؟ جبار سومرو کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح کہتے اپنی نظریں جھکا گئے۔۔۔

کس کس چیز کی معافی دوں میں تمہیں۔۔۔؟ ہاں بتاؤ مجھے ۔۔۔" مختیار شاہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کی طرف باندھتے بولے تھے اُنکی نظریں ابھی بھی سرسوں کے ساگ کے لہراتے پھولوں پہ تھیں۔۔۔

ہر چیز کی معافی یار!! ان سالوں میں جبار سومرو اکیلا تنہا رہا ہے تیرے بغیر تنہا تھا یار میں معاف کردے اپنے جبرو کو" وہ پُر نم آنکھوں سے بولے تھے انکے قدم لڑکھڑائے تھے کہ مختیار شاہ تیزی سے پلٹتے انکا ہاتھ تھام کر انہیں سہارہ دے گئے۔۔۔

بہت انتظار کروایا ہے تو نے جبار سومرو اتنی آسانی سے معافی نہیں ملے گی ۔۔۔" مختیار شاہ ایک ایک لفظ کو آہستہ آہستہ کہتے جبار سومرو کے تھامے ہوئے ہاتھ کو آرام سے چھوڑتے اپنی زمینوں کی طرف بڑھ گئے جبار سومرو

کی آنکھوں سے ایک باغی آنسو نکلتا اس زمین میں جزب ہوا تھا جس میں کتنے

ہی لوگوں کے آنسو جزب ہوئے تھے۔۔۔۔

جبار سومرو کی نظروں نے مختیار شاہ کو دور تک پیچھا کیا تھا وہ پشیمان تھے اس

سب کیلیے اس دن کیلیے جس میں انکی کوئی غلطی نہیں تھی مگر وہ پھر بھی قصور

وار ٹھہرے تھے۔۔۔"

○○○○□□□□□○○○○○○

ہائے آج تو میں بہت تھک ہوں !!! شمس صاحب تھکے ہارے گھر میں داخل

ہوتے باہر صحن میں پڑی چارپائی پہ بیٹھے تھے۔۔۔

امرحا پرائمری اسکول میں پڑھاتی تھی ماہ نور اور احمد بھی اسکول گئے تھے۔۔۔

شمس میں نے ہزاروں بار آپ کو کہا ہے اتنا کام مت کیا کریں۔۔۔" شمسہ بیگم پانی کا گلاس ہاتھ میں پکڑے کچن سے باہر آئی تھیں۔۔۔

ارے کیا کروں اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کیلیے کام تو کرنا پڑے گا نا شمس صاحب اپنے ماتھے پی آئے پسینہ کو صاف کرتے شمسہ بیگم کے ہاتھ سے پانی کا گلاس تھام گئے۔۔۔

لیکن شمس آپ کو اپنی صحت کا بھی تو خیال رکھنا چاہیے نا۔۔۔" شمسہ بیگم انکے پاس ہی بیٹھ گئیں۔۔۔

ارے رکھتا ہوں میں خیال اپنا اب اگر میں روز صبح منڈی نا جائوں تو سستی سبزیاں اور پھل کہا سے لایا کروں۔۔۔؟ مہنگائی دیکھی ہے آسمان سے باتیں کر رہی ہے" شمس صاحب افسردگی سے بولے تھے۔۔۔

تو شمس ہم واپس کیوں نہیں چلے جاتے شمسہ بیگم ان اٹھارہ سالوں میں پہلی بار

وہ بات کہہ گئی تھیں جس سے شمس صاحب بچنا چاہتے تھے۔۔۔

ہر گز نہیں !!! شمسہ تمہیں اندازہ بھی ہے کہ اگر ہم وہاں گئے تو ہمارے ساتھ

کیا ہو گا۔۔۔؟ شمس صاحب پانی کا گلاس پیے بغیر ہی سائڈ پہ رکھتے اُٹھ

کھڑے ہوئے تھے۔۔۔

ایک بار تو۔۔۔۔۔"

بلکل نہیں آئندہ کے بعد تم ایسا سوچنا بھی مت شمس صاحب غصے سے کہتے

بڑے بڑے قدم اُٹھاتے گھر سے نکل گئے شمسہ بیگم بھی اپنا سر افسوس سے

جھٹکتی پانی کا گلاس اُٹھاتی واپس کچن میں چلی گئی تھیں۔۔۔"

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی کلاس میں داخل ہوا۔وہ اپنا رخ بورڈ کی طرف کیے بچوں کو وولز پڑھا رہی تھی۔۔۔بچے خاموشی سے اپنی نظریں بورڈ کی طرف کیے ساتھ ساتھ اپنی کاپیوں پہ کام لکھ رہے تھے۔۔۔

مِس جی کوئی آیا ہے۔۔۔" ایک بچہ احتشام کو کلاس کے دروازے کے پاس کھڑا دیکھ امرحا سے مخاطب ہوا جو بورڈ مارکر کو بند کرکے بک اٹھاتی پیچھے کی طرف مڑی تھی۔۔

تت تم ...! وہ اسے پہچانتی تیزی سے اسکی طرف آئی تھی۔۔۔

ارے واہ تو آپ مجھے جانتی ہیں۔۔۔" مقابل کی سرمئی مقناطیسی آنکھیں امرحا کی بھوری آنکھوں کو دیکھتی مسکرائی تھیں۔۔۔

بات سنو !!! اس نے انگلی اٹھاتے احتشام کی ماسک میں چھپی مقناطیسی آنکھوں کو دیکھا تھا۔۔۔

سنائیں۔۔۔" مقابل بھی احتشام تھا۔۔۔

یہ میرا اسکول ہے اور میں یہاں کوئی تماشہ نہیں چاہتی۔۔۔" وہ اسے غصے سے گھورتی بولی تھی۔۔۔

او تو یہ آپ کا اسکول ہے مجھے لگا تھا گورنمنٹ کا اسکول ہے اسکا لہجہ دو پل کو شوخ ہوا تھا۔۔۔

او تو تمہیں پتا ہے کہ یہ گورنمنٹ کا اسکول ہے مبارک ہو !! وہ دانت پیستی منہ بسور کر بولی تھی۔۔۔

خیر مبارک !! لیکن آج عید تو نہیں احتشام سومرو کو لفظوں سے مات دینا نا ممکن تھا۔۔۔

دیکھو !!! امرحا نے اسے غصے سے گھورتے انگلی اٹھا کر احتشام کی ماسک میں چھپی آنکھوں کی شرارت کو دیکھا تھا۔۔۔

دکھائیں !! ہووووووووووووو لیکن آپ کس سب کے سامنے شرم نہیں آئے گی احتشام نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے او کو خاصا کھینچا تھا۔۔۔

امرحا کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں وہ شخص کیا کیا سوچ لیتا تھا امرحا سے تصور بھی نا ممکن تھا۔۔۔

اسلام علیکم!! سر احتشام میم مہک (اسکول پرنسپل) کلاس روم میں داخل ہوتیں احتشام سے مخاطب ہوئی تھیں جو امرحا کی حیرت زدہ آنکھوں کو دیکھ رہا تھا

وعلیکم السلام!! احتشام مہک کو سرسری سا جواب دیتے اب بلکل سنجیدہ تھا تھوڑی دیر پہلے کی شوخی اب لہجے میں کہیں نہیں تھی۔۔۔

سر آپ نے دیکھا مس امرحا کیسے پڑھاتی ہیں۔۔۔؟ مہک ہلکی سی ہنستی احتشام سے مخاطب ہوئی جو بلکل سنجیدگی سے اپنے ہاتھ میں پہنی کالے نگینے والی انگوٹھی کو چمکتا دیکھ زیر لب مسکرایا۔۔

یس آئی سی !! وہ بس تین لفظ بولا تھا امرحا حیرت سگ کبھی مہک کو دیکھتی تو کبھی احتشام کو۔۔۔۔

او سوری مس امرحا یہ ہیں سر احتشام !!! ہمارے اسکول کے اونر .. مس مہک

اپنی آگے آتی لٹ کو ایک ادا سے کان کے پیچھے کرتی احتشام کو دیکھ رہی تھیں

او صحیح صحیح!! امرحا بس اتنا ہی کہہ پائی۔۔۔چہرہ حیرت سے اور اپنی نوکری چلے

جانے کے ڈر سے خوف زدہ بھی تھا۔۔۔

سر دوسری کلاس کو وزٹ کرلیں۔۔۔؟ مس مہک احتشام کو دیکھتی بولی تھیں۔۔

یس وائے ناٹ احتشام نے کہتے اپنا ماسک اتارا تھا۔۔۔

سرخ و سفید رنگت کھڑی مغرور ناک دائیں گال پہ پڑتا گڑھا ہلکی بڑھی ہوئی

داڑھی۔۔۔۔" وہ بلاشبہ ایک حسین مرد تھا کسی بھی لڑکی کا دل دو پل میں

دھڑکانے کا ہنر رکھنے والا۔۔۔

یو آر سو ہینڈسم !! مس مہک بے اختیار بولی تھیں۔۔۔

امرحا نے اپنا جھکا سر اٹھا کر احتشام کو دیکھا تھا بے شک مہک کا کہا حرف

حرف سچ تھا۔۔۔۔

امرحا کو خود کو دیکھتا پا کر احتشام نے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔۔

وہ اسکی نظروں میں دیکھتی جلدی سے اپنی نظریں جھکا گئی تھی۔۔۔

تھینکس مس مہک احتشام ہلکا سا مسکرایا تھا۔۔۔

جلن کی کچھ رمق امرحا کے دل میں اُٹھی تھی۔۔۔

چلیں سر !! مس مہک نے احتشام کو مسکراتے دیکھ ایک ادا سے کہا تھا۔۔۔۔

یس وائے ناٹ احتشام امرحا کی آنکھوں میں جلن دیکھتا زیر لب مسکراتا ہوا

کلاس روم سے باہر نکل گیا احتشام کے نکلتے ہی مہک بھی اسکے پیچھے گئی تھی

ہنہ ٹھرکی۔۔۔" ایک نئے القاب سے نوازا گیا تھا۔۔۔

○○○○□□□○○○○

وہ سرد اندھیری رات میں دبے پائوں چلتا اس کمرے میں داخل ہوا۔۔۔

سامنے موجود تین لوگ اپنی گردن جھکائے اس کے احترام میں کھڑے تھے

تم لوگوں سے ایک انسان پہ نظر نہیں رکھی جا سکی۔۔۔؟ وہ دبے دبے لہجے

میں غرایا تھا۔۔۔

وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنے اشتعال پہ قابو پا رہا تھا۔۔۔

ایس اے ہم نے اس پہ پوری نظر رکھی تھی لیکن ہم کیا کرتے وہ ہماری

آنکھوں میں دھول جھونک کر بھاگ نکلا۔۔۔

بلیک چارلی ون نے گردن جھکائے کہا تھا۔۔۔

تمہاری آنکھوں میں دھول نہیں مرچیں میں جھونکوں گا۔۔۔

ایس اے کہتا کمرے کے بیچ و بیچ رکھے میز پہ پڑے مرچوں کی بوکس کو کھولتا

بلیک چارلی کی آنکھوں میں ڈال گیا۔۔۔

فضا میں چیخوں کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔۔۔۔

ایس اے ہمیں معاف کر دو۔۔۔

بلیک چارلی ٹو اور تھری نے ہاتھ جوڑتے اسکے آگے اپنے گھٹنے ٹکائے تھے۔۔۔

جائو معاف کیا ...“ اس نے مسکرا کر کہا تھا وہ شخص ایسا ہی تھا پل میں ظالم اور پل میں سخی۔۔۔

شش شکریہ ایس اے وہ دونوں آگے بڑھتے اپنے بڑے بھائی بلیک چارلی ون کو کندھوں سے تھامتے باہر لے جانے لگے تھے۔۔۔۔

اسکا حلیہ درست کر کے اسے دس منٹ میں واپس بھیجو اور تم دونوں ولیم کی لاش کے ٹکڑوں کو کتوں کے آگے ڈال آئو۔۔۔

ایس اے کی بات پہ ان تینوں کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔۔۔

کیا ولیم وہاں سے بھاگ کر بھی ایس اے کے قہر سے نہیں بچ پایا تھا۔۔۔

وہ دونوں سر جھکائے اپنے بڑے بھائی کی چیہنخوں اور آہوں کو سنتے اسے تھام کر باہر لے گئے تھے۔۔۔۔

ایس اے نے اپنی جیب سے سگریٹ نکالتے اسے اپنے ہونٹوں میں دباتے دوسری جیب سے لائٹر نکال کر جلایا تھا۔۔۔

کمرے میں سگریٹ کا دھواں پھیل رہا تھا۔۔۔۔

مائی سوئیٹ ڈول فِن اس معصوم حسینہ کا خیال آتے ہی ایس اے کی آنکھیں مسکرائی تھیں وہ چمکی تھیں اپنی پوری آب و تاب سے۔۔۔۔

○○○○ □ □ □ ○○○○

○○○○○○○○○○○○○○○○

سرادر جی بات سنیں !! وہ زمزم کو اپنی بانہوں میں بھر کر آنکھیں موند کر سکون کی وادیوں میں تھا جب خوبصورت سی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی

۔۔۔

جی سردارنی جی ....“ اس نے ہنستے ہوئے اپنی آنکھیں اب کھول دی تھیں

ہائے اللہ جی کیا ہم سردارنی ہیں۔۔۔؟ زمزم نے مسکراتے ہوئے سوال کیا تھا

جی بلکل آپ سردارنی ہیں ہمارے دل کی بھی اور ہمارے لوگوں کی بھی ابتسام

اسکے چہرے پہ چھائی خوشی کو دیکھتا اندر تک پرسکون ہوا تھا۔۔۔

تو پھر آپ ہماری بات کیوں نہیں مانتے۔۔۔؟ زمزم نے اپنی چہرے پہ ایک

دم سے معصومیت طاری کی تھی۔۔۔

کونسی بات۔۔۔؟ ابتسام نے ایک آئبرو اوپر کی جانب اٹھاتے اپنی چھوٹی سی

سردارنی کو دیکھا تھا۔۔۔

وہی جو ہم نے کہا۔۔۔" اب کی بار زمزم نے اپنے گال پھلائے تھے۔۔۔

کیا کہا ہے آپ نے۔۔۔؟ ابتسام تھوڑا سا حیران ہوتے زمزم کو مزید خود میں بھینچتے بولا تھا۔۔۔

ہم نے آپ سے کہا تھا کہ کیا ہم آپ کے بالوں میں پونی لگا لیں لیکن آپ نے ہمیں منع کر دیا ہنہ۔۔۔!!زمزم اپنا مصنوعی غصہ دکھاتی اپنے چہرہ ابتسام کے سینے میں چھپا گئی تھی۔۔۔

اووووو !! چلیں مان لیتے ہیں آپ کی بات ابتسام اپنی مسکراہٹ کو چھپاتا بولا تھا وہ اپنی سردارنی جی کی حرکتیں دیکھتا محظوظ ہو رہا تھا۔۔۔

ہائے سچی۔۔۔؟ زمزم نے اپنا چہرہ ابتسام کے چہرہ کی سیدھ میں کرتے چہک کر سوال کیا تھا۔۔۔

مُچی۔۔۔!!ابتسام مسکراتے اسے آرام سے صوفے پہ بٹھاتے اٹھتا ہوا ڈریسنگ

کے سامنے آیا تھا۔۔۔

سردارنی جی۔۔۔" اب کی بار ابتسام نے بھی معصوم چہرہ بنانے کی ناکام کوشش

کی تھی۔۔۔

کیا ہوا سردار جی۔۔۔؟ زمزم ابتسام کو یوں اداس سا دیکھتی جلدی سے

صوفے سے اٹھ کر اسکے پاس آئی تھی۔۔۔

ابتسام کے سفید کرتے میں وہ کہیں چھپ ہی گئی تھی وہ چلتی ہوئی ایک چھوٹی

سی گڑیا معلوم ہوتی تھی۔۔۔

میرے پاس تو پونی ہی نہیں ابتسام نے خود پہ اداسی طاری کرتے ہوئے کہا تھا

۔۔۔

ارے تو ہم اپنے بالوں سے کیچر لگا دینگے نا زمزم نے ہنستے ہوئے مسئلہ حل کیا تھا۔۔۔

یعنی اب یقیناً ابتسام کو بال بندھوانے تھے۔۔۔

اچھا جی اب کیا کر سکتے ہیں ابتسام اپنے چہرے پہ زبردستی والی مسکراہٹ لاتا اپنی بیوی کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔۔۔

ہائے اللہ سردار جی آپ ایسے مت بیٹھیں آپ ہم نے بڑے ہیں اچھا تھوڑی نا لگتا ہے زمزم بڑی عورتوں کی طرح بولی تھی۔۔۔

”سردارنی جی عشق عمریں نہیں دیکھتا عشق میں جھک جانا ہوتا ہے“ ابتسام نے بہت گہری بات کی تھی جو حقیقتاً اسکی بیوی کے تو سر کے اوپر سے گزری تھی۔۔۔

سردار جی عشق کی ایج کیا ہوتی ہے۔۔۔؟ زمزم نے معصومیت بھرا سوال کیا

تھا۔۔۔

عشق کی کوئی ایج نہیں ہوتی سردارنی جی ابتسام کا دل تو کیا تھا اپنا سر پیٹ لے

مگر ہائے بچارا بے بس ٹھہرا۔۔۔

تو پھر یہ عشق پیدا کب ہوا تھا۔۔۔؟ اب کی بار زمزم نے آنکھیں جھپکائی

تھیں۔۔۔

عشق کے ماں باپ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی تھی تبھی عشق پیدا

ہو گیا۔۔۔

ابتسام کو سمجھ نہیں آیا تھا وہ کیا کہتا۔۔۔

اووووو اچھا اچھا ہم سمجھ گئے۔۔۔!سردار جی عشق کے کتنے بہن بھائی ہیں ؟ اور

وہ کہاں رہتا ہے۔۔۔؟ زمزم نے انگلیاں مروڑتے سوال کیا تھا۔۔۔

یا خدایا !!! ابتسام کو اتنا تو پتا تھا کہ اسکی شرارتی بیوی معصوم ہے لیکن وہ اس

حد تک معصوم ہے اسے آج معلوم ہوا تھا۔۔۔

سردارنی جی آپ کو عشق کے خاندان کو پورا بائیو ڈیٹا میں شام میں کا دونگا اس

وقت آپ کپڑے چینج کرکے اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں مجھے ذرا

ڈیرے پہ جانا ہے ابتسام یہ کہہ کر بغیر زمزم کی بات سنتا تیزی سے کمرے

سے باہر نکلا تھا۔۔۔

ہنہ ظالم سردار جی زمزم منہ بناتے باتھروم کی طرف گئی تھی۔۔۔

○○○○ □ □ □ ○○○○

سس سائیں!!! تبریز کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر نشا نے اسے پکارا تھا پیر کا زخم ابھی بھی تازہ ہی تھا لیکن وہ پھر بھی حویلی میں سے کسی کو خود پہ شک نہیں کروانا چاہتی تھی۔۔۔

تمہیں میں نے کتنی بار کہا ہے مجھے سائیں مت بولا کرو نہیں ہوں میں تمہارا سائیں ایک بات تمہارے اس دماغ میں نہیں بیٹھتی۔۔۔؟ وہ تقریباً غرایا تھا نشا اسکی تیز آواز سنتی ڈر کر بیڈ کرائون سے لگی تھی۔۔۔۔

آئی ایم سو سوری اس نے سر جھکائے آج پھر اپنی نا کردہ غلطی کی معافی مانگی تھی۔۔۔

او پلیز جاہل لڑکی مجھے تمہاری اس دو ٹکے کی سوری کی کوئی پرواہ نہیں ...." وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا اپنی شال کو درست کر کے کندھے پہ ڈالتا ببل چباتا

ہوا نشا کہ چہرے پہ چھائی شرمندگی کو دیکھتا خوش ہوا تھا وہ اسے پل پل اذیت دینا چاہتا تھا اس شخص کو جیسے سکون ملا تھا اور عنقریب تھا کہ اسکا یہ سکون برباد ہونے والا تھا۔۔۔

دو منٹ کا ٹائم ہے جلدی سے اٹھو اور میرے کپڑے پریس کرو اب کی بات تبریز نے خود کو تھوڑا نارمل کرتے ہوئے کہا تھا۔۔۔۔

جج جی میں۔۔۔؟ نشا نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔۔۔

نہیں تمہارے پیچھے موجود دیوار کو کہہ رہا ہوں وہ زہر خندہ لہجے میں اس سے گویا ہوا تھا۔۔۔

وہ پہلے ہی ڈری سہمی بیٹھی تھی اوپر سے اسکے شوہر کی باتیں اسکی محبت کو روند رہی تھیں۔۔۔۔

اٹھو !! اب کی بار تبریز نے حکمیہ لہجے میں کہا تھا۔۔۔

وہ آہستہ آہستہ الماری کی طرف بڑھی تھی زخمی پیر میں درد کی ایک لہر اٹھی تھی مگر وہ اسے نظر انداز کرتی اپنے قدموں کو اٹھاتی الماری کا دروازے کھولے اس میں استری شدہ کپڑوں کا دیکھ اب تبریز کی جانب دیکھ رہی تھی

۔۔۔

کک کپڑے استری ہوئے وے ہیں اس نے تبریز کی طرف دیکھتے اپنی نظریں پھر سے جھکا لی تھیں۔۔۔

تو کیا ہوا پھر سے کردو !! تبریز طنزیہ انداز میں کہتا بڑے بڑے قدم اٹھاتا بیڈ پہ بیٹھ گیا تھا۔۔۔

جج جی !! وہ مجبور تھی اپنی محبت کے ہاتھوں وہ جانتی تھی کہ یہ تبریز کا اصلی

روپ نہیں بس اسکا وقتی غصہ ہے اس نے آہستہ سے الماری کا دروازہ بند کیا

تھا وہ آرام آرام سے چلتی ہوئی استری اسٹینڈ کی طرف آئی تھی۔۔۔

استری کا سوئچ لگاتے اس نے کپڑوں کو ٹیبل پہ رکھا تھا ہینگر سے شرٹ اتار کر

اب وہ استری کے گرم ہونے کا انتظار کر رہی تھی تبریز بیڈ پہ بیٹھا اسکی ایک

ایک حرکت کو دیکھتا اب جیب سے اپنا موبائل نکال کر اس پہ اسکرولنگ

کرنے لگا تھا۔۔۔

کاش کاش سائیں آپ مجھے دل سے قبول کر لیتے تو آج میں اپنے نصیبوں پہ

خوش ہوتی وہ جو استری کے گرم ہونے کا انتظار کر رہی تھی ناجانے اسکی سوچ

کہاں پہنچ چکی تھی اس نے بے دیہانی میں استری شرٹ پہ رکھ دی تھی جلنے کی بو سے وہ ہوش کی دنیا میں آئی تھی۔۔۔

یہ یہ کیا کردیا تم نے جاہل لڑکی !!! تبریز جلنے کی بو سونگھتا تیزی سے اٹھ کر استری اسٹینڈ کے پاس آیا تھا۔۔۔۔

وو وہ غ غلطی سے ہو گیا مم میں نے جان پوچھ کر نہیں کیا !!! نشا کی آنکھوں میں نمی تیزی سے اتری تھی۔۔۔

اب غلطی سے تمہارا ہاتھ بھی جلے گا تبریز کہتا نشا کا ہاتھ پکڑ کر اس پہ گرم استری رکھ گیا۔۔۔۔

سس سائیں ہہ ہٹائیں استری میرا ہاتھ جل رہا ہے نشا اپنے ہاتھوں کو پیچھے کھینچنا چاہ رہی تھی جو تبریز کی مضبوط گرفت تھا۔۔۔

میری بھی تو نئ شرٹ جلائی ہے تم نے اب میں نے اگر تمہارا ہاتھ جلا دیا تو

کونسی بڑی بات ہے وہ یہ کہتا ایک جھٹکے سے اسکا ہاتھ چھوڑتا کمرے سے نکل

گیا تھا۔۔۔

گرم سیال بہتا اسکے گالوں کو بھگو رہا تھا آنسو لڑیوں کی صورت میں بہہ رہے

تھے دل میں بسی محبت اب آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی تھی وہ اپنے جلے ہوئے

ہاتھ پہ پھونک مارتی اپنی آنسوؤں کو دوسرے ہاتھ کی پشت سے صاف کرتی

باتھروم کی جانب بڑھی تھی۔۔۔

سائیں میں آپ کو کبھی معاف نہیں کرونگی اس نے سرد آہ خارج کرتے کہا تھا

۔۔۔۔

○○○○□□□□□○○○○

ایکس کیوز می سر !! امرحہ اسکول کی بیک سائڈ بنی پھولوں کی کیاریوں کے پاس احتشام کو دیکھتی اسکے پاس آئی تھی۔۔۔

ہمم ٹھیک ہے !! وہ اپنے موبائل کو کان سے لگائے دوسری سمت دیکھ رہا تھا امرحہ اسے مصروف دیکھتی اس سے تھوڑا فاصلہ پہ ہی کھڑی ہوگئی تھی۔۔۔

اوکے ! اس نے کہتے فون بند کرکے اپنا رخ موڑا تھا اپنے سامنے امرحا کو کھڑا دیکھ اسکی آنکھیں چمکی تھیں۔۔۔

یس مس امرحا شمس ....“ اس نے اپنا بائیاں آئبرو اٹھاتے امرحا کی نقاب میں چھپی بھوری آنکھوں میں دیکھا تھا امرحا نے بے اختیار اپنی پلکیں جھپکائی تھیں۔۔۔۔

وہ وہ سر آئی ایم سوری!! اس نے اپنی نظریں دائیں بائیں گھماتے اپنی انگلیوں کو مروڑا تھا۔۔۔

سوری فار واٹ۔۔۔؟ اس نے اسکی انگلیوں کہ چٹخانے پہ آنکھیں سکوڑی تھیں ۔۔۔۔

وہ سب جو میں نے کلاس میں کیا اس کیلیے سوری !! اس نے کیاری میں لگے چنبیلی کے پھولوں کو دیکھا تھا۔۔۔

ہائے اللہ جی آپ نے میرے ساتھ وہ سب کرلیا اور میں اتنا معصوم ہوں کہ مجھے پتا بھی نہیں چلا احتشام نے اپنی آنکھوں پہ آنسو صاف کرنے کے سے انداز میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔۔

ہیں۔۔۔۔؟ امرحا نے حیرت سے اپنی آنکھیں کھولتے اس بے باک شخص کو دیکھا تھا۔۔۔

ہاں جی۔۔۔۔" ہائے میں معصوم اور غریب لُٹ گیا۔۔۔برباد ہوگیا۔۔میں دنیا کو کیا منہ دکھائوں گا احتشام ہلکی ہلکی آواز کو تیز کرتا امرحا کو ڈرا رہا تھا۔۔۔

نن نہیں سر ایسی بات نہیں ہے آئی ایم سوری بس !! اسے سمجھ میں نہیں آیا تھا وہ کیا کہے وہ پھر سے معذرت کرتی جلدی سے اسکول کے کاریڈور کی جانب گئی تھی۔۔۔۔

ہاہاہاہاہا!! وائٹ روز □♥ احتشام کا قہقہہ فضا میں چلند ہوا تھا اسکی ہنسی دلکش تھی کسی کو بھی اپنا گرویدہ کر لینے والی۔۔۔۔

ہنہ ویسے تو بڑا میچیور بنتا ہے لوفر غنڈہ نا ہو تو امرحا منہ میں بڑبڑاتی اپنی کلاس کی جانب میں داخل ہوگئی تھی۔۔۔

○○○○○□□□□○○○○

آریان رمشہ کا ہاتھ تھامے باہر آیا وہ بھی خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

آریان نے اسے گاڑی میں بٹھایا اور خود بھی چلتا ہوا دوسری سائڈ پر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔کچھ ہی دیر میں گاڑی حویلی کی حدود سے باہر نکلی۔

جانم۔اریان نے اسے پکارا جو کب سے خاموش بیٹھی تھی۔

جی۔وہ فوراً کی طرف متوجہ ہوئی۔

آریان نے اس کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں نم تھیں۔

کیا ہوا جانم تو کیوں رہی ہیں۔وہ تڑپ ہی تو گیا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر۔

کیا ہوا۔اس کے دوبارا پوچھنے پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی

آریان نے فوراً گاڑی کو اک سائڈ پر روکا اور اس کی سیٹ بیلٹ اتارے اسی کھینچ کر اپنی گود میں بٹھایا۔

س۔سائیں۔وہ سوں سوں کرتے بولی۔

سائیں قربان کیا ہوا ہے۔وہ اس کی کمر سہلاتے بولا

مجھ۔۔۔مجھے ڈر لگ رہا تھا۔وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

ڈر۔۔۔کس بات سے۔وہ نا سمجھی سے بولا۔

کہ سب کیا سوچیں گے میرے بارے میں یہ سب جاننے کے بعد۔وہ بولی تو آریان کو اس کا مسئلہ سمجھ ایا۔

میری جان یہ آریان مر جائے گا مگر کبھی اپنی کی عزت پر آنچ نہیں آنے دے گا۔یہ کہتے ہی اس نے اس کی آنکھوں کی نمی کو اپنے لبوں سے چن لیا

اب میری جان پریشان نہ ہو آج بہت سپیشل نائٹ ہے ہماری۔اریان آنکھ ونک کرتا بولا۔

رمشہ نے مسکراتے اس کی گردن میں بازو حائل کیے۔

کہاں جا رہے ہیں ہم۔

اچھی پتا چل جائے گا۔وہ اس کے ہونٹوں کو چھوتے ہوئے بولا اور گاڑی دوبارا سٹارٹ کی۔

کچھ ہی دیر میں وہ اسے لیے اپنے اپارٹمنٹ میں آیا۔

آریان اسے گود میں اٹھائے اندر کی جانب بڑھا۔

جانم اس کمرے میں جائیں۔وہ اسے نیچے اتارے بولا۔

وہ بھی ہاں میں سر ہلاتی اندر گئی۔

جہاں اک بیوٹیشن کھڑی تھی۔رمشہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

میم مجھے سر نے یہاں بلایا ہے آپ کو ریڈی کرنے کے لیے۔وہ مسکرا کر اپنے ماہرانہ انداز میں بولی۔

وہ آگے بڑھی اور رمشہ کو اک ڈریس دیا جس کو تھامے وہ ڈریسنگ روم میں گئی تھی۔۔۔۔

○○○○ □ □ □ ○○○○○

صبی !! عطیہ سومرو کچن میں داخل ہوتی صبیحہ سے مخاطب ہوئی تھی جو مہمانوں

کیلیے کھانے کی تیاری کر رہی تھی وہ سر پہ دوپٹہ کیے سادگی سے اپنا چہرے

ڈھانپے کام میں مصروف تھی۔۔۔

جی !! انکی آواز سن کر صبیحہ نے کبابوں والی ٹرے کو سائڈ پہ کرتے انہیں دیکھا

تھا۔۔۔

صبی آپ جائیں تیار ہوجائیں میں دیکھ لیتی ہوں وہ آگے بڑھتی مسکرا کر اسکے

سر پہ ہاتھ پھیرتی بولی تھیں۔۔۔

جی ٹھیک ہے یہ بس تھوڑا سا ہی رہ گیا ہے صبیحہ نے ایک نئے تلے ہوئے

کبابوں کو دیکھا۔۔۔

تو آپ جائیں بے شک میں کرتی ہوں عطیہ سومرو نے خود ہی چمچ اٹھاتے

کبابوں کو پلٹا تھا۔۔۔

یہ بریانی دم پہ ہے !! وہ یہ کہتی باہر کو جانے لگی۔۔۔

صبی !! انھوں نے صبیحہ کو پکارا تھا جو کہ ایک پیر کچن سے باہر نکالے ہوئے

تھی۔۔۔

جی۔۔۔؟ اس نے پیچھے مڑتے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔۔۔

آج یہ نقاب۔۔۔۔۔۔

نہیں بلکل نہیں وہ ابھی میرے نامحرم ہیں اور اگر انہیں پسند کا مسئلہ ہے تو انکی

والدہ اور بہنیں ہمیں ہمارے کمرے میں مل سکتی ہیں لیکن ہم اپنا نقاب ہرگز

نہیں اتاریں گے اسکی آواز تھوڑی تیز ہوئی تھی لیکن وہ محسوس کرتی فوراً خاموش ہوئی تھی۔۔۔

آپ کے بابا نے کہا ہے صبی !! عطیہ سومرو نے جیسے اپنی صفائی پیش کی تھی وہ خود بھی نہیں چاہتی تھیں کہ صبیحہ اپنا نقاب اتارے۔۔۔

ہم ان سے بات کر لیں گے صبیحہ یہ کہتے ہی کچن سے نکل گئی تھی داور ہوا کے جھونکے کی طرح اسکے پاس سے گزرا تھا اس نے ایک بار بھی اسے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا وہ اب اسکے لیے ممنوع ٹھہری تھی۔۔۔

یا میرے مالک مجھے صبر عطا فرما آنسو نکلتے اسکے نقاب میں جذب ہوئے تھے داور حویلی کی دہلیز کو پار کرتا کب کا جا چکا تھا وہ بھی آہستہ آہستہ سے چلتی اپنے کمرے میں آئی تھی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ چینج کر کے باہر آئی تھی۔۔۔

وہ اس وقت سرخ لہنگے میں ملبوس تھی جو اس کی گوری رنگت پر مزید خوبصورت لگ رہا تھا۔کرتی کا گلہ ڈیپ ہونے کی وجہ سے اس نے آگے ہاتھ رکھا ہوا تھا وہ آرام آرام سے چلتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھی چئیر پر بیٹھی تھی۔۔۔

بیوٹیشن اسے تیار کرنے لگی۔کچھ ہی دیر میں اس نے اسے تیار کیا۔

میم آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔بیوٹیشن کے کہنے پر اس نے نظریں اٹھائے خود کو آئینے میں دیکھا وہ بلا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔روپ اس پر ٹوٹ کر آیا تھا۔

چلیں میم آپ کو دوسرے روم میں چھوڑ دوں۔اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

بیوٹیشن اسے سہارہ دیتی دوسرے کمرے کے باہر تک لائی۔

چلیں میم آپ اندر چلیں جائیں اب میں چلتی ہوں۔وہ کہتی جا چکی

رمشہ نے اندر کمرے میں قدم رکھا تو خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔

پورا کمرہ پھولوں سے سجا تھا۔

بیڈ پر پھولوں سے دل بنا ہوا تھا۔

وہ کمرے کی خوبصورتی میں کھو گئی تھی۔کچھ ہی دیر میں اسے پیچھے کسی کی

موجودگی کا احساس ہوا تو اس نے مڑ کر دیکھا جہاں آریان کھڑا مسکراتے اسے

دیکھ رہا تھا۔

اس کو اس وقت وہ اپسرا لگ رہی تھی۔

وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

آریان قربان اپنی بیگم پر۔وہ اک پیشانی پر بوسہ دیتے بولا۔

رمشہ اس کے کہنے پر مسکرا کر نظریں جھکا گئی۔

آریان نے اس کا ہاتھ تھاما اور اس کی انگلی میں خوبصورت سی انگوٹھی پہنائی۔

سائیں یہ بہت خوبصورت ہے۔وہ خوشی سے بولی۔

مگر میری بیگم کے آگے اس کی ساری خوبصورتی ماند ہے۔

آریان نے یہ کہتے اس کی نتھلی اتار دی اور اس کے ہونٹوں پر جھکا اور شدت سے اسے چومنے لگا۔رمشہ بھی اسے کندھوں سے تھامے اس کی شدت میں اس کا ساتھ دے رہی تھی۔

آریان نے اسے اٹھاتے بیڈ پر لٹایا اور اپنی شرٹ اتارے دوبارا اس پر جھک گیا۔

آج میری جان مکمل میری ہو جائے گی۔۔رمشہ اس کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔

آریان اس کی گردن پر جھکا اور وہاں اپنی محبت نچھاور کرنے لگا۔

آریان نے اسے کمر سے تھا نے اوپر کیا اور اس کی بیک ڈوریاں اک جھٹکے سے کھینچی جس سے اس کی کرتی سرکتی سینے تک آ گئی۔

آریان نے اس کے دل کے مقابل پر اپنے ہونٹ رکھے اور ہلکا سا کاٹا۔

جس سے رمشہ کے منہ سے سسکی نکلی۔

آریان مزید نیچے ہوا اور اس کے پیٹ پر ہونٹ رکھے۔رمشہ اسے کندھوں سے تھامے اسے محسوس کر رہی تھی۔

آریان دوبارا اوپر ہوا اور اس کے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیا۔

رمشہ بھی اس کا ساتھ دینے لگی۔اریان مزید بہکتا اس کی گردن پر جھکا۔

افف میری جان یہ آپ کی گردن کے سیاہ ستارے۔وہ اس کی گردن پر ہونٹ رکھے بولا

سائیں ایسے ستارے میرے سینے ،پیٹ اور کمر پر بھی ہے۔وہ مسکرا کر بولی

میری جان صبح تک ان کا رنگ تبدیل ہو جائے گا۔وہ اس کی گال چومتے بولا۔

سائیں۔رمشہ نے اسے پکارا جو اس کی گردن پر جھکا تھا۔

جی۔وہ مسکرا کر بولا۔

میں آپ سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں۔وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامے بولی۔

ثابت کرو۔اریان مسکراہٹ دبائے بولا

وہ کیسے۔رمشہ نا سمجھی سے بولی۔

آریان نے اسے کمر سے تھام کر اپنے سینے پر لٹایا۔

جیسے میں پیار کر رہا ہوں مجھے کرو۔وہ آنکھ ونک کرتا بولا۔

سائیں میں۔وہ شرماتے بولی

جی سائیں کی جان۔اریان نے اسے مزید خود میں بھینچا۔

آپ اپنی آنکھیں بند کریں۔وہ شرماتے بولی تو آریان نے آنکھیں بند کی۔

رمشہ نے آرام سے اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھے کچھ دیر بعد وہ پیچھے

ہٹی۔

اور آریان کی گردن پر اپنے ہونٹ رکھے۔

ب۔۔بس۔رمشہ نے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔

بس اتنا پیار۔اریان اسے اپنے حصار میں لیے بولا۔

سائیں مجھ سے نہیں ہو رہا ایسے شرم آتی ہے۔وہ معصوم منہ بنا کر بولی۔

چلو سائیں کی جان میں کرتا ہوں آپ کو پیار۔یہ کہتے آریان نے اسے خود کے نیچے کیا اور اس پر جھک گیا۔

ساری رات وہ اک دوسرے کی قربت میں رہے۔

آریان نے اسے اپنے جنون سے متعارف کروایا۔۔۔

○○○○□□□□○○○○

”مجھے معلوم تھا۔۔۔“

”وہ نہیں ملے گا مجھے...“

”اُس کو معلوم تھا...“

”مجھے محبت ہے اس سے ... “

داور مردہ قدموں سے چلتا آج پھر لائبریری آیا تھا یہ چھوٹی سی لائبریری اسے سکون دیتی تھی حالانکہ یہاں ماضی میں ہو اس رات کا واقعہ داور چاہ کر بھی بھول نہیں پایا تھا۔۔۔

تجھے کیا لگتا تو میرے ساتھ ایسے کرے گا تو میں تجھے اپنے مالک کا نام بتا دوں گا۔۔۔؟ کرسی پہ رسیوں سے بندھا وہ وجود اب چینخا تھا۔۔۔

ششششششش آہستہ ....! داور نے اپنی اگلی منہ پہ رکھ کر اس وجود کو خاموش رہنے کا کہا تھا۔۔۔

دد دیکھو داور سومرو ہماری تمہارے ساتھ کوئی لڑائی جہیں تمہیں کیا لگتا ہے تم نے اتنے دنوں سے مجھے قید کیا ہوا ہے کیا میرے مالک کو پتا نہیں چلے گا ۔۔۔؟ دیکھنا وہ تمہارا حشر بگاڑ دے گا اس شخص کی آواز پھر سے تیز ہوئی تھی جو اب کی بار داور کو ناگوار گزری تھی۔۔۔

تجھے ایک بار عزت سے کی ہوئی بات سمجھ نہیں آتی۔۔؟ داور غصے سے آگے بڑھتا اسکے بالوں کو اپنی مُٹھی میں جکڑ گیا۔۔

اور کیا کہا کہ میرا معاملہ نہیں۔۔۔؟ تو نے اس رات جسے ڈرانے کی کوشش کی تھی میرا دنیا میں سب سے زیادہ معاملہ ہی اسکے ساتھ ہے داور نے ایک زور دار مکا اس شخص کے منہ پہ جڑا تھا اسکے ہونٹوں کے کناروں سے اب

خون نکل رہا تھا داور سومرو نے اسے زندہ رکھا تھا تاکہ وہ اسکا نام جان پائے لیکن اس شخص کو عزت راس نہیں تھی۔۔۔

داور نے اپنی شال ہٹا کر گن نکال کر اس پہ سائیلنسر لگایا تھا۔۔۔

نن نہیں مم مجھے چھوڑ دو مم میں تمہیں بب بتاتا ہوں وہ شخص فوراً نڈھال ہوتا داور کے آگے گڑگڑایا تھا۔۔۔

بتائو جلدی سے۔۔۔" داور کی شہد رنگ غصے سے لہولہان ہو رہی تھیں۔۔۔

لل لیکن خدارا میرے بچوں کو بچا لینا کیونکہ وہ شخص پہلے مجھے اور پھر میرے بچوں کو مارے گا اس نے روتے ہوئے داور کے سامنے التجا کی تھی۔۔۔

تم بے فکر رہو جس دن میں نے تمہیں قید کیا تھا اسی دن تمہارے بیوی بچوں کو شہر میں اپنے گھر بھیج دیا تھا کیونکہ مجھے پتا تھا جو بھی تمہارا مالک ہے وہ گھٹیا

حرکت سے باز نہیں آئے گا داوٴر اپنے ہاتھ سے خون صاف کرتا اس شخص کو

ساری بات تفصیل سے بتا چکا تھا۔۔۔

مجھے معاف کردیں داور سائیں آپ جیسا شخص میں نے اپنی پوری حیاتی میں

نہیں دیکھا۔۔۔" وہ روتے ہوئے اپنا سر جھکا گیا تھا۔۔۔

مجھے ضیغم جتوئی نے بھیجا تھا لیکن داور سائیں آپ کیلیے مجھے اب جان بھی دینی

پڑی تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا وہ شخص اب خاموش ہو چکا تھا اسکا لہجہ اب

قدرے مضبوط تھا واقعی میں داور سومرو جیسے اعلیٰ کردار والے انسان کے

ساتھ کون دھوکا کر سکتا ہے۔۔۔۔

مجھے پتا تھا یہ اسکا کام ہے داور سومرو ہلکا سا ایک طرفہ ہنسا تھا اور تم یہاں سے

نکل کر میرے شہر والے گھر جائو گے کیونکہ ضیغم جتوئی تمہیں کتوں کی طرح

ڈھونڈ رہا ہے اور اگر تم اسکے ہاتھ لگے تو وہ تمہیں مار دے گا اس لیے تم شہر

چلے جائو وہیں تمہارے بچے ہیں انکا خیال رکھو داور کہتا اسکی رسیاں کھول گیا تھا

مجھے معاف کردیجیے گا داور سائیں وہ شخص کہتا داور کے قدموں میں بیٹھا تھا

پاگل ہو تم۔۔۔؟ کوئی ضرورت نہیں معافی کی تم نے جو کیا تمہیں اسکا حکم ملا

تھا لیکن اب جو داور سومرو کرے گا اسکا علم بھی کسی کو نہیں ہو گا داور کہتا

اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنے قدموں سے اٹھاتا اسکے کندھے کو تھپتھپاتا ٹیبل

کی طرف بڑھا۔۔۔

یہ کچھ پیسے رکھ لو باہر باقر کھڑا ہے وہ تمہیں راتوں رات شہر چھوڑ آئے گا جائو

اللہ کے امان !!!♥ داور اس سے کہتا باتھروم کی طرف بڑھا تھا وہ شخص

احسان کرکے جتانے والوں میں سے نہیں تھا۔۔۔

اللہ پاک آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور آپ کی ہر دلی مراد پوری

کرے داور سائیں وہ شخص تھوڑا سا اونچا کہتا وہاں سے نکل گیا۔۔۔

داور جو اندر نماز کیلیے وضو کر رہا تھا وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔۔۔۔

°°°°°°□□□□□°°°°°

وہ لال رنگ کے لہنگے چولی میں ملبوس خوبصورتی سے کیے ہوئے میک اپ میں

بے حد حسین لگ رہی تھی بیوٹیشن بھی اسے دیکھتی مسکرا رہی تھی۔

آپ سچ میں بہت پیاری لگ رہی ہیں بیوٹیشن مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

شکریہ رمشا نے دھیمی آواز میں کہا تھا۔

موسٹ ویلکم اب چلیں شاہ سائیں انتظار کر رہے ہونگے وہ بیوٹیشن کہتی رمشا کا

ہاتھ تھامے کمرے سے باہر لائی تھی۔

ہوگئی تیار میری چھوٹی شپاٹری سامنے کھڑا آریان سفید رنگ کے کاٹن کے

سوٹ میں ملبوس تھا کچھ بالوں کو عادت کے مطابق ماتھے پہ بکھیرے وہ بہت

پرکشش لگا تھا۔

جی آپ کی شپاٹری میرا مطلب میم تیار ہوگئی ہیں وہ بیوٹیشن بھی اسے شپاٹری

کہتی لیکن آریان کی نظروں کو دیکھ وہ فوراً سر جھکاتی وہاں سے جا چکی تھی۔

آریان رمشا کا ہاتھ تھامے اسے کمرے میں لایا تھا کمرے کو بہت خوبصورتی سے

سجایا گیا تھا لال رنگ کے گلابوں نے کمرے میں ایک خوبصورت اور دل موہ

لینے والی خوشبو بکھیر رکھی تھی وہ آہستہ آہستہ اسکے ساتھ قدم بڑھاتی بیڈ تک آئی تھی۔

سوری میری چھوٹی سی جان میں بھول گیا تھا کہ آپ پازیب میں انکمفرٹیبل رہتی ہیں آریان نے کہتے رمشا کے پیروں میں جھک کر اسکی پازیبیں اتاری تھی۔

آپ میرے لیے میری ہر پل سینے میں دھڑکتی دھڑکنوں کے مترادف ہیں وہ مسکرا کر اسکے لبوں پہ جھکتا اس پہ سایا کر گیا تھا۔

ooooooooooooooooooooooo

سر احتشام ڈین آئیں ہیں آفس بوائے نے آفس میں داخل ہوتے احتشام سے کہا گھا جو لیپ ٹاپ پہ انگلیاں چلاتے ماتھے پہ شکنیں ڈالے کسی گہری سوچ میں تھا۔۔۔

تو۔۔۔؟ اس نے ایک نظر آفس بوائے کو دیکھتے اپنا دائیاں آئبرو اٹھایا تھا۔۔۔

مس مہک نے آپ کو بلوایا ہے آفس بوائے نے سر جھکائے کہا تھا۔۔۔

واٹ اس نے مجھے بلایا ہے۔۔۔؟ شایان نے ہلکی سی طنزیہ مسکان اپنے لبوں پہ سجاتے یوسف (آفس بوائے) کو دیکھا تھا۔۔۔

جی سر آپ کو اور مس امرحا کو آفس بوائے نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پہ باندھتے کہا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے تم جائو میں خود مس امرحا کے ساتھ آتا ہوں احتشام اپنی چئیر سے اٹھتا اپنے کوٹ کے اگلے دو بٹنوں کو بند کرتا لیپ ٹاپ کو شٹ ڈائون کر گیا

جی سر !! یوسف کہتے آفس سے نکل گیا تھا۔۔۔

وائٹ روز فائینلی پھر سے آپ کا دیدار نصیب ہو گا وہ مسکراتے ہوئے آفس کے گیٹ کو عبور کرتا اسٹاف روم کے طرف آیا تھا پورا اسٹاف روم خالی تھا صرف امرحا اپنا سر ڈیسک پہ ٹکائے ہاتھوں سے اپنے سر کو کور کیے ہوئے تھی

اہمم اہمم !! احتشام نے کھانستے ہوئے اپنی موجودگی کا احساس دلوایا تھا۔۔۔

کک کون امرحا تیزی سے اٹھی تھی اپنے سامنے احتشام کو کھڑا دیکھ وہ چونکی تھی۔۔۔

آپ ...؟ اس نے احتشام کو دیکھتے اپنا حجاب درست کیا تھا۔۔۔

احتشام اسکی براؤن آنکھیں دیکھتا پھر سے اپنا دل اپنے ہاتھوں سے نکلتا محسوس کر رہا تھا۔۔۔

جی میں اس نے فوراً خود کو کمپوز کیا تھا۔۔۔

کوئی کام تھا آپ کو سر۔۔۔؟ امرحا اسکی کل والی بات نہیں بھولی تھی اسی بات کو یاد کر کے تو امرحا صبح سے اسکے سامنے نہیں گئی تھی۔۔۔

جی آپ کو مس مہک نے بلایا ہے احتشام نے اسکی آنکھوں کو دیکھتے کہا تھا۔۔۔

ہنہ مس مہکککککککک امرحا نے چبا کر ہلکی آواز میں کہا تھا۔۔۔

کچھ کہا آپ نے۔۔۔؟ احتشام نے امرحا کو دیکھتے کہا تھا۔۔۔

نہیں تو امرحا نے فوراً سے اپنی صفائی دی تھی۔۔۔

اوکے تو میرے پیچھے چلیں احتشام کہتا آگے بڑھنے لگا۔۔۔

میں کیوں آپ کے پیچھے چلوں۔۔؟ میں تو آگے چلوں گی امرحا نے منہ بسورا تھا۔۔۔

میں نے کہہ دیا آپ میرے پیچھے چلیں تو پیچھے چلیں احتشام نے پھر سے اپنی بات ریپیٹ کی تھی۔۔۔

نہیں میں ہمیشہ آگے چلتی ہوں تو میں آگے ہی چلوں گی امرحا بھی ضد کی پکی تھی۔۔۔

کہہ رہا ہوں نا کہ پیچھے چلیں تو پیچھے چلیں احتشام نے امرحا کو دیکھتے اپنا آئبرو اوپر کی جانب کیا تھا۔۔۔

نہیں میں کبھی پیچھے نہیں ہوتی امرحا آگے بڑھنے لگی تھی۔۔۔

تو کیا ٹرین میں انجن پہ بیٹھ کر سفر کرتی ہیں آپ۔۔۔؟ احتشام نے امرحا کو گھورا تھا۔۔۔

کیا مطلب آپ ہے کا۔۔۔؟ امرحا نے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

ٹرین میں بھی ڈبوں میں سفر کرتی ہیں نا۔۔۔؟ ڈبے بھی تو ٹرین کے پیچھے ہی ہوتے ہیں نا تو پھر پیچھے کیوں نہیں چل سکتی۔۔۔؟ احتشام نے پہلی بار اپنی زندگی میں کسی کو وضاحت دی تھی۔۔۔

کچھ بھی ہے میں آگے ہی چلوں گی امرحا نے کہتے اپنے قدموں کو آگے کی جانب بڑھایا تھا۔۔۔

شرافت کے ساتھ پیچھے چلیں آپ نہیں جانتی ڈین کتنا برا انسان ہے احتشام جو بات نہیں کرنا چاہتا تھا وہ بات بھی کہہ گیا تھا۔۔۔

امرحا نے اپنی نظریں جھکا لیں تھیں وہ خود بھی جانتی تھی کہ ڈین برا انسان ہے اور آج وہ کیوں اتنی ضدی ہوگئی تھی اس شخص کے سامنے۔۔۔؟ حالانکہ وہ تو بلکل بھی ضدی نہیں تھی پھر کیوں وہ اس شخص سے لڑ لیتی تھی اسے سنا لیتی تھی۔۔۔؟

آئی ایم سوری آپ آگے چلیں میں پیچھے چلوں گی امرحا نے اپنی غلطی کو تسلیم کرتے احتشام کو ایک نظر دیکھا تھا وہ شخص مسکراتے ہوئے بہت خوبصورت لگتا تھا امرحا اس بات پہ ایمان لے آئی تھی۔۔۔

کوئی بات نہیں مستقبل میں دیہان رکھیے گا احتشام کہتے آگے بڑھا تھا امرحا اسکی بات کو بغیر سمجھے اپنا سر اثبات میں ہلا گئی تھی۔۔۔

○○○○○□□□□○○○○○○

"اے لاحاصل شخص بتا کیا جواب دو۔۔۔"

"یہ دنیا کہتی ہے اتنی اُداس کیو رہتی ہو....."

وہ اپنا سر جھکائے جاہِ نماز کو طہ کرتی اسے کبڈ میں رکھ کر اب اداس سی بیڈ پہ بیٹھی تھی۔۔۔

سائیں ایک بار تو ہمارے لیے کچھ کرتے پہلے بھی چھوڑ گئے تھے اور اب بھی

صبحیہ ہنسی تھی ایک کھوکلی ہنسی وہ اسے اندر تک ویران کر رہی تھی۔۔۔

ادی سائیں ہم آجائیں۔۔؟ زمزم کچھ دیر پہلے ہی نیچے مہمانوں سے مل کر آئی تھی۔۔

جی آجائو گڑیا سائیں صبیحہ نے مسکرا کر اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی۔۔

ادی سائیں آپ تیار کیوں نہیں ہوئی۔۔؟ زمزم نے اسے سادہ سے حلیے میں دیکھ کر سوال پوچھا تھا۔۔

تیار کیوں ہونا۔۔؟ صبیحہ نے زمزم کو دیکھتے سوال کیا تھا۔۔

وہ ہمیں بابا سائیں (درید سومرو) نے بتایا کہ آپ کے رشتے والے آئیں ہیں تو

ہم نے سنا ہے سب لڑکیاں تیار ہوتی ہیں زمزم کے پاس جتنی عقل تھی اس

نے اتنی عقل سے بات بتائی تھی۔۔۔

ہنہ ہمیں تیار نہیں ہونا ہم ایسے ہی ٹھیک ہیں وہ ہلکی سی مسکرائی تھی۔۔۔

ویسے ادی سائیں ہم آپ کو ایک راز کی بات بتائیں۔۔۔؟ زمزم نے اس دن

کے واقعے کے بعد آج پہلی بار خود سے صبیحہ سے بات کی تھی۔۔۔

"جی بتائیں۔۔۔"صبیحہ کو تشویش ہوئی تھی۔۔۔

وہ لڑکے ہمیں بلکل بھی اچھے نہیں لگے ان سے اچھے تو ہمارے داور ادا سائیں

ہیں لیکن پتا نہیں داور ادا سائیں کہاں گم ہیں اور اگر آپ کو داور ادا سائیں

اچھے نہیں لگتے تو ہمارے شام ادا سائیں آپ کیلیے ٹھیک رہے گے زمزم نے

صبیحہ کے چہرے کو دیکھا تھا جو جھکا ہوا تھا۔۔۔

صبیحہ اپنے آنسوؤں پہ ضبط کرتی اب ہار گئی تھی۔۔۔

زمزم ہمیں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی صبیحہ اپنے آنسوؤں کو پیتی اُٹھ

کر ٹیرس کی طرف چلی گئی تھی۔۔۔

آئی ایم سوری ادی سائیں ہم آپ کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتے تھے زمزم وہیں

سے کہتی اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔

○○○○○□□□□□○○○○

رانی کہاں ہو۔۔۔؟ تبریز حویلی سے نکلتا پیچھے بنائے ہوئے گھر میں داخل ہوا تھا

۔۔۔

رانی۔۔۔؟ اس نے پھر سے اسے پکارا تھا۔۔۔

ہاہاہاہا اب تو بھی آگیا۔۔۔؟ رانی کمرے سے نکلتی جھولتی ہوئی تبریز کے گلے میں اپنے بازوؤں کا ہار ڈال گئی۔۔۔

کیا مطلب اور یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔۔۔؟ تبریز کو اس سے ایک عجیب بو آتی محسوس ہوئی۔۔۔

ارے تجھے کیا حلیہ سے تو تو صرف یہاں میرے جسم کیلیے آتا ہے تجھے کیا لگی رانی جو بھی کرے وہ غصے سے کہتی تبریز سے دور ہوئی۔۔۔

یہ کیا بکواس کر رہی ہو۔۔۔؟ مجھے تمہارے جسم کی کوئی حوس نہیں تبریز ایک نظر غصے سے رانی کو دیکھتا بولا تھا۔۔۔

ارے ارے شاہ سائیں آپ تو غصہ ہی ہوگئے رانی ہنسی تھی بہت بری ہنسی

ہاں تو جب تم غلط بات کرو گی تو غصہ آئے گا نا تبریز شاہ فوراً اپنے غصے کو قابو میں کرتا رانی کو کھینچ کر خود سے لگا گیا۔۔۔

ارے میں نے کوئی غلط بات نہیں کی جو سچ ہے وہی کہا ہے ایک تو نہیں اور بھی سب میرے پاس صرف اپنی حوس کیلیے ہی آتے ہیں رانی تبریز کی گردن کی ہڈی پہ اپنی شہادت انگلی پھیرتی ہوئی بولی تھی۔۔۔

کیا بکواس کر رہی ہو۔۔۔؟ ہوش میں نہیں ہو تم میرے خیال سے۔۔۔بتائو مجھے اور کون آتا ہے یہاں۔۔۔؟ تبریز نے اسے خود سے دور کرتے غصے سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

ارے ارے میرا شونا بابو غصہ نا ہو جو سچ ہے وہ سچ ہے اچھا تم بھی آجائو اندر

رانی کہتی تبریز کا ہاتھ تھام کر اسے کمرے کی جانب لے جانے لگی۔۔۔

شٹ اپ تبریز غصے سے اپنا بازو جو کہ رانی نے پکڑا ہوا تھا اسے کھینچتا ہوا رانی

کا منہ دبوچ گیا۔۔۔

رانی مجھے دھوکہ برداشت نہیں ہے سب برداشت کر لوں گا لیکن تم میری

بیوی ہو اور مجھ س برداشت نہیں ہو گا کہ تمہارا کسی غیر مرد سے تعلق ہو

تبریز اسکے منہ کو دبوچ کر کھڑا تھا۔۔۔

ارے جا وے طلاق لونگی میں تجھ سے رانی اسکا ہاتھ جھٹکتی غصے سے بولی تھی

۔۔۔

نہیں دونگا میں طلاق آئی سمجھ تمہیں تم صرف اور صرف تبریز مقدر شاہ کی ہو

اور کسی کی نہیں تبریز اسکا ہاتھ تھامنے کو آگے بڑا تھا۔۔۔

خبردار پاس نا آنا نہیں رہنا مجھے تیرے ساتھ گھر پہ تیری خاندانی بیوی تیرے

ساتھ وفا نبھا رہی ہے کافی نہیں۔۔۔؟ ارے نا مرد تو تو ہے کسی ایک عورت

کا نہیں ہو سکتا۔۔۔وہ بچاری تجھے ہی اپنا شوہر مانتی ہے لیکن میں اسکی طرح ان

پڑھ جاہل نہیں ہوں جو تیرے ساتھ وفا نبھائوں ارے میں رانی ہوں رانی کوئی

تیری غلام نہیں کہ جب تیرا دل کرے تو ملنے آجا۔۔۔۔رانی کے الفاظ تبریز پہ

آگ کے گولے کی طرح برسے تھے وہ چاہ کر بھی رانی پہ ہاتھ نا اٹھا پایا تھا

اسکا ہاتھ فضا میں بلند ہوا تھا لیکن وہ اپنے ہاتھ کی مٹھی بند کرتا نیچے کرگیا۔۔۔

ہاتھ اٹھانے کی غلطی بھی مت کرنا شاہ سائیں میں نشا سکندر نہیں کہ تیرے

ظلم برداشت کرونگی آج رانی کے الفاظوں نھ اسے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔۔۔

نشا کا روتاہوا چہرہ ایک دم سے اسکے آگے لہرایا تھا۔۔۔

چلے جائو شاہ سائیں مجھے اس وق کوئی مزید بات نہیں کری رانی کہتی اپنے

کمرے کی طرف چلی گئی دروازہ بہت زور سے بند ہوا تھا تبریز کا بس چلتا وہ

پوری دنیا تہس نہس کردیتا وہ غصے سے بھرا ہوا اس گھر سے نکلا تھا۔۔۔

○○○○○□□□□○○○○○

داور !!! داور کو حویلی میں داخل ہوتے دیکھ دادا سائیں نے اسے پکارا تھا وہ جو

سیدھا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔۔۔

جی دادا سائیں اس نے وہاں موجود تمام نفوسوں کو نظر انداز کرتے دادا سائیں

کو دیکھا تھا۔۔۔

یہاں آئو میرے ساتھ بیٹھو دادا سائیں اسکی تکلیف کو بہت اچھے سے سمجھتے تھے

اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ داور پھر سے تنہائی کا شکار ہو۔۔۔

جی دادا سائیں وہ کہتا بیٹھک (مردوں کی بیٹھنے کی جگہ) میں داخل ہوا تھا۔۔۔

سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس کندھے پہ آف وائٹ شال اوڑھے وہ بالوں میں

ہاتھ پھیرتا بہت پرکشش لگ رہا تھا۔۔۔

السلام علیکم کیسے ہیں اپ سب اس نے وہاں بیٹھتے سب سے سلام کیا تھا۔۔۔

وعلیکم السلام سب نے ایک ساتھ جواب دیا تھا سوائے دانیال سومرو اور دلاور

سومرو کے۔۔۔۔

آپ کا نام۔۔۔؟ داور نے اس شخص کو مخاطب کیا تھا جس شخص کو وہ مخاطب نہیں کرنا چاہتا تھا پر اپنے دادا کی سوالیہ نظروں کی وجہ سے اس نے اس شخص کو مخاطب کر ہی لیا تھا۔۔۔

اعصام چانڈیو وہ مغرور انداز میں بولا تھا۔۔۔

گندمی رنگت ماتھے پہ بکھرے سیدھ میں بال سفید کاٹن کے جوڑے پہ سندھی شال اوڑھے اعصام چانڈیو داور سومرو کو دیکھتا اپنے ماتھے پہ شکنے ڈال گیا تھا

۔۔۔

یہ میرا دوسرا پوتا ہے داور دلاور سومرو جبار سومرو نے اعصام کی نظروں کا مطلب سمجھتے اسے آگاہ کیا تھا۔۔۔

اپنے باپ کا نام سنتے داور نے بے اختیار دلاور سومرو کو دیکھا تھا بیک وقت

دونوں باپ بیٹے کی نظریں ٹکرائی تھیں دلاور سومرو اپنی نظریں چرا گئے تھے

داور کی آنکھوں کی اداسی انہیں ویسے ہی بیچین رکھتی تھی اور اب اسکا ٹوٹا ہوا

دل اور اداس لہجہ۔۔۔"انہیں اپنے باپ ہونے پہ غصہ آیا تھا وہ چاہ کر بھی کچھ

نہیں کر پائے تھے۔۔۔

(بابا سائیں صبی کو دیکھیں نا وہ مجھ سے ناراض ہوگئی ہے آپ اسے کہیں نا مان

جائے داور اسے ناراض نہیں دیکھ سکتا بارہ سالہ داور چار سالہ صبیحہ دانیال

سومرو کو منانے کیلیے اپنے بابا کی مدد مانگ رہا تھا۔۔

ہنہ ہم نالاج ہیں آپ شے آپ ہمیں کیوں چھول گئے تھے (ہم ناراض ہیں آپ سے آپ ہمیں کیوں چھوڑ گئے تھے) پنک کلر کی فراک میں ملبوس وہ منہ پھلائے داور سے اپنی ناراضگی بیان کر رہی تھی۔۔۔

اب نہیں جائوں گا داور نے کان پکڑ کر صبیحہ کی طرف دیکھا تھا۔۔۔

پکا وعدہ نا داول شائیں ؟ (پکا وعدہ نا داور سائیں) صبیحہ نے اپنا سیدھا ہاتھ داور کی طرف بڑھایا تھا۔۔۔

وعدہ داور اسکا ہاتھ تھامتے مسکرایا تھا۔۔۔

یہ دونوں بھی نا چھوٹے سے ہیں اور وعدہ لے رہے ہیں منیہا دلاور سومرو (دلاور سومرو کی جان عزیز بیوی) نے دلاور سومرو سے کہا تھا تو وہ بھی مسکرا

دیے تھے انکا ایک ہی بیٹا تھا اور انہیں بچپن سے اپنی بھتیجی اپنے بیٹے کیلیے پسند تھی لیکن وہ بے بس تھے کچھ نہیں کر پائے۔۔۔)

او صحیح تو آپ کے دوسرے پوتے آئی مین جو سردار ہیں وہ کہاں ہے ؟ اعصام نے بھنوئے اچکاتے پوچھا تھا۔۔

ہی از بیزی رائٹ نائو !! داور نے اسے اسکے انداز میں جواب دیتے اسے پل میں لاجواب کیا تھا۔۔

ہمممم ٹھیک ہے اعصام داور پر سے اپنی نظریں پھیر گیا تھا۔۔

اب وہاں بڑوں کی باتیں ہونے لگی تھیں اور داور سومرو کو گھٹن محسوس ہونے لگی تھی وہ اپنے دادا سائیں سے اجازت لیتا باہر نکل گیا تھا۔۔۔۔

○○○○○□□□□○○○○

ادا سائیں سنیں ....! زمزم داور سومرو کو اسکے کمرے کی طرف ھاتا دیکھ اسکے پاس آئی تھی۔۔۔۔

جی کہیں گڑیا سائیں داور نے اپنی نظریں نیچے جھکائی ہوئی تھیں۔۔۔

داور ادا سائیں ہمیں کیوں لگتا ہے کہ آپ پریشان ہیں زمزم نے معصومانہ انداز میں پوچھا تھا۔۔۔

نہیں تو میں تو پریشان نہیں۔۔۔۔ آپ کو ایسا کیوں لگا۔۔۔؟ داور نے ایک نظر زمزم کو دیکھتے پھر سے سر جھکا لیا تھا۔۔۔

کیونکہ داور ادا سائیں آپ کی یہ مولانہ والی داڑھی گواہ ہے کہ آپ کے بکھرے بال تباہ ہیں وہ ہنستے ہوئی کہتی داور کو بھی ہنسا گئی تھی۔۔۔

صبیحہ جو کہ کچن سے کھانے کو دیکھ کر آرہی تھی داور کی ہنسی سنتے اسے دھچکا لگا تھا وہ شخص خوش تھا۔۔۔؟

اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔۔؟ وہ ہنس رہا تھا یعنی وہ پر سکون تھا۔۔۔؟ یعنی بے سکون صرف وہی تھی۔۔۔؟ اپنے ذہن میں آتے ہزاروں وسوسوں کو نظر انداز کرتی صبیحہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔۔۔

اچھا تو اگر میری داڑھی بڑھ جائے گی تو اسکا مطلب کہ میں پریشان ہوں۔۔۔؟ داور اور زمزم میں سے کسی کی بھی نظر صبیحہ پہ نہیں پڑی تھی وہ اپنی ہی باتوں میں مگن تھے۔۔۔

ہاں ہاں بلکل اس نے اپنے سر کو ہاں میں جنبش دی تھی۔۔۔

ویسے تو آپ ہمارے موسٹ ہینڈسم والے ادا سائیں ہیں لیکن ابھی ہینڈسم نہیں لگ رہے آپ اپنی داڑھی بنوائیں اور ویسے بھی صبی ادی سائیں کا نکاح ہے اس جمعے کو زمزم نے مسکراتے ہوئے داور کو دیکھا تھا۔۔۔

آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھیں ماتھے کی شکنیں بڑھ گئی تھیں۔۔۔

جی بہتر۔۔۔" وہ دو لفظ کہتا وہاں سے چلا گیا۔۔۔

ارے ادا سائیں بات تو سنیں۔۔۔ ہنہ سردار جی کی طرح اب ادا سائیں بھی ہماری بات نہیں سنتے زمزم آنکھوں میں نمی سموئے سوچتی وہاں سے چلی گئی تھی۔۔۔

○○○○○○□□□□○○○○○

آریان کی آنکھ کھلی تو اس کی نظر اپنی متاعِ جاں پر پڑی جو اس پر چڑھ کر لیٹی تھی وہ اس وقت آریان کی شرٹ میں ملبوس تھی۔

آریان کو اس وقت وہ چھوٹی سی بچی لگی جسے رات وہ اپنی شدتوں سے نڈھال کر چکا تھا مگر رمشہ نے اس کی دیوانگی دیکھ اسے روکنے کی کوشش نہ کی۔

آریان کی نظر اس کی گردن پر پڑی جہاں اس کے شدتوں کے نشان تھے۔

وہ اس کی گردن پر جھکا اور اپنے لبوں سے وہاں مرہم لگانے کے لیے۔ابھی اس نے صبح 6 بجے تو اس کی جان چھوڑی تھی۔

اس کا لمس محسوس کرتے رمشہ کی آنکھ کھلی تو اس نے خود پر جھکے آریان کو دیکھا تو اس کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔

س۔۔سائیں۔وہ اسے کندھے سے تھامے دور کرنے لگی تو آریان نے نظریں

اٹھائے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں اس کی قربت کا خمار تھا۔

سائیں قربان اپنی شپاٹری پر۔وہ اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے بولا۔

سائیں چھوڑیں مجھے فریش ہونا ہے۔وہ اسے رات والی ٹون میں آتے دیکھ بولی۔

اگر نہ ہٹوں تو۔وہ آئی برو ریز کرتا بولا۔

سائیں پلیز۔وہ روہانسی ہوتی بولی تو آریان نے بغیر اس کی سنے اس کے ہونٹوں

کا نشانہ باندھا اور اپنی تشنگی مٹانے لگا۔

رمشہ نے اسے کندھے سے تھامے دور کرنا چاہا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

کچھ دیر بعد وہ اس سے الگ ہوا تو اس کا چہرہ خون چھلکانے کے در پر تھا۔

میں بہت خوش ہوں آج میں نے اس دن کا بہت انتظار کیا تھا۔وہ اس کے لبوں پر بوسہ دیتے بولا۔

رمشہ اس کی بات سن کر مسکرائی اسے خود پر رشک ہوا کہ اسے اس قدر چاہنے والا شوہر ملا۔

وہ اس کے الفاظوں میں اس قدر کھوئی کے اسے معلوم ہی نہ ہوا کہ وہ اس کی شرٹ کے بٹن کھول چکا۔

سائیں نوووو۔وہ چیخی۔

یس سائیں کی جان۔وہ یہ کہتے اس کے سینے پر جھکا اور اپنے دانت گاڑھنے لگا۔

رمشہ اپنا آپ اسے سونپتی پھر سے اک کی شدتیں برداشت کرنے لگی۔

OOOOOO OOOOO

اس نے نماز ادا کرتے سلام پھیرا تھا۔۔

آنسو لڑھک کر گال پہ بہنے کو تیار تھے وہ اپنی ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتی گہرا سانس کھینچ گئی۔۔۔

عطیہ سومرو اسے بتا کر گئی تھیں کہ کچھ دیر میں مہمان اس سے ملنے آئیں گے

وہ نماز ادا کرکے جاۓ نماز پہ بیٹھی اپنی نگاہیں اوپر کی طرف اٹھا گئی۔۔۔

میں جانتی ہوں کے انہیں کبھی ہماری کمی محسوس نہیں ہوگی مگر ہاں زندگی کے کسے لمحے وہ ٹھہر کر ہمیں سوچیں گے ضرور کے اتنا بھی کم تر نہیں تھے ہم جو انہوں نے نا قدری کردی ہماری وہ اپنے رب کے آگے بولی تھی اسے یقین تھا کہ اسکا رب اسے سنتا ہے۔۔۔

اے ہمارے پاک پروردگار جو ہمارے نصیب میں بہتر ہے وہ ہمیں عطا کردیں ہم آپ کے ہر فیصلے پہ راضی ہیں اس نے یہ بات کہہ کر ساری باتیں ہی ختم کردی تھیں۔۔۔

اب چاہے اسے وہ شخص حاصل ہوتا یا لاحاصل اس لڑکی کو صبر آگیا تھا۔۔

کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز پہ صبیحہ نے فوراً اپنے آنسوؤں کو پونچھا تھا۔۔

اسلام علیکم بیٹا سائیں۔۔۔" وہ ایک عمر رسیدہ عورت تھیں جو کہ صبیحہ کو نماز پڑھتا دیکھ مسکرا رہی تھیں اور انکے ساتھ ایک پیاری سی لڑکی بھی تھی جو گلابی کلر کے کپڑوں میں دوپٹہ سر پہ جمائے صبیحہ کو دیکھ ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔۔

وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ۔۔۔؟ صبیحہ نے جاۂ نماز کو طہ کرتے انکی طرف دیکھ کر سلام کا جواب دیا تھا۔۔

اللہ کا بڑا کرم ہے دھی سائیں وہ عورت اور ساتھ میں موجود لڑکی اب بھی کھڑی تھیں صبیحہ جاۓ نماز کو رکھتی ان دونوں سے گلے ملی تھی۔۔۔

آپ دونوں بیٹھیں نا صبیحہ نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔

شکریہ اس سب کے بیچ میں وہ لڑکی پہلی بار بولی تھی۔۔۔

بیٹا سائیں کیا ہم آپ کو دیکھ سکتے ہیں۔۔۔؟ اس عورت نے صبحیہ کو نقاب میں دیکھتے کہا تھا۔۔۔

ارے آپ لوگوں نے تو کچھ لیا ہی نہیں تھا میں کچن میں سامان رکھنے گئی اور واپس آئی تو آپ تھے ہی نہیں وہاں پہ عطیہ سومرو بھی کمرے میں داخل ہوئی تھیں صبیحہ جو بہت کنفیوز تھی اب اسے تھوڑا حوصلہ ملا تھا۔۔۔

ارے نہیں نہیں ہم نے اچھے سے کھایا ہے ہمارا اپنا ہی گھر ہے بس عرشا (وہ لڑکی) کو صبیحہ سے ملنے کا بہت شوق تھا وہ عورت اب تفصیل سے گویا ہوئی تھیں۔۔۔

ہاہاہاہا چلیں اچھی بات ہے تکلف رکھنا بھی نہیں چاہیے تو بتائیں پھر میری بیٹی کیسی ہے عرشا عطیہ سومرو صبیحہ کے کندھے کے گرد بازو پھیلاتی ہوئی بولی تھیں صبیحہ نے بے اختیار ماں کے لمس کو محسوس کرتے سکون سے آنکھیں موندی تھیں۔۔۔

آپ کی بیٹی تو اپنا چہرہ دکھا ہی نہیں رہی میں کیسے بتائوں کے یہ کیسی ہیں عرشا معصومیت سے بولی تھی لیکن وہ صرف بظاہر معصومیت تھی حقیقتاً اسکے لفظوں میں طنز کی آمیزش تھی۔۔۔

ہاہاہاہا ارے دیکھ لینا آپ میری بیٹی ماشاءاللہ سے بہت پیاری ہے عطیہ سومرو صبیحہ کو اپنے ساتھ لگاتی ہوئی بولی تھیں۔۔۔

صبی !! انہوں نے اسے پکارا تھا۔۔۔

جی۔۔۔؟ صبیحہ نے پر نم آنکھوں سے عطیہ سومرو کی جانب دیکھا تھا۔۔۔

بچے اپنا نقاب اتار دیں عطیہ سومرو ہلکی آواز میں بولی تھی عرشا اور وہ عورت بھی ان دونوں کی جانب متوجہ تھیں۔۔۔

کمرے کے پردے بند تھے سامنے ڈریسنگ پہ صبیحہ کی نقاب کی پنیں تھی اور اوپن الماری میں بہت سے اسکارف تھے جس سے واضح تھا کہ عام دونوں میں استعمال کیے جاتے تھے

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

اس نے ہاسپٹل کو دیکھتے گاڑی روکی تھی وہ تیزی سے اترتا اسکی جانب آیا تھا جو ہوش و حواس سے بیگانہ تھی اسکی نقاب ہٹتا اسکا چہرہ عیاں کر رہا تھا۔

چاچی سائیں میں انہیں ہاتھ لگا سکتا ہوں ؟ وہ پہلا ایسا شخص تھا کہ اپنی محبت کے مرنے کے ڈر سے چھونے کی اجازت مانگ رہا تھا۔

شایان کچھ کرو میری بیٹی کو کچھ ہوا تو میں مر جائوں گی شمسہ بیگم بھی گاڑی سے نکلتی آگے کی طرف آئی تھیں۔

انہیں کچھ نہیں ہوگا چاچی سائیں میں کچھ نہیں ہونے دونگا احتشام کہتا اسے بانہوں میں بھر کر ہاسپٹل میں داخل ہوا تھا وہ بار بار اپنے دائیں ہاتھ سے اسکا ڈھلکتا نقاب درست کر رہا تھا وہ خود کو چھپا کر رکھتی تھی تو شایان احتشام سومرو بھی اسے چھپا کر رکھے گا۔

وہ ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہوتا اسے اسٹریچر پہ لٹاتا اسکے نقاب کو درست کر کے پیچھے ہوا تھا۔

دو منٹ کا ٹائم ہے صرف تمہارے پاس تم سب یہاں سے غائب ہو اور فیمیل نرس کو بھیجو وہ امرحا کے بلکل سامنے کھڑا ہوتا اسے چھپا گیا تھا تینوں وارڈ بوائے ایمرجنسی وارڈ سے نکلتے فیمیل اسٹاف کو بلانے چلے گئے تھے۔

ٹائم کی قدر نہیں تک لوگوں کو ایک انسان کتنی تکلیف میں ہے پورا ایک منٹ تم نے ضائع کر دیا ہے فیمیل اسٹاف کو وارڈ میں تین منٹ بعد داخل ہوتا دیکھ وہ چلایا تھا شمسہ بیگم کا بھی بی پی ہائی تھا وہ انہیں دوسری وارڈ میں اپنے جاننے والے ڈاکٹر کے پاس ڈرپ کیلیے چھوڑ آیا تھا۔

سوری سر وہ تینوں ایک ساتھ سر جھکائے بولی تھیں۔

سوری مائی فٹ جلدی سے مجھے فرسٹ ایڈ بوکس دو وہ آپریشن کوٹ پہنتا نرسوں کو اپنے ساتھ کھڑ کیے خود ہی گولی کو نکالتا اسکا زہر صاف کرنے لگا تھا ساری نرسیں حیران سی اسے دیکھ رہی تھیں۔

تقریباً بیس منٹ لگے تھے اسے یہ سب کرنے میں وہ فارغ ہوتا اپنے گلفس اتار کر رکھتا اب ان نرسوں کو دیکھ رہا تھا۔

تم لوگوں کو شرم نہیں آئی غلط فرسٹ ایڈ بوکس دیتے ؟ تم لوگوں کو کیا لگا میں انہیں تمہارے آسرے پی چھوڑ دوں گا ؟ کیا میں پاگل لگتا ہوں ؟ وہ آہستہ آہستہ کہتے ان تینوں کو حیرانی کے غش دلا گیا تھا وہ سمجھ ہی نہیں پائی تھیں کہ مقابل ایس اے ہے جو دنیا کو اپنے اشاروں پہ چلاتا ہے۔۔۔

وہ بیک وقت ٹیچر ڈاکٹر وکیل غرض سب کچھ تھا۔

دِس از ناٹ فیئر جاناں وہ ہنس کر کہتا اپنے جیب سے انگوٹھی نکلتا اسے چمکتا

دیکھ زیر لب مسکراتے ہوئے اب سامنے دیکھنے لگا وارڈ پورا خالی تھی وہ نرسیں

کہاں غائب ہوئی تھیں ؟ زمیں کھا گئی یا آسمان نگل گیا ! کوئی چاہ کر بھی ان

نرسوں کو ڈھونڈ نہیں پایا تھا۔

وہ امرحا کو بے ہوش دیکھتا اپنے ہونٹوں کو ایک دوسرے میں سختی سے پیوست

کر گیا تھا۔

وہ سامنے رکھی کرسی پہ بیٹھتا اپنی نظریں امرحا پہ مرکوز کر گیا۔

«««« °°°° □♥□♥□♥°°° »»»»

آریان داور کے ساتھ ہی ڈیرے سے نکلتا اسے اللہ حافظ کہہ کر حویلی کی

جانب آیا تھا۔

وہ حویلی میں داخل ہوتا کچن سے پراٹھوں کی خوشبو کو خود میں اتارتا وہ کچن میں داخل ہوا تھا تہمینہ شاہ اور ثمینہ شاہ دونوں ہی ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں آریان کو کچن میں آتا دیکھ دونوں نے اس سے منہ پھیر لیا تھا۔

وہ اپنی دونوں ماؤں کی ناراضگی دیکھتا زیرِلب مسکرایا تھا۔

اہم اہم وہ جان پوچھ کر زور زور سے کھانسنے لگا تھا۔

اللہ خیر ثمی پانی دو اسے تہمینہ شاہ فوراً اسکے پاس آتی اسکی پیٹھ تھپتھپانے لگی تھیں اور ثمینہ شاہ فریج سے پانی کی بوتل نکال کر پانی گلاس میں انڈیلتی اسکے پاس لائی تھیں۔

پانی پیو جلدی سے ثمینہ شاہ اسکا کندھا تھپتھپاتی اسے پانی کا گلاس پکڑا گئی۔

وہ پانی پیتا اپنی اماں سائیں کی جانب اداس نظروں سے دیکھتا پانی کا گلاس شیلف پہ رکھ گیا۔

آئی ایم سوری اماں سائیں اور خالہ سائیں مجھے معاف کردیں اس نے ان دونوں کے ناراض چہروں کو دیکھتے اپنے کان پکڑے تھے۔

کیا سوری ہاں ؟ بھلا ایسے بغیر بتائے شادی کون کرتا ہے؟ تہمینہ شاہ نے آریان کو دیکھتی ناراضگی جتائی تھی۔

ارے سوری کہہ تو رہا ہوں اس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے اپنا رخ اپنی اماں سائیں کی جانب کیا۔

نہیں چاہیے تمہارا یہ سوری ہنہ اب کی بار ثمینہ شاہ بولی تھیں۔

ارے؟ اچھا پکا وعدہ آئندہ شادی کرونگا تو بتا کر کرونگا آریان اپنے لہجے میں بلا کی معصومیت سموئے آنکھوں میں شرارت لیے دونوں سے بولا تھا۔

آریان ایک تھپڑ لگے گی تمہیںں خبردار اگر میری بیٹی کا حق کسی اور کو دیا تو تہمینہ شاہ اپنی بھانجی کے بارے میں برداشت نہیں کر پائی تھیں۔

آریان عورت ہر چیز بانٹ لیتی ہے سوائے اپنے منپسند مرد کے تو لحاظہ خیال رکھنا میری بیٹی کو کچھ بھی بانٹنے کی عادت نہیں ہے ثمینہ شاہ آریان کو گھور کر دیکھ رہی تھیں۔

ارے میں تو مزاک کر رہا تھا یار اب آپ دونوں ماں جائیں نا مجھ سے آپ لوگوں کو ناراض نہیں دیکھا جاتا اچھا اگر اپ کہتی ہیں تو میں اُٹھک بیٹھک کرنے کے لیے تیار ہوں آریان نے دونوں کا سیدھا ہاتھ پکڑا تھا۔

بہت ڈرامے باز ہیں آپ بیٹا سائیں سدھر جائیں تہمینہ شاہ لاکھ غصہ کرتی لیکن وہ خود بھی خوش تھیں آریان اور رمشا کی شادی سے اور ثمینہ شاہ بھی مطمئن تھیں۔

ارے اماں سائیں آپ کی بھانجی سائیں ہیں نا وہ سدھار لیں گی مجھے آریان ان دونوں کے ہاتھوں پہ بوسہ دیتا اپنی آنکھوں کو لگا گیا وہ شخص بلا کا ڈرامے باز تھا پل میں کہانی بدلنے والا۔۔۔

اچھا اب میں چلتا ہوں کل رات بھی نیند پوری نہیں ہو پائی آریان شرارت سے ایک آنکھ ونک کرکے کہتا جلدی سے کچن سے باہر نکلا تھا ورنہ ممکن تھا کہ تہمینہ شاہ اسکی بے باکی پہ اس پہ ہوائی چپل سے فائرنگ کرتیں۔۔۔

بہت بے شرم ہے یہ تہمینہ شاہ اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہتی ناشتہ بنانے میں مصروف ہوگئی.

○○○○○□♥□♥□♥□♥○○○○

کہاں تھے آپ ساری رات ؟ تبریز کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ نشا فورا اٹھ کر اسکے پاس آئی تھی۔

جہاں بھی تھا تم سے مطلب ؟ تبریز نشا کو جاگتا دیکھ غصے سے بولا تھا۔

مجھے مطلب ہے نشا اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پہ باندھتی اسکے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

تم ہوتی کون ہو مجھ سے سوال کرنے والی ؟ تمہاری اتنی اوقات نہیں کہ تم مجھ سے سوال کر سکو تبریز غصے میں نشا کو دھکا دے کر ایک سائڈ پہ کرتا بیڈ کی جانب بڑھا تھا۔

بیوی ہوں میں آپ کی اور میری اوقات بھی وہی ہے جو آپ کی ہے آج وہ پیچھے نہیں ہٹنے والی تھی۔

تمہاری یہ زبان جو اتنی تیز چل رہی ہے میں اسے کاٹ دونگا بڑی آئی بیوی وہ غصے میں کہتا آخر میں اسکی نقل اتار کر بولا تھا۔

کاٹ دیں پھر آپ کا ہی نقصان ہو گا وہ اپنے بالوں کو ایک ادا سے پیچھے کرتی اپنے جلے ہوئے ہاتھ پہ پھونک مارتی بولی تھی۔

کیسا نقصان ..؟ تبریز نے اپنا بائیاں آئبرو اٹھاتے اسے دیکھا تھا جو گرین کلر کی فراک میں وائٹ دوپٹہ گلے میں ڈالے کچھ بالوں کو کیچر میں مقید کرکے کچھ بالوں کی لٹیں چہرے پہ کیے کافی حد تک سلم بھی لگ رہی تھی۔

یہی نقصان کے آپ میری خوبصورت سی بلکل کوئل جیسی آواز نہیں سن پائیں گے وہ ہنستی ہوئی بولی تھی پہلی بار وہ تبریز کو اچھی لگی تھی۔

ہاہاہاہاہا خوش فہمی ہے تمہیں تم ایک جاہل لڑکی ہو میرے لیے تمہاری آواز سننے سے بہتر ہے میں بہرا ہو جائوں وہ تلخ لہجے میں کہتا نشا کے دل میں اٹھی کچھ امیدیں بھی ختم کرگیا تھا وہ سب کچھ بھلا کر ایک خوبصورت شروعات چاہتی تھی لیکن یہ شاید ممکن ہی نہیں تھا۔

وہ اپنی آنکھوں میں آتے آنسوؤں کو صاف کرتی کمرے سے نکل گئی تھی اسکے جانے کے بعد تبریز پھر سے مسکرایا تھا تمہارا جینا حرام کرنے کا کہا تھا ابھی تو شروعات ہے نشا سکندر ابھی تم تبریز شاہ کو جانتی ہی نہیں وہ کہتا اپنے شوز اتار کر بیڈ پہ نیچے رکھتا لیٹ گیا تھا۔

چھناک سے رانی کی ساری باتیں اسکے ذہن میں گردش کرنے لگی تھیں وہ اپنی سوچوں کو جھٹکتا سونے کی کوشش کرنے لگا تھا آج شام کو پنچائیت تھی جس میں ضمہیم جتوئی اور اسکے لوگوں کے کارناموں کو بے نقاب کیا جانا تھا۔

○○○○○□♥□♥□♥□♥○○○○○

وہ ساری رات پریشان رہا تھا صبح ناشتے سے فارغ ہو کر وہ زمزم کو ڈھونڈ رہا تھا جو کہ اپنے کمرے سے نکلی ہی نہیں تھی۔

چاچی سائیں زمزم کہاں ہے؟ ابتسام نے ردا سومرو (زمزم کی اماں سائیں) سے پوچھا تھا جو کہ کچن کی طرف جا رہی تھیں۔

ابتسام بچے شاید وہ سو رہی ہے آج صبح سے مجھے بھی نظر نہیں آئی میں ابھی تھوڑی دیر تک اسے اٹھانے جائوں گی ردا سومرو مسکرا کر بولی تھیں ابتسام انہیں بلکل احتشام کی طرح عزیز تھا البتہ داور سے بات کرنے سے انہیں جھجک محسوس ہوتی تھی کیونکہ بقول ان سب کے داور کے جو نزدیک ہوتا ہے پھر وہ دنیا سے جلدی چلا جاتا ہے۔

اچھا ٹھیک ہے میں صبی سے کہہ دیتا ہوں آپ کھانے کی تیاری کرلیں آج اعصام نے بھی آنا ہے ابتسام کہتا سیڑھیوں کی جانب بڑھا تھا۔

وہ ہلکی سی دستک دیتا اسکے کمرے میں داخل ہوا تھا فیری لائٹس کی روشنی میں کسی کی سوں سوں کی آوازیں آرہی تھیں وہ بھی بیڈ پہ دوسری طرف سے ابتسام ایک طرف سے گھوم کر دوسری طرف آیا تھا وہ اپنے گھٹنوں میں سر دیے رو رہی تھی۔

اللہ خیر کیا ہوا زمزم آپ کو ابتسام اپنی کل رات وای حرکت کا سوچتے ڈرا تھا۔

وہ وہ اس نے روتے ہوئے اپنا سر اوپر اُٹھایا تھا آنکھیں سوج کر لال ہوچکی تھیں گال اور ہونٹ بھی بلکل لال تھے بال کچھ بکھرے تھے اور کچھ پونی میں سمٹے تھے۔

او لڑکی آپ کو کتنے فضول خرچ ہیں ایسے رو رو کر میرا سارا قیمتی سرمایہ آپ نے ضائع کر کے مجھے سردار سے نوکر بنانا ہے کیا ؟ اس نے آگے ہوتے اسکی آنکھوں کو نرمی سے صاف کیا تھا۔

سردار جی وہ وہ مر گیا زمزم کے رونے میں تیزی آئی تھی۔

کون مر گیا بتائیں مجھے ؟ ابتسام سے اسکا رونا برداشت نہیں تھا۔

انہوں نے اسے مار دیا ہم دیا آپی سے ناراض ہیں بہت زیادہ وہ روتی ہوئی بولی تھی۔

کون دیا اور کون مر گیا ؟ ابتسام نے آگے ہوتے اسے خود سے لگایا تھا۔۔

جج جازب جازب کمال وہ مر گیا سردار جی زمزم شدت سے روئی تھی۔

کون جاذب کمال اور کہاں رہتا تھا وہ ؟ ابتسام نے اپنی آئیبرو کو اٹھاتے زمزم کو دیکھا تھا۔

جاذب کمال یمن وحید کا شوہر وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی آنسو بار بار منظر کو دھندلا رہے تھے۔

چلو شکر ہے شادی شدہ ہے ابتسام دل میں بولا تھا۔

تو کیا اسکی بیوی آپ کی دوست ہے جو آپ رو رہی ہیں؟ ابتسام سمجھنے سے قاصر تھا۔

نہیں وہ ہماری دوست نہیں دیا آپی نے اسے مار دیا اب ہم دیا آپی کا کوئی بھی ناول نہیں پڑھیں گے وہ روتے ہوئے سوں سوں کرتے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتی بولی تھی۔

یا خدایا یہ ناول کی بات ہو رہی تھی ؟ کیا مطلب زمزم آپ ایک ناول کے کردار کی وجہ سے رو رہی ہیں ؟ ابتسام اسے حیرت سے دیکھتا بولا تھا۔

وہ ناول کا کردار نہیں تھا وہ بہت خاص تھا ہمارے لیے آپ کو پتا اسکے ساتھ بچپن سے برا ہوا تھا اور وہ یمن اس نے بھی اسکے ساتھ برا کیا اور دیا آپی نے اسے مار دیا وہ روتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

دیکھیں زمزم اس میں کچھ غلط نہیں کچھ کہانی نامکمل ہی رہتی ہیں اور وہ نامکمل ہی رہتی ہیں تو ہی ہمیں یاد رہتی ہیں ابتسام اسکے بالوں کو سہلاتا بولا تھا۔

نہیں سردار جی دیا آپی نے غلط کیا ہے ہم انکا کوئی ناول نہیں پڑھیں گے وہ روتی ہوئی اسکے سینے سے جا لگی تھی۔

ارے کیوں نہیں پڑھیں گی ؟ انکا لکھنے کا انداز بہت اچھا ہے اور زمزم ضروری نہیں ہر ناول کی ہیپی اینڈنگ ہو کچھ کی سیڈ بھی ہونی چاہیے(اسے کوئی خاصا لگائو تو نا تھا ناولز میں لیکن وہ اپنی سردارنی جی کو بہلانہ بہت اچھے سے جانتا تھا) چلیں اب اس سب کو چھوڑیں اٹھے اور فریش ہو کر نیچے جا کر ناشتہ کریں میں ڈیرے سے چکر لگا کر آتا ہوں پھر ہم دونوں چھم چھم کھیلیں گے وہ سردار تھا لیکن اپنی چھوٹی سی بیوی کیلیے وہ بچہ تھا اسے بلکل بچوں کی طرح رکھنے والا۔

○○○○○○□♥□♥□♥□♥○○○○○

آریان کمرے کے دروازے کو آہستہ سے کھولتا داخل ہوا تھا۔

رمشا سارے جہاں سے بے خبر سکون سے سو رہی تھی وہ اسے سویا دیکھ

زیرِلب مسکراتا ہوا اس پہ جھکا تھا۔

وہ رمشا کو ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیتا اسے جاگنے پہ مجبور کرگیا۔

سس سائیں نہیں کریں نا سونے دیں وہ پانچ منٹ بعد اسکے لبوں کو آزادی بخشتا

اسکی گردن پہ جھکا تھا۔

وہ منمنائی تھی ساری رات وہ اسکی شدتیں برداشت کرتی فجر کے بعد سوئی تھی

اور اب وہ شخص پھر سے اسکی نیند خراب کر رہا تھا۔

سائیں آپ بب بہت گندے ہیں مجھے سونے نہیں دیتے رمشا خفگی سے کہتی اپنا

رخ دوسری جانب موڑ گئی۔

آئندہ کے بعد اگر میں پاس آئوں تو اپنا رخ نا بدلنا وہ اسکا رخ سختی سے اپنی طرف کرتا پھر سے اسکے ہونٹوں پہ جھکا تھا اب کی بار اسکے لمس میں سختی تھی رمشا کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ آریان اس سے دور ہوتا کمرے سے باہر چلا گیا تھا وہ وہیں لیٹی رونے لگی تھی کیا اس نے غلط کر دیا تھا؟

○○○○○□❤□❤□❤□❤□❤○○○○○○

وہ منہ ہاتھ دھو کر باتھروم سے نکلتی ڈریسنگ کے پاس کھڑی ہوئی تھی بال جو کہ پونی میں جکڑے تھے انہیں کھول کر وہ برش کرتی اپنی لال ہوتی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔

ہائے اللہ جی ویسے ہم رونے کے بعد کتنے پیارے لگتے ہیں وہ اپنی لال آنکھوں اور سرخ رخسار پہ ہاتھ رکھتی مسکرائی تھی۔

ابتسام کمرے میں موجود اسکی ایک ایک حرکت کو نوٹ کرتا اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔

وہ پیلے رنگ کی شارٹ فراک پہ وائٹ دوپٹہ گلے میں ڈالے معصوم سے چہرے کہ ساتھ ابتسام کے جذبات کو پھر سے بھڑکا گئی تھی۔

وہ بیڈ سے اٹھتا آرام آرام سے اپنے قدم بڑھاتا اسکے پیچھے آیا تھا۔

آآآپ ؟ وہ جو سمجھی تھی کہ وہ جا چکا ہے لیکن اسے اپنے پیچھے کھڑا دیکھ وہ حیران ہوئی تھی۔

کیوں سردارنی جی جب آپ چھپ چھپ کر مجھے سوتا ہوا دیکھنے کیلیے میرے کمرے میں آ سکتی ہیں تو کیا میں آپ کو تیار دیکھنے کیلیے نہیں آ سکتا ؟ وہ اسکی چوری بیان کرتا اسے مزید شرمندہ کر گیا تھا۔

تو تو کیا ہوا ؟ آپ ہمارے سردار جی ہیں اور ویسے بھی ہماری دوستیں کہتی ہیں کہ شوہر کو پیار کرنا چاہیے اور شوہر وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ آپ کا قبول ہے ہوا ہو تو اس لحاظ سے آپ ہمارے شوہر ہوئے تو ہمیں آپ کو پیار کرنا چاہیے نا وہ معصوم سی تھی جو دل میں ہوتا تھا وہ کہہ جاتی تھی اور اب کی بار بھی وہ اپنے جذباتوں کو لفظوں میں بیان کر گئی تھی۔

اچھا جی لیکن آپ تو مجھ سے پیار نہیں کرتی ابتسام نے اپنے چہرے کو سنجیدہ کرتے زمزم کو دیکھا تھا جو آئینے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ارے کس نے کہا کہ ہم آپ کو پیار نہیں کرتے وہ اسی طرح کھڑی اپنے اور اسکے قد میں فرق دیکھ رہی تھی۔

بس مجھے لگتا ہے ابتسام اسی انداز سے بولا تھا۔

ارے سردار جی آپ کو غلط لگتا ہے ہم تو آپ سے بہت پیار کرتے ہیں ڈھیر سارا والا پیار کرتے ہیں وہ اپنے ہاتھوں کو پھیلاتی جیسے اپنی محبت کا ناپ کر کے اسے بتا رہی تھی۔

اچھا کیا واقعی ؟ لیکن میں کیسے مانوں ؟ وہ اپنے شرارتی انداز میں بولا تھا۔

بس آپ مان جائیں نا وہ اپنے بالوں میں برش پھیرتی برش کو ڈریسنگ پہ رکھ گئی۔

ایسے کیسے مان جائوں آپ ثابت تو کریں ابتسام اپنے بازو اسکی پیٹ پہ باندھتا اسے کانپنے پہ مجبور کر گیا تھا۔

کک کیسے ثابت کریں ؟ ابتسام کی انگلیوں کی بے باکیوں کو محسوس کرتی وہ ہکلائی تھی۔

آپ مجھے کس کرکے بھی ثابت کر سکتی ہیں ابتسام اسکے کانپتے ہوئے وجود کو کھینچتا مزید خود میں بھینچ گیا تھا وہ چھوٹی سی بمشکل ہی اسکے کندھوں تک آتی تھی۔

ہم ہم کک کیسے ؟ وہ اپنی گردن پہ ابتسام کی پُر تپش سانسوں کو محسوس کرتی ایک عجیب کیفیت سے گزری تھی۔

جیسے سب کرتے ہیں!! وہ اسکی گردن پہ اپنے دہکتے ہونٹ رکھتا بولا تھا۔

ششششششششش ! اسکی ہونٹوں کا لمس محسوس کرتی وہ جی جان سے کانپ اٹھی تھی۔

ہم ہم تو آپ چھوٹے ہیں نا آپ کا قد لمبا ہے اپنے جسم میں اسے ایک سرسراہٹ محسوس ہوئی تھی۔

ہاں تو میں آپ کو اٹھا کر کس کروا لیتا ہوں وہ کہتا زمزم کا رخ اپنی طرف

کرتا اسے اوپر کی جانب اٹھاتا اسکے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں قید کر گیا تھا

وہ دوسری بار آج اس پہ اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا ویسے تو اسکے ہر لاہِ عمل

سے اسکی محبت صاف جھلکتی تھی لیکن آج اس نے خود کو سیراب کیا تھا وہ

کتنی ہی دیر اسے اوپر کی جانب کیے کمر سے تھامے کھڑا رہا جب اسے لگا کہ

زمزم کو سانس لینے میں مشکل ہورہی تو اس نے آرام سے اسے نیچے اتارا تھا

وہ شرم سے اپنے دہکتے ہوئے گالوں کو ہاتھ سے چھپاتی پھر سے باتھروم میں جا

چھپی تھی ابتسام مسکرا کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا سب کی نظروں سے چھپتا

زمزم کے کمرے سے نکل گیا تھا (اسکی وہ چھوٹی سی بیوی اسکی کُل کائنات

تھی اسکی خوشیاں اسکے دکھ سب اسی پہ انحصار کرتے تھے غرض یہ کہ اسکی زمزم ابتسام سومرو میں جان تھی)

○○○○❤□❤□❤□❤□○○○○○○○

آریان کے جانے کے بعد وہ سو نہیں پائی بار بار آریان کے لمس کی سختی اور پھر اسکا یوں چلے جانا اسے ہزاروں وسوسوں پہ لگا گیا تھا۔

آئی ایم سوری سائیں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرتی اٹھ بیٹھی تھی۔

لیکن اگر انہیں کوئی اور پسند آگئی تو ؟ نن نہیں نہیں وہ صرف میرے شوہر ہیں لیکن غلطی انکی بھی ہے ہر وقت پیار تھوڑی نا کرتے ہیں وہ اپنی ناک پھلاتی بولی تھی۔

سارا قصور انکا ہے میں نے بلکل ٹھیک کیا ہے غلطی انکی اپنی تھی ہنہ گندے بچے وہ منہ بسور کر اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پہ باندھ گئی۔

رمشا بیٹا اب اٹھ کر فریش ہوجائو نیند تو ویسے بھی آنی نہیں وہ اٹھ الماری سے کپڑے نکلاتی واشروم میں گھس گئی تھی۔

بیس منٹ کا شاور لے کر وہ فریش ہوتی باہر آئی تھی بلو کلر کی کُرتی اور بلیو فلیپر پہ ملٹی شیڈ دوپٹہ پہنے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی وہ اپنے بالوں کو تولیے سے خشک کرتی ہیر ڈرائیر کو آن کرکے بالوں کو ڈرائے کرنے لگی تھی روم کا دروازہ ناک ہوا تھا۔

آجائیں اسے لگا تھا شاید کوئی ملازمہ ہے۔

کیسی ہے میری شہزادی نشا کمرے میں داخل ہوتی اپنی بہن کے چہرے پہ

چھائے آریان کی محبت کر رنگوں کو دیکھتی دل ہی دل میں ماشاءاللہ بولی تھی۔

میں بلکل ٹھیک آپ کیسی ہیں ادی سائیں اور آپ نے دروازہ کیوں ناک کیا ؟

وہ جواب دیتی ساتھ سوال بھی کر گئی تھی۔

میں بلکل ٹھیک ہوں اور ناک اس لیے کیا کیونکہ اب تم شادی شدہ ہو اور

دوسری بات سب کی پرائیویسی ہوتی ہے اب میں منہ اٹھا کر تو آنے سے رہی

وہ اپنے جلے ہوئے ہاتھ کو چھپاتی بلکل عام سے انداز میں بولی تھی اور آخر میں

ہنسی تھی ابھی تھوڑی دیر پہلے تبریز کی کی ہوئی باتوں کو وہ بھلانا چاہتی تھی۔

او ادی سائیں بلکل بھی نہیں آپ جب چاہیں میرے کمرے میں آسکتی ہیں

آپ میری بڑی بہن ہیں کوئی ملازمہ تو نہیں جو دروازہ بجا کر اندر آئیں گی وہ

نشا کا ہاتھ تھامتی ہوئی مسکرا کر بولی تھی لیکن زبردستی کی مسکراہٹ جو نشا سے چھپی نا رہی تھی۔

نشا تم اداس کیوں ہو ؟ اور الجھی ہوئی بھی لگ رہی ہو !! وہ اسکی بڑی بہن تھی اس نے ماں بن کر پالا تھا اسے وہ کیسے اسکے دکھ کو نا پہچان پاتی۔

جی ادی سائیں وہ آریان سائیں مجھ سے ناراض ہوگئے ہیں اس نے اپنے بالوں کو اوپر کی جانب اٹھاتے کیچر سے کور کیا تھا۔

کیوں ناراض ہیں؟ نشا نے پوچھ تو لیا تھا لیکن رمشا کا جھکا سر دیکھ اب اسے اپنی بیوقوفی کا احساس ہوا تھا۔

اچھا چھوڑو تم اچھی سی تیار ہو جائو جب آئیں تو سوری کہہ دینا مان جائیں گے

اچھا میں زرا اماں سائیں کو دیکھ لوں نشا کہتی شرمندہ سی سر جھکائے رمشا کے کمرے سے نکلی تھی۔

ooooooooooooooooo

اسکا غصہ کسی صورت بھی کم نہیں ہو رہا تھا وہ پانی کا گلاس بھر کر کرسی پہ بیٹھا تھا ڈیرے پہ آئے اسے دو گھنٹے ہوگئے تھے وہ چاہ کر بھی اپنا غصہ قابو نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے آرام سے گلاس آٹھاتے گہرا سانس لیا لیکن آنکھوں کے آگے اچانک رمشا کا دور جانے کا منظر چھناک کرکے آیا تھا اس نے کانچ کے گلاس کو زور سے دیوار پہ مارا تھا خیرو کچھ ٹوٹنے کی آواز سنتا تیزی سے بیٹھک میں داخل ہوا تھا کانچ کا گلاس ٹوٹا ہوا تھا اور بیٹھک بلکل خالی تھی آریان وہاں

سے نکلتا ہوا حویلی آتا بہت تیز تیز سیڑھیاں چڑ رہا تھا اسکا ایک پیر سیڑھی سے اترا تھا لیکن اس نے بروقت خود کو سنبھالا تھا اسکا غصہ اب مزید بڑھ چکا تھا وہ اپنے بالوں میں ہاتھوں کو پھیرتا کمرے میں داخل ہوا تھا رمشا کمرے میں نہیں تھی کمرہ بھی بکھری ہوئی حالت میں سلامی پیش کر رہا تھا اسکا غصہ جو پہلے ہی حد درجہ بڑھا ہوا تھا اب اسکا غصہ سوا نیزے پہ پہنچ چکا تھا اسکی نظر ڈریسنگ پہ رمشا کے رکھے ہوئے میک اپ پہ پڑی وہ آگے بڑھتا ایک ہی جھٹکے میں پرفیومز کی بوتلوں اسر میک اپ کے دیگر سامان کو زمین بوس کرچکا تھا وہ جانتا تھا رمشا اپنے میک اپ کیلیے کتنی پاگل ہے لیکن وہ چاہ کر بھی اپنا غصہ قابو نا کر پایا تھا کانچ کی آواز پہ رمشا چینجنگ روم سے باہر آئی تھی وہ لال پیروں کو چھوتی فراک پہ گولڈن نفاست سے کیے ہوئے کام میں ہلکے سے میک اپ میں

بہت خوبصورت لگ رہی تھی آریان شاہ مسمرائیز ہوا تھا اسے دیکھتے اور رمشا کی نظریں اپنے سامنے ٹوٹے ہوئے میک اپ پہ پڑتی نم ہوئیں تھیں اس نے روتے ہوئے آریان کی جانب دیکھا تھا۔

یہی یہ مم میں نے جان پوچھ کر نہیں کیا یہ خود ہوا ہے وہ اسکا رونا برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ اسکی جانب بڑھا تھا۔

ایسے کیسے یہ خود ٹوٹ گئے سائیں وہ اپنی آنکھوں میں امڈ آنے والے آنسوؤں کو ضبط کرتی بولی تھی۔

میں کہہ رہا ہوں نا یہ خود ہوا ہے میں نے جان پوچھ کر نہیں کیا وہ کہتا آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھام گیا تھا۔

آپ چھوڑیں میرا ہاتھ اپ نے جان پوچھ کر کیا ہے نا وہ اپنے ہونٹوں کو دانتوں تلے دبا گئی تھی آنسو اڈ اڈ کر گال پہ بہہ رہے تھے۔

نہیں میں نے نہیں کیا آپ مجھے غلط مت سمجھیں وہ کہتا رمشا کس بغیر کچھ سوچنے یا سمجھنے کا موقع دیے اسکے لبوں کو اپنی دسترس میں لیتا خود کو سیراب کرنے لگا تھا۔

چچ چھوڑیں مجھے دور ہوں آپ نے جان پوچھ کر کیا ہے رمشا اسے خود سے دور کرتی اپنی ہونٹوں کو آپس میں پیوست کرگئی۔

آریان اسے دیکھتا ہی رہا تھا پھر اچانک اس نے اپنی جیب سے موبائل نکالا تھا۔

میں نے جان پوچھ کر کیا ہے نا تو مجھے سزا بھی ملنی چاہیے وہ کہتا اپنے موبائل کو زور سے زمین پہ مارتا اسکے ٹکڑوں کا دیکھ مسکرایا تھا۔

میں نے جان بوجھ کر کیا ہے نا آریان نے سامنے صوفے پہ رکھے اپنے لیپ ٹاپ کو اٹھاتے دیوار پہ مارا تھا۔

جان پوچھ کر کیا ہے میں نے وہ اپنی مہنگی گھڑی کو ہاتھ سے اتارتا زور سے زمین پہ پٹخ گیا تھا۔

سس سائیں رمشا کہتی تیزی سے بھاگتی اسکے گلے لگی تھی وہ رمشا کو اپنی آغوش میں لیتا اس پہ اپنا حصار تنگ کرتا سکون سے آنکھیں موند گیا تھا کتنے ہی لمحے یوں ہی گزر گئے تھے ان دونوں کے درمیان ہوا کا فاصلہ بھی نا رہا تھا وہ رمشا کو اپنی بانہوں میں بھرتا اٹھا کر بیڈ پہ لاتا اسے خود میں قید کرتا اس پہ سائے کی طرح چھا گیا تھا۔

°°°∆∆∆∆∆°°°

کبھی کبھی کچھ بھی نہیں بچتا ہمارے پاس سوائے خالی ہتھیلیوں کے جن پے چہرہ رکھے آپ پھوٹ پھوٹ کر رو دیتے ہیں، شاید یہ بےبسی کی آخری حد ہوتی ہے!۔" داور نے اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتے سوچا تھا وہ بے بس نہیں تھا اسے بنا دیا گیا تھا صبیحہ کو وہ خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن صبیحہ کو دور کر دیا گیا تھا۔

اہم اہم اعصام چانڈیو بیٹھک میں داخل ہوتا کھنگار کر اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہتا تھا۔

السلام علیکم کیسے ہیں آپ ؟ داور نے اٹھ کر اپنا ہاتھ اعصام کی طرف بڑھایا تھا جس اس نے آدھا ہی تھامتے چھوڑ دیا تھا داور اپنے ہاتھ کو پیچھے کرتا مسکرایا تھا۔

دانیال سومرو بھی بیٹھک میں داخل ہوئے تھے وہ ملازموں کو کھانے کا کہتے

اب اعصام کے پیچھے ہی آئے تھے دادا سائیں اپنے کمرے میں تھے انہیں

اعصام کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا اس لیے اس دن بھی وہ بس سرسری سا ملے

تھے جبکہ دانیال سومرو اعصام کے آگے پیچھے تھے۔

داور اس شخص کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا داور کی شہد رنگ آنکھیں اس شخص

کو دیکھ کر ایسے چندھیا جاتی تھیں جیسے کسی کو بہت دیر اندھیرے کے بعد

اچانک سورج کی روشنی سے ہمنوا کیا گیا ہو وہ ان دونوں کو باتوں میں مصروف

دیکھتا اٹھ کر دادا سائیں کے کمرے میں جانے کیلئے بیٹھک سے نکل گیا تھا۔

وہ انکل آپ سے ایک درخواست کرنی تھی اعصام داور کو وہاں سے جاتا دیکھ

دانیال سومرو سے گویا ہوا۔

درخواست کیوں بیٹا سائیں آپ حکم کریں کیونکہ آپ ہمارے ہونے والے داماد ہیں دانیال سومرو کا بلکل ایک الگ لہجہ تھا اعصام کے ساتھ۔

شام میں میرے ایک دوست نے پارٹی رکھی ہے اس نے مجھے انوائیٹ کیا ہے تو میں صبیحہ جی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں اگر آپ کی اجازت ہو تو ورنہ کوئی بات نہیں مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے گی میں اٹھا لوں گا وہ شخص بیت تحمل سے کہتا دانیال سومرو کے دماغ کو اپنی باتوں میں الجھا گیا تھا۔

ارے ہاں ہاں کیوں نہیں اب وہ تمہاری ہی امانت ہے ہمارے پاس تم کھانا کھا کر آرام کرو شام میں لے جانا لیکن رات کو دس بجے سے پہلے واپسی ہونی چاہیے وہ بات کہہ گئے تھے بغیر سوچ سمجھے اب وہ سوچ رہے تھے کہ ابتسام اور صبیحہ کو خود کیسے منائیں گے۔

°°°°ΔΔΔΔΔ°°°°

شام کو آریان کا ارادہ رمشا کو اپنے ساتھ پہ لے جانے کا تھا اسکا موبائل بھی ٹوٹ چکا تھا جس اسکی خود کی مرہونِ منت تھا اور رمشا کا سارا میک اپ بھی وہ رمشا کو اپنی بانہوں میں سویا دیکھ مسکراتے ہوئے اٹھتا اسکے ماتھے پہ بوسہ دیتافریش ہونے چلا گیا تھا۔

وہ فریش ہو کر نکلتا رمشا کی جانب آیا تھا جو دنیا سے بے خبر اپنی نیند پوری کر رہی تھی۔

اتنی زیادہ نیند کیسے آجاتی ہے انہیں ؟ وہ اسے سویا دیکھ سوچ رہا تھا۔

رمشا جلدی سے اٹھیں وہ رمشا کے کان کی جانب جھکتا بولا تھا۔

سائیں سونے دیں نا وہ نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

میری چھوٹی سی شپاٹری ہمیں میک اپ لینے جانا ہے اس نے اپنا حربہ آزمایا تھا جو کہ آزمودہ تھا اور کام کر گیا وہ جلدی سے اٹھی تھی۔

ہائے سچ میں ؟ نیا میک اپ نا ؟ مطلب ادی سائیں کے جیسا نا یہ تو پرانا میک اپ تھا میرا آپ مجھے نیا میک اپ دلوائیں گے نا ؟ رمشا ایک ہی سانس میں بیڈ پہ کھڑی کتنے ہی سوال اس سے پوچھ چکی تھی جو تھوڑا سا دور کھڑا بازوؤں کو اوپر کی جانب فولڈ کیے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پہ باندھے کھڑا تھا۔

ہاں جی ضرور نیا میک اپ آئے گا پرانے والا اچھا نہیں تھا چلیں آپ تیار ہو کر آجائیں میں اماں سائیں سے مل لوں اور پھر آپ باہر آجانا وہ آرام سے اسکا ہاتھ تھامے اسے بیڈ سے اترنے میں مدد دیتا بولا تھا۔

شکریہ وہ اسکی مدد پہ مسکرائی تھی آریان نے اپنی آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھا تھا تو وہ ہنستی ہوئی باتھروم کی جانب بڑھی تھی۔

آریان اماں سائیں سے ملتا باہر آیا تھا مقدر شاہ اور سکندر شاہ دونوں ہی اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے اور تبریز صبح کا سویا ابھی تک نہیں اٹھا تھا ڈیرے کا کام وہ رات میں ہی ختم کر آیا تھا اب اسکا ڈیرے پہ اگلے دن جانے کا ارادہ تھا۔

وہ باہر پورچ کے پاس کھڑا کب سے رمشہ کا انتظار کر رہا تھا جو اندر تیار ہو رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ باہر آئی۔اریان کے نظر تو پلٹنا بھول گئی۔

سائیں میں کیسی لگ رہی ہوں۔وہ مسکراتے اس سے پوچھ رہی تھی۔

سرخ پیروں تک چھوتی فراک جس کے گلے پر خوبصورت کام ہوا تھا مناسب سا میک اپ وہ پور پور اس کے رنگ میں رنگی تھی۔

سائیں قربان۔۔۔دنیا کی سب سے خوبصورت ترین شے میرے پاس ہے۔وہ اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

تو رمشہ مسکرائی۔

چلیں۔وہ اس کی بازو تھامے بولی۔

چلے جاتے ہیں۔وہ خمار زدہ لہجے میں بولا۔

م۔۔مطلب۔۔۔وہ اس کے ارادے سمجھتے بولی۔

مطلب یہ کہ اس نے اسے کمر سے تھام کر اپنے قریب کیا اور اسے سمجھنے کا موقع دیے بغیر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا اور خود کو سیراب کرنے لگا۔کچھ دیر بعد وہ اس سے الگ ہوا تو وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

سائیں آپ بہت بے شرم ہیں۔وہ غصے سے بولی۔

میری جان رات کو بتائوں گا کہ میں کتنا بے باک ہوں ابھی ائو چلیں۔وہ آنکھ ونک کرتا اس کا ہاتھ تھامے باہر نکل گیا۔

At Mall

آریان نے اسے سب اپنی پسند کا لے کر دیا تھا۔

ابھی وہ اک دکان سے باہر آئے تھے کہ آریان کی نظر سامنے دکان پر گئی جہاں مختلف ساڑھیاں تھیں آریان اس کا ہاتھ تھامے اسے اس دکان پر لے گیا اور اس کے لیے ساڑھی دیکھنے لگا۔

سائیں میں یہ نہیں پہنتی۔رمشہ نے اسے سلیو لیس ساڑھی دیکھتے کہا۔

کوئی بات نہیں جانم اب پہن لینا۔وہ اور ساڑھیاں دیکھا بولا۔

سائیں نہیں مجھے شرم آئے گی۔وہ سرخ چہرے لیے بولی۔

مجھ سے کیا شرمانا جانم میں تو پہلے ہی سب دیکھ چکا۔وہ اسے مزید شرمانے پر مجبور کر گیا۔

آریان نے اس کی سنے بغیر اپنی پسند کی ساڑھیاں دلائی۔

وہ منع بھی کرتے رہی لیکن وہ آریان شاہ ہی کیا جو کسی کی سن لے اس نے اسے ہر طرح کا میک اپ دلوایا تھا جسے استعمال کرنا بھی شاید رمشا کو نہیں آتا تھا۔

آریان اسے لیے فود ایریا میں آیا انہوں نے آرڈر دیا اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

یار دیکھو نہ وہ لڑکا کتنا ہینڈسم ہے۔اک لڑکی بولی تو رمشہ نے اس کی جانب مڑ کر دیکھا جو آریان کو دیکھ رہی تھی رمشہ کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔

سائیں اٹھیں اور میری جگہ اکر بیٹھیں۔رمشہ اسے اٹھاتے بولی۔

اچھا۔اریان اپنی مسکراہٹ دباتا دوسری جانب بیٹھ گیا جس سے اس کی پشت لڑکیوں کی جانب ہو گئ۔

جانم آپ جیلیس ہو رہی تھی۔اریان مسکراتے بولا۔

سائیں آپ کو ایسے دیکھنے کا حق صرف مجھے ہے۔وہ معصوم منہ بنا کر بولی۔

کیسے۔اس نے آئی برو ریز کرتے پوچھا۔

پیار بھری نظروں سے۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولی۔

تو آریان مسکرا دیا اپنی دیوانی پر۔

کچھ ہی دیر میں کھانا کھا کر وہ واپس اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔

oooooooooo

اماں سائیں کیا کر رہی ہیں ؟ نشا نے ثمینہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوتے

پوچھا تھا۔

کچھ خاص نہیں بس تمہارے اور رمشا کیلیے زیورات نکال رہی تھی وہ لوکر سے لال ململ والے تقریباً دس بوکس نکال کر بیڈ پہ رکھتی نشا کو دیکھ رہی تھیں جس کی آنکھیں اسکی اداسی کا پتا دے رہی تھی۔

اووووو اچھا اس نے بیڈ پہ بیٹھتے کہا تھا۔

نشا ؟ ثمینہ شاہ نے اسکی طرف دیکھتے بھنوئیں اچکائی تھیں جیسے وہ کچھ پوچھنا چاہ رہی تھیں۔

جی اماں سائیں ؟ اس نے اپنی ماں کو دیکھا تھا جو کہ یقیناً سمجھ چلی تھیں کہ کچھ تو ہے جو انکی بیٹی ان سے چھپا رہی ہے۔

تبریز اور تمہارے بیچ کچھ ہوا ہے انہیں اندازا تو تھا کہ انکی بیٹی کی اداسی کی وجہ کہیں نا کہیں تبریز ہی ہے کیونکہ نشا کی شادی کو ابھی تیسرا دن تھا لیکن اس پہ

کوئی روپ نا آیا تھا جب رمشا کے چہرے کی لالی اسکی اور آریان کی سنگت کا بتاتی تھی۔

نہیں تو اماں سائیں آپ ایسا مت سوچیں میں تو بلکل ٹھیک ہوں اور خوش بھی ہوں تبریز سائیں بہت اچھے ہیں میرا بہت خیال رکھتے ہیں اس نے ہر ممکن کوشش کی تھی اپنے آپ کو اچھا بتانے کی (یہ بیٹیاں بھی کتنے صبر والی ہوتی ہیں ماں باپ سے اپنی ہر ضد اور ہر خواہش رو کر بھی منوالیتی ہیں لیکن شادی کے بعد زندگی کتنی دُکھی اور تکلیف میں کیوں نا ہو خاموشی سے ہنس کر سہہ جاتی ہیں اسے لگا تھا وہ مزید جھوٹ نہیں بول پائے گی وہ جلدی سے اُٹھتی کمرے سے ہی نکل گئی تھی ثمینہ شاہ نے بے اختیار اسکی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

OOOOOOOOOOOOO

ابتسام صبی سے کہو تیار ہوجائے اعصام کے ساتھ اسے ایک ڈنر پہ جانا ہے

دانیال سومرو اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب باندھے گارڈن میں ٹہل رہے

تھے جب ابتسام حویلی میں داخل ہوا تھا۔

کیوں بابا سائیں ؟ اور کس خوشی میں صبی اسکے ساتھ جائے ؟ ابتسام اپنے غصے

کو قابو کرنے کیلیے اپنی مٹھی مس سختی سے بند کرگیا تھا۔

تم کون ہوتے ہو مجھ سے سوال جواب کرنے والے زیادہ میرا باپ بننے کی

ضرورت نہیں ہے جو کہا ہے وہ کرو دانیال سومرو کو بہت تیش آیا تھا ابتسام

کا ایسا لہجہ دیکھ اور سن کر۔۔۔

بابا سائیں معزرت لیکن آپ جانتے ہیں نا صبی غیر محرم۔۔۔

بہت جلد ہی محرم بن جائے گا جو کہا ہے وہ کرو اب کچھ مت کہنا دانیال سومرو ابتسام کی بات کو بیچ میں ماٹتے بولے تھے ابتسام خاموشی سے حویلی میں چلا گیا تھا۔

ہیلو داور۔۔۔" ہاں تمہیں میں ایک گاڑی کا نمبر بھیجتا ہوں اسکے پیچھے رہنا اور وہ جہاں جائے وہاں جانا ہے تم نے ابتسام داور سے کہتا کال کاٹ کر صبیحہ کے کمرے کی طرف آیا تھا سہ دروازے کا ہلکا سا بجاتے اندر آیا تھا صبی اپنی بکس کھولے کچھ رہی تھی۔

اسلام علیکم! کیسے ہیں ادا سائیں زمزم والے واقعے کے بعد صبی دوسری بار اپنے جان سے عزیز بھائی سے بات کر رہی تھی۔

وعلیکم السلام میں بلکل ٹھیک آپ تیار ہوجائیں آپ اور اعصال ڈنر پہ جارہے ہیں ابتسام اپنی نظریں چراتا بولا تھا وہ کیسے اتنا بے شرم بن سکتا تھا کہ اپنی بہن کو صرف اسکے نام نہاد منگیتر کے ساتھ جانے کا کہہ رہا تھا۔

لیکن ادا سائیں کم کک کیوں اور کیسے ؟ صبیحہ نے اپنے دوپٹے کو سر سے درست کرتے اپنے بھائی کو دیکھا تھا جو سر جھکائے اسکے سامنے کھڑا تھا جیسے وہ کوئی مجرم ہو۔

بابا سائیں کا حکم ہے اچھا مجھے کچھ کام ہے آپ تیار ہوجائیں ابتسام کہتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا پیچھے صبیحہ سکتے کی حالت میں تھی وہ کیسے کسی غیر محرم پہ بھروسہ کرکے اسکے ساتھ جا سکتی تھی ؟ بہت سے ان گنت سوال اسکے ذہن

کے پردوں کو مفلوج کر رہے تھے وہ کچھ بھی تو نہیں کر سکتی تھی وہ تلخی سے

ہنستی اپنا عبایہ پہننے چلی گئی تھی۔۔۔۔

oooooooooooooooo

وہ آرام سے دروازے کو کھول کر اندر داخل ہوتی دروازے کو بند کرتی سامنے

موجود صوفے کی جانب بڑھی تھی۔

وہ اپنا ایک ہاتھ صوفے پہ ٹکائے دوسرا ہاتھ اپنی گود میں رکھے وہ سوئے ہوئے

تبریز کو دیکھ رہی تھی وہ بلا کا وجیہ مرد تھا سوئے ہوئے وہ کسی ریاست کا

شہزادہ معلوم ہوتا تھا بڑھی ہوئی داڑھی اور اس پہ تائو دی ہوئی موچھیں مغرور

ناک اور سوئی ہوئی آنکھوں کی گھنی پلکیں وہ اسے دیکھتی ہی رہی تھی۔

تبریز خود پہ کسی کی نظریں مرکوز کرتا اٹھ گیا تھا لیکن وہ اپنی چھوٹی سی آنکھیں کھولے نشا کی حرکت کو دیکھ رہا تھا وہ اچانک سے اٹھتا باتھروم کی طرف چلا گیا تھا نشا کو اپنی حرکت پہ بے اختیار ڈھیروں شرم نے آگھیرا تھا۔

وہ شاور لیتا کالے کرتے میں ملبوس ماتھے پہ بکھرے گیلے بالوں سے پانی کی کچھ بوندیں ٹپک رہی تھیں وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا باہر نکلتا ٹاول سے اپنے سر کو رگڑتا ٹاول کو صوفے پہ پھینکتا ڈریسنگ پہ رکھے برش کو اٹھاتا اپنے بالوں میں پھیر انہیں ترتیب دیتا نشا کو چبھتی نظروں سے دیکھ رہا تھا وہ جوں کی توں ویسے ہی بیٹھی تھی۔

جائو میرے لیے چائے لے کر آئو تبریز اسے دیکھتا ایک حکم جاری کر گیا تھا۔

جی وہ کہتی تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکل گیج تھی اور درحقیقت تبریز خود

کنفیوز ہورہا تھا نشا کے اس طرح دیکھنے سے وہ خود پہ "Blue Water" پرفیوم

کو چھڑکتا اپنے بازوؤں کو فولڈ کرتا تیار ہوکر خود پہ ایک تنقیدی سی نگاہ ڈالتا

صوفے پہ بیٹھتا موبائل نکال کر اس پہ اسکرولنگ کرنے لگا تھا۔

وہ چائے لیے آرام سے چلتی ہوئی اسکے پاس آئی تھی نشا میں بہت سی تبدیلیاں

آرہی تھیں اسکا وزن کافی کم ہوا تھا اس کے چلنے میں آہستگی آئی تھی اور وہ

اب کافی اسمارٹ ہورہی تھی تبریز بھی اس میں آتی ایک ایک تبدیلی کو خاصا

نوٹ کر رہا تھا۔

یہ چائے اس نے چائے کا کپ تبریز کی طرف بڑھایا تھا تبریز ایک ہاتھ سے

موبائل پہ اسکرول کرتا دوسرا ہاتھ آگے بڑھا گیا

اسسسسسسشششش !!!!چائے کے کپ سے کچھ بوندیں چھلکتی اسکے ہاتھ کی پشت پہ آئی تھیں۔۔۔

اوو سوری سوری وہ میں تولیہ اٹھانے لگی تھی وہ اسے چائے کا کپ پکڑاتے دوسرے ہاتھ سے تولیہ اٹھانے لگی تھی لیکن بدقسمتی سے چائے کی کچھ بوندیں تبریز کے ہاتھ ہی گر چکی تھی۔

اندھی ہو کیا تم جاہل عورت ؟ کبھی گلاس توڑ دیتی ہو کبھی میری نئی شرٹ جلا دیتی ہو ؟ اور آج میرا ہاتھ تم ایسے تو ٹھیک ہونے سے رہی وہ کہتا غصے سے اٹھتا چائے کے گرم کپ کو تھامتا نشا کا ہاتھ پکڑے اس میں ڈبو گیا نشا نے بہت کوشش کی تھی چھڑوانے کی لیکن وہ اس مضبوط مرد کی گرفت سے کیسے خود کو چھڑوا پاتی ؟ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھی تبریز نے کافی دیر بعد

اسکا ہاتھ چھوڑا تھا اسکا پورا ہاتھ لال ہوچکا تھا پہلے ہی اس ہاتھ پہ سے استری کے نشان واضع تھے اور اب گرم چائے وہ بہت تکلیف محسوس کر رہی تھی اسکا ہاتھ شدید لال ہو رہا تھا وہ جلن کی شدت کو کم کرنے کیلیے پھونک مار رہی تھی لیکن ہاتھ بلکل سن ہوچکا تھا تبریز چائے کے کپ کو سائڈ ٹیبل پہ رکھتا دراز سے ٹیوب نکال کر اپنے ہاتھ پہ لگاتا باہر چلا گیا تھا اور نشا اسکی سفاکی دیکھتی اب مرجھا گئی تھی وہ روتی ہوئی ٹیوب کو اٹھا خود ہی اپنے ہاتھ پہ لگانے لگی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ کالے عبائے میں ملبوس حویلی سے باہر آئی تھی اعصال اسے نقاب میں دیکھتا اپنے ماتھے پی شکنے ڈال گیا اسے سخت کوفت ہوئی تھی۔

تم اپنا نقاب اتار دو وہاں جا کر کرلینا اعصال اسکے کیے گاڑی کا دروازہ کھول کر

خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آیا تھا۔

ہم اپنا نقاب نا یہاں اتاریں گے نا ہی وہاں وہ دو ٹوک کہتج گاڑی سے باہر

دیکھنے لگی تھی اعصال کو بہت غصہ آیا تھا لیکن وہ اسکا حساب بعد میں کرنے ما

سوچتا گاڑی کو ریورس مرتا حویلی سے نکلتا ہوا میں روڈ پہ لایا تھا۔

اسکی گاڑی کے پیچھے داور کی بھی گاڑی تھی لیکن اعصال اس بات سے انجان

تھا داور کو جب ابتسام نے صبیحہ کا بتایا تھا اسکا دل کر رہا تھا کہ وہ اعصال کا

منہ نوچ لے اس نے سوچا بھی کیسے صبی کو کسی محفل میں اپنے ساتھ اپنی

منگیتر کے طور پہ لے کر جانے کا لیکن وہ خاموشی سے اب انکا پیچھا کر رہا

تھا۔۔۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ اسکے سرہانے بیٹھا اسکی بند آنکھوں کو دیکھ رہا تھا اس نے اسکی بے ہوشی کا کوئی فائدہ نا اٹھایا تھا اس نے اسکے چہرے کو دیکھتے اپنی نظریں پھیر لیں تھیں۔

♥"محبت بندگی ہے اس میں تن کا قرب کہاں ہوتا ہے بھلا؟"

"کہ جسے چھو لیا جائے اسے پوجا نہیں کرتے۔۔۔"

وہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتا تھا اسکی آنکھیں بند تھیں جب کہ شایان احتشام سومرو کو اسکی کھلی آنکھوں میں غصہ اور شرم پسند تھی۔

شمس صاحب کو وارڈ میں داخل ہوتا دیکھ وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

تمہیں میں نے منع کیا تھا نا کہا تھا کہ میرے گھر والوں سے دور رہو کیوں نہیں سمجھتے تم اپنے ساتھ ساتھ ہماری زندگیوں کو بھی عذاب بنا رہے ہو شمس صاحب غصے میں بولے تھے۔

کیوں دور رہوں آپ سے ؟ آپ میرے چاچو سائیں ہیں کوئی بھی مجھے آپ سے دور نہیں کرسکتا اور بس بہت رہ لیا آپ نے ہم سب سے دور اب بس آپ حویلی واپس آئینگے شایان نے انکے ہاتھوں کو تھامتے کہا تھا۔۔۔

کس منہ سے آئوں؟ میرے جیسے بیٹے کو کوئی حق نہیں واپسی کا میں نے اپنے باپ کو رسوا کیا ہے شمس صاحب بہت غمزدہ تھے۔

اگر رسوا کیا ہے تو اب منا بھی لو درید سومرو انکے بڑے بھائی ہاں شمس جبار سومرو کے لاڈ اٹھانے والے بھائی سامنے کھڑے تھے انکے۔۔۔

ادا سائیں آپ شمس صاحب بے اختیار انکے گلے لگے تھے۔۔

کیوں چھوٹے شہزادے سائیں میں نہیں آسکتا ؟ انہوں نے کتنے سالوں بعد یہ نام لیا تھا اور شمس صاحب نے کتنے عرصے بعد اپنا یہ نام سنا تھا وہ انکے گلے لگے آنسو بہا رہے تھے وہ آج بہت خوش تھے۔۔

کیسے ہیں بابا سائیں شمس سومرو کے ملنے کے بعد شایان بھی اپنے بابا سائیں کے گلے ملا تھا۔

بلکل فٹ تم سنائو بزنس کیسا جا رہا ؟ درید سومرو شمس صاحب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے خود پہ بیٹھتے شایان سے باتیں کرنے لگے تھے۔

"سب بلکل پرفیکٹ جا رہا ہے الحمدللہ" اچھا ویسے چاچو سائیں اب تو آئینگے نا آپ ؟ شایان سے شمس صاحب سے پوچھا تھا۔

کیسے نہیں آئے گا یہ ضرور آئے گا درید سومرو شمس سومرو کے بولنے سے پہلے ہی بول پڑے تھے۔۔۔

شمسہ خاتون بھی وارڈ میں داخل ہوتی درید سومرو کو دیکھ حیران ہوئی تھیں۔

اسلام علیکم " شمسہ بیگم نے سر جھکائے سلام کیا تھا۔

وعلیکم السلام بھائی سائیں کیا حال ہیں آپ کے درید سومرو کی بات سن کر شمسہ بیگم نے حیران ہوتے اپنے شوہر کو دیکھا تھا جو کہ بہت خوش لگ رہے تھے یہ خوشی امرحا کی پیدائش کے بعد پہلی بار انکے چہرے پہ آئی تھی۔

الحمدللہ اللہ پاک کا شکر ہے بھابی بچے کیسے ہیں انہوں نے امرحا کے بیڈ کی سائڈ پہ بیٹھتے تکلف کے انداز میں پوچھا تھا۔

بڑا کرم ہے اللہ سائیں کا سب ٹھیک ہے زمزم ابھی فرسٹ ائیر میں ہے اور یہ احتشام تو آپ کے سامنے ہے باقی رہی بات آپ کی بھابھی کی تو آپ حویلی جا کر خود ہی ان سے حال پوچھ لینا درید سومرو تفصیل سے کہتے تکلف کو کافی حد تک کم کرچکے تھے اب سب مسکراتے ہوئے باتیں کر رہے تھے مانو اور احمد بھی شایان کے ڈرائیور کے ساتھ وہیں آگئے تھے۔۔۔

بس اب سب کو امرحا کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

♠"مجھے منزلیں نا بخشو، مجھے راستے نا سونپو"

میرے راستوں بتائو، میرا ہمسفر کہاں ہے؟"

وہ گاڑی کو ایک ریسٹورنٹ کے سامنے رکتا دیکھ اپنی گاڑی کو بریک لگاتا ان سے کافی فاصلے پہ کھڑا ہوا تھا۔

اعصام نے اپنی سائیڈ سے نکلتے صبیحہ کی سائیڈ کا دروازہ کھولتے اپنا ہاتھ صبیحہ کی طرف بڑھایا تھا۔

معزرت صبیحہ معزرت کرتی خود باہر نکل آئی تھی داور کا غصہ لاوہ بن کر ابھرا تھا۔

خیر چلیں اعصام اپنی شرمندگی کو کم کرنے کیلیے صبیحہ سے کہتا خود آگے بڑھا تھا۔

وہ اسکے پیچھے داخل ہوئی تھی وہاں ساری خواتین میک اپ کیے مچھ بالوں کو کھلا چھوڑے اور کچھ بالوں کو باندھے ہوئے کافی فیشن ایبل لگی تھیں لیکن صبیحہ کو نقاب میں دیکھ سب اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

آئو تمہیں اپنے دوستوں سے انٹرو ڈیوس کروائوں اعصام کہتا زبردستی اسکا ہاتھ تھامے دوستوں کی طرف لایا تھا صبیحہ کو اپنا ہاتھ گندا ہوتا محسوس ہو رہا تھا اسکی ہر ممکن کوشش تھی کہ وہ شخص اسکا ہاتھ چھوڑ دے داور بھی انکے پیچھے ہی ریسٹورنٹ میں داخل ہوا تھا۔

سوری سر آج کیجیول کسٹمر نہیں آسکتے بیکوز آج ایک پارٹی ارینجڈ ہے ویٹر نے اسے دیکھتے روکنا چاہا تھا۔

یہ لو اور اپنا منہ بند رکھو وہ اپنی شہد رنگ آنکھوں میں غصہ سموئے اپنے جیب سے ہزاروں روپوں کی گڈھی نکالتا اس ویٹر کو تھماتے وہ اندر کی جانب چلا گیا تھا۔

وہ شخص صبیحہ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا اسے دیکھتا داور کا غصہ سوا نیزے پہ پہنچا تھا۔

ہائے یاسر میٹ ہر شی از مائی فیانسی اعصام نے صبیحہ کو اپنے ایک دوست کے سامنے کیا تھا۔

ہائے یاسر نے اپنا ہاتھ صبیحہ کی طرف بڑھایا تھا لیکن صبیحہ نے اسے دیکھتے اپنی نظریں پھیر لی تھیں۔

او آئی تھنک انہیں برا لگا خیر وہ شخص کہتے آگے کی جانب چلا گیا اعصام صبیحہ کی ہاتھ پہ گرفت کو سخت کرگیا صبیحہ کو اپنا ہاتھ ٹوٹتا محسوس ہوا تھا اور یہ منظر داور کی آنکھوں سے چھپا نا رہا تھا وہ اپنی قدموں کا رخ صبیحہ کی جانب کرگیا تاکہ وہ اسے بتا سکے کہ وہ یہاں ہے اسے بچانے کیلیے"

ہائے اعصام کیسے ہو ؟ وہ تین چار لڑکیاں جو کہ جینز شرٹ میں تھیں اور ساتھ میں موجود دو لڑکے اعصام کو اپنی طرف آتا دیکھ ایک ساتھ بولے تھے۔

ہینڈسم اعصام نے ایک آنکھ ونک کی تھی۔

اوو ہو از شی ؟ (یہ کون ہے؟) ان میں سے ایک لڑکے نے سوال کیا تھا۔

مائی فیانسی اعصام نے چبا کر کہتے صبیحہ کو اپنے ساتھ لگانا چاہا تھا لیکن صبیحہ نے فاصلہ قائم رکھا تھا۔

تو یہ اتنے پردوں میں کیوں ہے ؟ ایک لڑکی نے اسے دیکھتے اکتا کر کہا تھا۔

ویسے ہی اعصام نے طنزیہ کہا تھا۔

او کم آن یو حجابی گرل نقاب ہٹا دو دوسری لڑکی نے صبیحہ کو آفر کی تھی۔

نو تھینکس صبیحہ نے منع کرتے اپنا رخ دوسری طرف کیا تھا۔

ارے جب وہ کہ رہی ہے تو ہٹا دو اعصام لے کہتے صبیحہ کے نقاب کو ہاتھ سے ہٹانا چاہا تھا۔

میں تمہارا یہ ہاتھ نا توڑ دوں جو تم انہیں بے نقاب کرو داور نے اسکا ہاتھ تھامتے ایک مکا گھما کر اسکے منہ پہ مارا تھا۔

صبیحہ کی داور جان میں جیسے جان آئی تھی وہ فوراً سے داور کے پیچھے ہوتی اپنا نقاب درست کرنے لگی تھی۔

اعصام خود کو سنبھالتا تیزی سے اٹھتا داور کی طرف آیا تھا۔

تیری اتنی جرت تو اعصام چانڈیو پہ ہاتھ اٹھائے اعصام نے کہتے داور کو مارنا چاہا تھا لیکن داور نے اسکے ہاتھ کو پکرتے ایک مکہ اسکے پیٹ میں مارا تھا وہ درد سے کراہتا ہوا نیچے گرا تھا۔

میرے اندر بہت جرت ہے اعصان چانڈیو داور نے اپنے دونوں ہاتھوں کا مکہ بناتے اعصام کے کندھوں پہ مارا تھا تو وہ درد سے بلبلا اٹھا تھا۔

اینڈ یو شی از ناٹ حجابی گرل شی از آ پیور ہارٹ گرل ناٹ لائیک یو پلے گرل

(یہ حجابی لڑکی نہیں کے یہ صاف دل والی لڑکی ہے تمہاری طرح نہیں رکھیل

لڑکی)داور نے اس لڑکی سے کہا تھا جس نے صبیحہ کو حجابی گرل بولا تھا.

اور تُم اب اسکا رخ دوسری لڑکی کی طرف تھا جس نے نقاب پہ طنز کیا تھا۔۔

ڈو یو نو کہ قیمتی چیزیں ہمیشہ چھپی ہوئی رہتی ہیں اور دو ٹکے کی چیزیں راستے

میں بچھی ہوئی داور نے اس لڑکی کو ایک نظر نخوت سے دیکھتے کہا تھا۔

چلیں آپ وہ صبیحہ سے کہتا آگے بڑھنے لگا تھا اعصام وہاں کراہ رہا تھا مگر کسی

میں ہمت نا تھی کی داور سومرو کی موجودگی میں اسکی مدد کرتا۔

جج جی صبیحہ آگے بڑھتے داور کا بازو تھام گئی تھی اعصام اور داور دونوں ہی

حیران ہوئے تھے۔۔۔

وہ اسے لیے پارکنگ ایریا میں آیا تھا صبیحہ کا پورا وجود کانپ رہا تھا وہ واقعی میں بہت ڈر گئی تھی۔

داور نے اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولتے اسے اندر بیٹھنے کو کہا تھا وہ تیزی سے گاڑی میں بیٹھتے دروازے کو زور سے بند کرتی اپنی سیٹ پہ خود میں ہی سمٹی تھی داور کو بہت افسوس ہوا تھا وہ دوسری طرف سے آتا گاڑی کو اسٹراٹ کرتا وہاں سے نکلا تھا۔

شش شکریہ سائیں اگر آج اا آپ نا آتے تو ہم بے نقاب ہوجاتے وہ داور کو دیکھتی روتی ہوئی بولی تھی داور کا بس چلتا تو وہ اسکے آنسوؤں کو پونچھتا لیکن وہ اسکی بغیر اجازت کے اسے چھونا نہیں چاہتا تھا۔

شکریہ کی ضرورت نہیں میں خود چاچو سائیں سے بات کرونگا بیثث ہوگئ

برداشت داور نے کہتے اپنا فوکس اسٹیئرنگ پہ کیا تھا آج اس نے اس لڑکی کو

پھر سے بچا لیا تھا۔۔

ooooooooooooooo

شام کر اریان واپس آیا تو رمشہ کو کمرے میں نہ پا کر بے چین ہو گیا۔

وہ نیچے گیا تو اسے رمشہ کی جھلک کچن میں دکھائی دی۔

وہ مسکراتا ہوا کچن میں گیا۔شپاٹری کیا کر رہی ہو۔وہ کچن شیلف سے ٹیک لگائے

بولا۔

سائیں آپ کب آئے۔وہ اچانک اسے وہاں دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

ابھی آیا ہوں تم کیا کر رہی ہو کچن میں۔وہ غور سے اسے دیکھتے بولا جو گلابی شورٹ فراک پہنے گلابی لپسٹک گلے میں دوبٹہ لیے کھڑی تھی۔

سائیں بھوک لگی تھی تو یہاں آ گئی وہ معصوم منہ بنا کر بولی اچانک اس کے دماغ میں جھماکہ ہوا۔

سائیں۔وہ اس کے پاس جاتے اس کی شرٹ کے بٹن پر انگلی پھیرتی بولی۔

جی سائیں کی جان۔وہ اسے اپنے حصار میں لیتا بولا۔

آپ مجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں۔اریان کو اس کے اچانک سوال پوچھنے کی سمجھ نہ آئی۔

جانم میری رات کی شدتیں اور تمہارے بدن پر موجود نشان کیا یہ بتانے لے لیے کافی نہیں کہ میں کتنی محبت کرتا ہوں تم سے۔وہ بے باکی سے کہتا اسے شرمانے پر مجبور کر گیا۔

سائیں بتائیں نہ۔وہ معصوم منہ بنائے بولی

بے حد بے پناہ۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولا۔

اچھا۔۔۔پھر مجھے کچھ بنا کر کھلائے۔اس کی فرمائش پر آریان کو اس کے سوال کرنے کی سمجھ آئی۔

کیا کھائے گی میری جان۔وہ اس کی پیشانی چومتے ہوئے بولا۔

جو آپ کھلائے۔وہ مسکراتے بولی کیونکہ اس کا مان رکھ لیا گیا تھا۔

اچھا۔۔۔

آریان نے اسے کمر سے پکڑ کر شیلف پر بٹھایا۔اور فرتج میں سے سینڈوچ بنانے

کا سامان نکالنے لگا۔رمشہ پیار بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ سینڈوچ کا سامان تیار کرتے اسے میکر میں رکھ کر اس کے پاس آیا اور اسے

کمر سے پکڑ کر قریب کیا۔

یہ کچن میں کون ہے ؟ تہمینہ شاہ کی آواز سنتے آریان ویسے ہی کھڑا تھا لیکن

رمشا پہ گھبراہٹ طاری ہو چکی تھی۔

سائیں پلیز خالہ سائیں کے سامنے۔۔۔۔“

ہمممممم!!! آریان کہتا اس سے دور ہوتا کچن سے نکل گیا۔

میں نے پھر سے ناراض کر دیا رمشا کی آنکھوں میں آنسو اترے تھے۔

رمشا اس وقت کیا کر رہی ہو کچن میں ؟ شام کا وقت چائے پینے کا ہوتا تھا اور رمشا بہت کم ہی کچن میں پائی جاتی تھی۔

وہ وہ خالہ سائیں میں سینڈوچ بنا رہی تھی اس نے کہتے میکر کی طرف دیکھا سینڈوچ بننے کی خوشبو سونگھتے اس نے میکر کا بند کرتے سینڈوچ کو پلیٹ میں نکالتے اپنے قدموں کو باہر کی جانب بڑھایا تھا۔

آریان کی فکر نا کرو رمشا وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ناراض ہو جاتا ہے لیکن مجھے میری بچی پہ پورا بھروسہ ہے تہمینہ شاہ فریج کی طرف بڑھتی اپنا رخ موڑہ رمشا سے بولی تھی وہ بھی اپنے سر کو اثبات میں ہلاتی کچن سے نکل گئی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وتظنّ أنّها النّهاية، ثُمّ يُقال "کُن" علی دعائک.

"اور جب تمھیں لگتا ہے ناں کہ اب سب ختم ہو گیا، اسی وقت تمہاری دعا پر "کُن" کہہ دیا جاتا ہے۔"

گاڑی میں بہت دھیمی آواز میں یہ آیت سنتے صبیحہ کی آنکھوں سے آنسو ایک بات پھر لڑھک آئے تھے واقعی میں اسے لگا تھا اب سب ختم ہوجائے گا وہ بے نقاب ہو جائے گی لیکن اس کے رب نے اسکا پردہ رکھا تھا اسے بچا لیا تھا۔

مت روویں مجھے اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہوتی ہیں وہ گاڑی کو ڈرائیو کرتا بولا تھا۔

"ہر چیز ہمیں ملنے کے لیے نہیں ہوتی کچھ چیزیں خوبصورت دھوکہ اور بدترین شر ہوتی ہیں اس لیے کسی چیز کے نا ملنے پر اللہ کریم سے بدگماں نہیں ہونا چاہیے "

یہ الفاظ سنتے صبیحہ نے بے اختیار اعصام چانڈیو کے بارے میں سوچا تھا وہ شخص واقعی میں اسکے قابل نہیں تھا۔

کتنی دیر لگے گی حویلی پہنچنے میں ؟ صبیحہ نے داور سے پوچھا تھا جو کہ اسکی بھاری سی آواز سنتا افسوس سے سر جھٹک چکا تھا۔

بس تھوڑی دیر میں اور آپ کو کوئی ضرورت نہیں کسی کس صفائی دینے کی میں ہوں نا سب کو دیجھ لوں گا داور نے ایک نظر مسکراتے اسے دیکھا تھا صبیحہ نے اپنی نظریں پھیر لیں تھیں وہ اس شخص سے بہت شرمندہ تھی ہر بات پہ

ـــــــ

ooooooooooooooooooooooooooo

پنچائیت شروع کی جائے پنچائیت کے بڑے سردار تبریز شاہ کو ڈیرے میں داخل ہوتا دیکھ بولے تھے۔

تبریز ابتسام سومرو اور باقی سرداروں سے ملتا آریان کے ساتھ بیٹھا تھا۔

داور سائیں کہاں ہیں ابتسام سائیں ؟ ایک آدمی نے ابتسام سے پوچھا تھا۔

داور شہر گیا ہے کسی کام سے لیکن اپ بے فکر رہیں میرے پاس ہر چیز کا ثبوت ہے ابتسام نے کافی ٹھنڈے لہجے میں کہتے ہوئے بھی ضمہیم جتوئی کو آگ لگادی تھی اسک لوگ اس سے بدگمان ہو چکے تھے اسکا معیار گر گیا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ سب برباد کردے لیکن آریان کی موجودگی میں وہ صرف خاموش رہ سکتا تھا آریان کی سوالیہ نظروں کو اپنی طرف اٹھا دیکھ وہ اپنے چہرے پہ زبردستی مسکراہٹ سجا کر اسکی طرف دیکھنے لگا تھا۔

آریان نے ایک آئبرو اوپر کرتے اسے اس انداز سے دیکھا تھا کہ وہ شرمندہ ہوتا سر جھکا گیا تھا آریان تلخی سے ہنستا اپنی نظریں ایل ای ڈی کی طرف مرکوز کر گیا تھا جہاں اب ضمہیم جتوئی کی سچائی بیان کی جانی تھی۔

oooooooooooooooooooooooooooo

احمد اور مانو نئے راستوں کو دیکھتے خوش ہو رہے تھے وہ شاہ پور کی حدود میں داخل ہو چکے تھے کچی سڑکیں مٹی سے بنے گھر ہرے لہلہاتے ہوئے کھیت دور پگڈنڈیوں پہ کھیلتے بچے اور ہوا کی تیزی کے باعث جھومتے ہوئے درختوں کو دیکھ انکی خوشی مزید گہری ہوئی تھی۔

آپی اب ہم یہیں رہیں گے نا۔۔۔؟ مانو نے آنکھیں بند کی ہوئی امرحا سے پوچھا تھا

ہاں جی بلکل اب آپ لوگ یہیں رہیں گے درید سومرو انہیں مسکراتا دیکھ بولے تھے۔

ادا سائیں لیکن۔۔۔" شمس صاحب کچھ کہنا چاہتے تھے۔

لیکن ویکن کچھ نہیں شمس تم اب گھر واپس آئو گے درید سومرو سخت لہجے میں بولے تھے۔

لیکن ادا سائیں آپ لوگوں کے بابا شمسہ بیگم امرحا کے سر اپنے کندھے پہ رکھتی ہوئی بولی تھیں ان سب کے بیچ احتشام کار ڈرائیور کرتا خاموشی سے کبھی کبھی امرحا کو دیکھ لیتا تھا۔

ایک حل ہے اسکا درید سومرو کے کہتے سب نے انہیں دیکھا تھا۔

کیا حل ہے بابا سائیں۔۔۔؟ احتشام نے سرسری سے انداز میں پوچھا تھا۔

حویلی کے دائیں طرف ایک گھر خالی ہے فلحال ہم شمس اور بچوں کو وہیں چھوڑتے ہیں اسکے بعد اگلے پلین پہ کام کریں گے درید سومرو کی آنکھوں میں چمک اتری تھی۔

ہاں ادا سائیں فلحال مجھ میں بھی ہمت نہیں کسی کا مقابلہ کرنے کی کیونکہ میری ساری ہمت میری مہرو دھی ہے شمس صاحب نے ایک نظر اگلی سیٹ پہ بیٹھی امرحا کو دیکھا تھا وہ اسے ڈسچارج کروا کے لے تو آئے تھے لیکن اس پہ اب بھی نیند طاری تھی کیونکہ اسے درد بہت تھا بازو میں۔۔۔"

تمہاری دھی میری بھی دھی ہے شمس اور میں اپنی بیٹی کا علاج یہیں کروائوں گا معذرت میں اسے اس حالت میں گائوں لے آیا لیکن تم بے فکر رہو میں نے پہلے ہی ایک لیڈی ڈاکٹر کو کال کردی ہے درید سومرو تفصیل سے گویا ہوتے باہر کی جانب دیکھنے لگے تھے وہ لوگ حویلی کے قریب پہنچنے والے تھے۔

ارے نہیں ادا سائیں معذرت کیوں بھلا آپ نے تو ہمارا ہی خیال کیا ہے شمسہ

بیگم نے فوراً انہیں دیکھتے تصبیہ کی تھی۔

شایان گاڑی کو دائیں جانب لے جائو اور انہیں میں اترتا ہوں تم پنچائت میں

پہنچو وہاں ابتسام اکیلا ہے دردید سومرو کی بات سنتے شمس صاحب کو ماضی کا

خیال ذہن میں لہراتے شرمندہ کر گیا تھا وہ اپنے بابا سائیں کے لاڈلے تھے

پنچائیت کے ہر فیصلے پہ وہ ساتھ ہوتے تھے اور جب تک وہ نا آتے تب تک

پنچایت شروع نا ہوتی تھی اور اب انکے بھتیجے۔۔۔"

زیادہ مت سوچو چھوٹے شہزادے تمہارے جانے کے بعد بابا سائیں پہنچائت

کے ایک فیصلے پہ بھی نہیں گئے بھلا اپنے سہاروں کے علاوہ جایا جاتا ہے

کہیں۔۔۔؟ درید سومرو مسکراتے ہوئے بولے تھے تو شمس صاحب بھی سر جھکا گئے تھے۔

احتشام گاڑی کو سائیڈ میں پارک کرتا ان سب کو اترتا ایک نظر امرحا کو دیکھتا جو کہ صرف اپنی ماں کے سہارے پہ چل رہی تھی افسوس سے سر جھٹکتا اپنا رخ پنچائیت کی طرف کر گیا تھا۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooo

داور سائیں آپ ہہ ہمیں طاہرہ بی بی کی طرف لے چلیں گے کچھ دیر کیلیے ۔۔۔؟ صبیحہ نے داور کو دیکھا تھا جو سنجیدگی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

کیوں...؟ خیریت۔۔۔؟ اس نے ایک نظر اسٹیئرنگ سے ہٹاتے صبیحہ کی طرف دیکھا تھا۔

ہمارا دل کر رہا ہے ان سے ایک بار ملنے کو پلیز لے چلیں صبیحہ کہ لہجے میں

گزارش کی رمک تھی۔

اچھا ٹھیک ہے لیکن زیادہ ٹائم مت لگائیے گا ہم حویلی بھی پہنچنا ہے داور نے

گاڑی کا رخ طاہرہ بی بی کے مدرسے کی جانب کیا تھا۔

تقریباً دس منٹ کے سفر کے بعد وہ لوگ مدرسے کے سامنے موجود تھے صبیحہ

اپنے حجاب کو درست کرتی گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئی تھی اور داور وہیں اسکا

انتظار کرنے لگا تھا۔

کیا ہم اندر آسکتے ہیں بی بی۔۔۔؟ اس نے دروازے پہ ہلکی سی درستک دی تھی

طاہرہ بی بی کے شوہر کی وفات کے بعد وہ مدرسے میں ہی بنے ایک کمرے میں

رہتی تھیں انکی اولاد تو کوئی تھی نہیں اور وہ خود اللہ کے راستے پہ گامزن ہوگئی تھیں۔

آجائو صبیحہ انہوں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی مغرب کی نماز ادا کی تھی۔

اسلام علیکم کیسی ہیں آپ وہ آگے بڑھتی انکے ہاتھوں پہ بوسہ دیتی انکھوں سے لگا گئی تھی وہ بچپن سے انکے پاس ہی پڑھی تھی اور وہ بلکل اسے ایک ماں کی طرح سمجھاتی تھیں۔

وعلیکم السلام میں بلکل ٹھیک ہوں تم بتائو مجھے تو تمہاری طبیعت تھوڑی ناساز لگتی ہے۔۔۔" وہ صبیحہ کے انداز کو دیکھ سمجھ چکی تھیں کہ وہ کسی پریشانی میں ہی آئی ہے۔

جی ہم بہت اداس ہیں۔۔۔۔ بہت زیادہ۔۔اسکے لہجے سے اسکی تکلیف کا اندازہ

لگایا جا سکتا تھا وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔

تو کیوں اداس ہے میری بیٹی انہوں نے آگے بڑھتے اسے گلے لگایا تھا انکے

گلے لگانے کی دیر تھی کہ صبیحہ ہچکیوں سمیت پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی اسکی

سانسیں اسے بھاری ہوتی محسوس ہو رہی تھیں دل تھا جیسے ابھی بند ہو جائے گا

خوف تھا کہ کہیں اسے پھر سے بے نقاب کرنے کی کوشش نا کی جائے وہ ڈری

سہمی سی انکے گلے لگے کتنی ہی دیر آنسو بہاتی رہی۔

بس میری گڑیا ہر غم کے بعد آسانی کا وعدہ کیا ہے میرے رب نے تو کیوں

غمزدہ ہوتی ہو تم۔۔؟ انہوں نے اسے خود سے جدا کرتے پاس پڑے جگ

سے پانی کا گلاس بھرتے اسکے لبوں سے لگایا تھا پیاس اسے وقعی میں شدید لگی

تھی گلے میں کانٹے چبتے محسوس ہو رہے تھے لیکن دم کیے ہوئے پانی سے اسکی

رگ رگ میں سکون سا اترا تھا۔

صبیحہ تم دعا کیا کرو۔۔۔ وہ اسے دیکھتی ہوئی بول رہی تھیں جو کہ نظریں

جھکائے بیٹھی تھی۔

میں کرے ی ہوں دعا لیکن۔۔۔۔" وہ خاموش ہوگئی تھی کوئی الفاظ نہیں تھے

اسکے پاس کچھ بھی بتانے کو۔۔۔"

میں تمہیں ایک واقعہ سناتی ہوں ہمارے پیار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امید

کرتی ہوں تم سمجھ جائو گی کہ دعائیں کتنی طاقت رکھتی ہیں طاہرہ بی بی نے اسکا

سر اپنی گود میں رکھا تھا وہ بھی انکی گود میں سر رکھتی آنکھوں کو بند کر گئی

تھی۔۔۔

ایک بار جبرائیل علیہ سلام نبی کریم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے دیکھا کہ جبرایل کچھ پریشان ہے آپ نے فرمایا جبرائیل کیا معاملہ ہے کہ

آج میں آپکو غمزدہ دیکھ رہا ہوں جبرائیل نے عرض کی اے محبوب کل میں

اللہ پاک کے حکم سے جہنم کا نظارہ کرکہ آیا ہوں اسکو دیکھنے سے مجھ پہ غم

کے آثار نمودار ہوے ہیں نبی کریم نے فرمایا جبرائیل مجھے بھی جہنم کے

حالات بتاو جبرائیل نے عرض کی جہنم کے کل سات درجے ہیں

ان میں جو سب سے نیچے والا درجہ ہے اللہ اس میں منافقوں کو رکھے گا

اس سے اوپر والے چھٹے درجے میں اللہ تعالی مشرک لوگوں کو ڈلیں گے

اس سے اوپر پانچویں درجے میں اللہ سورج اور چاند کی پرستش کرنے والوں

کو ڈالیں گے

چوتھے درجے میں اللہ پاک آتش پرست لوگوں کو ڈالیں گے

تیسرے درجے میں اللہ پاک یہود کو ڈالیں گے

دوسرے درجے میں اللہ تعالی عسائیوں کو ڈالیں گئ

یہ کہہ کر جبرائیل علیہ سلام خاموش ہوگئے تو نبی کریم نے پوچھا

جبرائیل آپ خاموش کیوں ہوگئے مجھے بتاو کہ پہلے درجے میں کون ہوگا

جبرائیل علیہ سلام نے عرض کیا

اے اللہ کے رسول پہلے درجے میں اللہ پاک آپکے امت کے گنہگاروں کو

ڈالے گے

طاہرہ بی بی نے اسکی جانب دیکھا تھا جو بڑے غور سے سن رہی تھی۔

جب نبی کریم نے یہ سنا کہ میری امت کو بھی جہنم میں ڈالا جاے گا تو آپ بے حد غمگین ہوے اور آپ نے اللہ کے حضور دعائیں کرنا شروع کی تین دن ایسے گزرے کہ اللہ کے محبوب مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لاتے نماز پڑھ کر حجرے میں تشریف لے جاتے اور دروازہ بند کرکہ اللہ کے حضور رو رو کر فریاد کرتے صحابہ حیران تھے کہ نبی کریم پہ یہ کیسی کیفیت طاری ہوئی ہے مسجد سے حجرے جاتے ہیں۔

گھر بھی تشریف لیکر نہیں جا رہے۔جب تیسرا دن ہوا تو سیدنا ابو بکر سے رہا نہیں گیا وہ دروازے پہ آے دستک دی اور سلام کیا لیکن سلام کا جواب نہیں آیا۔ آپ روتے ہوے سیدنا عمر کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں نے سلام کیا

لیکن سلام کا جواب نہ پایا لہذا آپ جائیں آپ کو ہو سکتا ہے سلام کا جواب مل

جاے آپ گئے تو آپ نے تین بار سلام کیا لیکن جواب نہ آیا حضرت عمر نے

سلمان فارسی کو بھیجا لیکن پھر بھی سلام کا جواب نہ آیا حضرت سلمان فارسی

نے واقعے کا تذکرہ علی رضی اللہ تعالی سے کیا انہوں نے سوچا کہ جب اتنے

اعظیم شخصیات کو سلام کا جواب نہ ملا تو مجھے بھی خود نھی جانا نھی چاہیئے

بلکہ مجھے انکی نور نظر بیٹی فاطمہ اندر بھیجنی چاہیئے۔لہذا آپ نے فاطمہ رضی اللہ

تعالی کو سب احوال بتا دیا آپ حجرے کے دروازے پہ آئی

" ابا جان اسلام و علیکم"

بیٹی کی آواز سن کر محبوب کائینات اٹھے دروازہ کھولا اور سلام کا جواب دیا

ابا جان آپ پر کیا کیفیت ھے کہ تین دن سے آپ یہاں تشریف فرما ہے

نبی کریم نے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ میری امت بھی جھنم

میں جاے گی فاطمہ بیٹی مجھے اپنے امت کے

گنہگاروں کا غم کھاے جا رہا ہے اور میں اپنے مالک سے دعائیں کررہا ہوں کہ

اللہ انکو معاف کر اور جہنم سے بری کر یہ کہہ کر آپ پھر سجدے میں چلے

گئے اور رونا شروع کیا یا اللہ میری امت یا اللہ میری امت کے گناہگاروں پہ

رحم کر انکو جہنم سے آزاد کر

کہ اتنے میں حکم آگیا "وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی

اے میرے محبوب غم نہ کر میں تم کو اتنا عطا کردوں گا کہ آپ راضی ہو

جائیں گے..

آپ خوشی سے کھل اٹھے اور فرمایا لوگوں اللہ نے مجھ سے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ روز قیامت مجھے میری امت کے معاملے میں خوب راضی کریں گا اور میں نے اس وقت تک راضی نہیں ہونا جب تک میرا آخری امتی بھی جنت میں نہ چلا جائے۔۔۔

اسکی آنکھوں میں پھر سے آنسو چمکے تھے وہ واقعی میں یہ کیسے بھول گئی کہ اسکا رب کتنا غفور الرحیم ہے وہ تو ہر شے پہ قادر ہے پھر وہ کیوں مایوس ہو چکی تھی۔

اب تم نے رونا نہیں ہے صبیحہ تم نے دعا کرنی ہے وہ اسے اٹھتا ہوا دیکھ آگے بڑھتی اسکا ماتھا چوم گئی تھیں۔

جج جی ..." وہ کہتی اپنے نقاب کو درست کرتی ان سے الوداع کہتی باہر نکل آئی تھی اسکا دل اب قدرے پر سکون تھا وہ سکون اب اسکی روح کو بھی پہنچا تھا اور وہ اس آیت پہ پھر سے ایمان لے آئی تھی۔

"بیشک اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے"

اس نے باہر نکلتے آرام آرام سے قدموں کو بڑھاتے گاڑی کا دروازہ خود کھولا تھا داور گاڑی میں موجود نہیں تھا اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن آس پاس بھی کوئی نہیں تھا اب اسکا دل ایک بار پھر سے بیٹھنے لگا تھا۔۔۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○

اسلام علیکم احتشام نے ڈیرے پہ پہنچتے سب کو سلام کرتے ابتسام کی ساتھ والی کرسی کو گھسیٹا تھا۔

سب ہی حیران تھے اس نوجوان کو دیکھ کر اور پھر اسکا یوں ابتسام کے ساتھ بیٹھنا سب کو مزید حیران کر رہا تھا۔

وعلیکم السلام کیسے ہو احتشام ابتسام نے کھڑے ہوتے اسکی جانب دیکھتے باہیں پھیلائی تھیں۔

میں بلکل فٹ فاٹ وہ مسکراتا ہوا اسکے گلے لگا تھا۔

ہی کیر آہے سومرو سردار ...؟ (یہ کون ہے سومرو سردار..؟) وہاں بیٹھے ایک بزرگ نے سوال میں پہل کی تھی۔

منجھو سوٹ آہے چاچا ڈنو (میرا چچازاد بھائی ہے چاچا ڈنو) اس نے مسکراتے ہوئے اسکی جانب دیکھتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

میں درید سومرو کا بیٹا ہوں شایان احتشام سومرو اس نے سب کے چہروں پہ حیرت پھیلے دیکھ خود ہی اپنا تعارف کروایا تھا۔

میرے خیال سے اتنا جاننا کافی ہے اب پنچائیت پہ دیہان دیتے ہیں نا کہ مجھ پہ وہ مضبوط لہجے میں سنجیدگی سے کہتا کرسی پہ بیٹھا تھا۔

آریان نے ایک نظر اسے دیکھا تھا چھناک سے ذہن میں جھماکہ ہوا تھا وہ کیسے بھول سکتا تھا کہ وہ اور داور اکثر ویک اینڈس پہ احتشام سے ملنے جاتے تھے شایان کی نظر بھی بیک وقت اس پہ پڑی تھی۔

او ہائے برو وہ خود ہی اٹھتا آریان کی طرف بڑھا تھا آریان بھی کھڑا ہوتا اس سے گلے ملا تھا۔

کیسے ہو ہینڈسم۔۔؟ آریان نے اس سے جدا ہوتے پوچھا تھا۔

آل ویز ہینڈسم وہ ایک آنکھ ونک کرتا مسکراتے ہوئے آریان کو بھی مسکرانے

پہ مجبور کر گیا۔

اگر اب آنٹیوں والا ملنا ولنا ہو گیا ہو تو پنچایت شروع کریں۔۔؟ تبریز نے ایک

ایک لفظ کو چبا چبا کر ادا کرتے آریان کی جانب دیکھا تھا۔

جی جی بلکل احتشام کہتا اپنی کرسی پہ بیٹھا تھا آریان بھی واپس اپنی جگہ پہ بیٹھا۔

جی تو ضمہیم جتوئی آپ اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہیں گے۔۔؟ ابتسام نے اسکی

طرف دیکھا تھا جو سر جھکائے بیٹھا تھا وہ مغرور سردار تھا لیکن اج اسے سر

جھکائے بیٹھا دیکھ ابتسام کو بھی افسوس ہوا تھا۔

کچھ نہیں وہ دو ٹوک لہجے میں بولا تھا۔

مرضی ہے ابتسام نے بھی کندھے اچکائے تھے۔

آریان ویڈیو پلے کرو ابتسام نے آریان سے کہا تھا جو کب سے اسی کے انتظار میں تھا۔

جی۔۔۔" آریان نے اٹھتے ہوئے موبائل کو ایل ای ڈی سے کنیکٹ کرتے ویڈیو پلے کی تھی۔

تجھے کیا لگتا تو میرے ساتھ ایسے کرے گا تو میں تجھے اپنے مالک کا نام بتا دوں گا۔۔۔؟ کرسی پہ رسیوں سے بندھا وہ وجود اب چینخا تھا۔۔۔

ششششششش آہستہ ....! داور نے اپنی اگلی منہ پہ رکھ کر اس وجود کو خاموش رہنے کا کہا تھا۔۔۔

دد دیکھو داور سومرو ہماری تمہارے ساتھ کوئی لڑائی جہیں تمہیں کیا لگتا ہے تم

نے اتنے دنوں سے مجھے قید کیا ہوا ہے کیا میرے مالک کو پتا نہیں چلے گا

۔۔۔؟ دیکھنا وہ تمہارا حشر بگاڑ دے گا اس شخص کی آواز پھر سے تیز ہوئی تھی

جو اب کی بار داور کو ناگوار گزری تھی۔۔۔۔

تجھے ایک بار عزت سے کی ہوئی بات سمجھ نہیں آتی۔۔۔؟ داور غصے سے آگے

بڑھتا اسکے بالوں کو اپنی مُٹھی میں جکڑ گیا۔۔۔

اور کیا کہا کہ میرا معاملہ نہیں۔۔۔۔؟ تو نے اس رات جسے ڈرانے کی کوشش

کی تھی میرا دنیا میں سب سے زیادہ معاملہ ہی اسکے ساتھ ہے داور نے ایک

زور دار مکا اس شخص کے منہ پہ جڑا تھا اسکے ہونٹوں کے کناروں سے اب

خون نکل رہا تھا داور سومرو نے اسے زندہ رکھا تھا تاکہ وہ اسکا نام جان پائے لیکن اس شخص کو عزت راس نہیں تھی۔۔۔

داور نے اپنی شال ہٹا کر گن نکال کر اس پہ سائیلنسر لگایا تھا۔۔۔

نن نہیں مم مجھے چھوڑ دو مم میں تمہیں بب بتاتا ہوں وہ شخص فوراً نڈھال ہوتا داور کے آگے گڑگڑایا تھا۔۔۔

بتائو جلدی سے۔۔۔" داور کی شہد رنگ غصے سے لہولہان ہو رہی تھیں۔۔۔

لل لیکن خدارا میرے بچوں کو بچا لینا کیونکہ وہ شخص پہلے مجھے اور پھر میرے بچوں کو مارے گا اس نے روتے ہوئے داور کے سامنے التجا کی تھی۔۔۔

تم بے فکر رہو جس دن میں نے تمہیں قید کیا تھا اسی دن تمہارے بیوی بچوں کو شہر میں اپنے گھر بھیج دیا تھا کیونکہ مجھے پتا تھا جو بھی تمہارا مالک ہے وہ گھٹیا

حرکت سے باز نہیں آئے گا داوٗر اپنے ہاتھ سے خون صاف کرتا اس شخص کو ساری بات تفصیل سے بتا چکا تھا۔۔۔

مجھے معاف کردیں داور سائیں آپ جیسا شخص میں نے اپنی پوری حیاتی میں نہیں دیکھا۔۔۔" وہ روتے ہوئے اپنا سر جھکا گیا تھا۔۔۔

مجھے ضیغم جتوئی نے بھیجا تھا لیکن داور سائیں آپ کیلیے مجھے اب جان بھی دینی پڑی تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا وہ شخص اب خاموش ہو چکا تھا اسکا لہجہ اب قدرے مضبوط تھا واقعی میں داور سومرو جیسے اعلیٰ کردار والے انسان کے ساتھ کون دھوکا کر سکتا ہے۔۔۔

مجھے پتا تھا یہ اسکا کام ہے داور سومرو ہلکا سا ایک طرفہ ہنسا تھا۔۔۔

جیسے جیسے ویڈیو چل رہی تھی ویسے ضمیہم جتوئی کے ماتھے کی رگیں

پھولتی جا رہی تھیں وہ واقعی میں جس شخص کا پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا وہ

تو داود سومرو کے ہتھے پہلے ہی چڑھ چکا تھا۔

اور ایک اور ثبوت بھی ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ضمہیم جتوئی

نے نا صرف شاہوں کو نقصان پہنچانا چاہا بلکہ اس نے تو سومرو کو بھی نہیں

بخشا۔۔۔" تبریز نے کہتے خیرو کو اشارہ کیا تھا جو ہاتھ باندھے اسکے پیچھے کھڑا

تھا۔

یہ انگوٹھی جو صرف ہمارے گائوں میں جتوئی خاندان کے سرداروں کو پہنائی

جاتی ہے یہ سومرو کی جلی ہوئی زمینوں کے پاس سے مجھے تب ملی جب میں

دورے پہ گیا تھا تبریز نے خیرو نے وہ انگوٹھی والا پیکٹ لیتے سب کے سامنے

کیا تھا ضمہیم کو اب کوئی اور حل نظر نا آیا تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھتا اپنی شال سے گن نکالتا تبریز کی جانب رخ کر گیا آریان نے آگے بڑھ کر اس سے گن کو جھپٹنا چاہا تھا لیکن گولی چلتی تبریز کی سیدھی ٹانگ میں لگی تھی وہ لڑکھڑاتا ہوا نیچے گرا تھا آریان ایک زوردار مکا ضمہیم کے منہ پہ جڑتا اسے نیچے گراتے وہ اب اسے پاگلوں کی طرح مارنے لگا تھا لوگوں نے بہت مشکل سے اسے دور کیا تھا۔

ادد ادا سائیں آپ اٹھ اٹھیں پلیز آریان تبریز کی جانب بڑھتا اسے سہارہ دے رہا تھا ضمہیم نے لوگوں سے خود کو چھڑواتے ایک اور گولی تبریز کی دوسری ٹانگ پہ چلائی تھی وہ جو پہلے ہی ڈھے چکا تھا اب وہ درد سے بلبلا اٹھا تھا احتشام نے آگے بڑھتے ضمہیم کی کمر میں مکا جڑتے اس سے گن لی تھی

ابتسام بھی تبریز کی جانب بڑھتا اسے آریان کے ساتھ سہارا دیتے ڈیرے سے نکالا تھا۔

احتشام نے پولیس کو کال کرتے ضمہیم کو انکے حوالے کرتے اپنا رخ حویلی کی جانب کیا تھا۔

ooooooooooooooooooo

ادی سائیں میرا دل بیٹھا جارہا ہے پتا نہیں کیوں۔۔۔" تہمینہ شاہ جو کہ شام کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں لیکن اچانک انکا دل بے چین ہوا تھا۔

کیا ہو رہا ہے تہمی اللہ خیر کرے گا ٹینشن مت لو ثمینہ شاہ نے فریج سے پانی کی بوتل نکالتے گلاس میں پانی انڈیلتے انکی جانب بڑھایا تھا۔

نن نہیں پینا مجھے پانی مجھے آریان اور تبریز کے پاس لے کر جائو ادی مم میرے بیٹے مجھے انکے پاس جانا ہے آنسوؤں کا ایک پھندا انکے گلے میں اٹکا تھا وہ رک رک کر بول رہی تھیں۔

وہ بی بی جی شاہ سسس سائیں کو گولیاں مار دی ہیں ایک ملازمہ بھاگتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی تھی اسکی بات سنتے تہمینہ شاہ کے اوسان خطا ہوئے تھے۔

ادد ادی مم میرے بیٹے سس سائیں۔۔۔!وہ بھاگتی ہوئی کچن سے نکلتی مقدر شاہ کے اسٹڈی روم کی طرف آئی تھیں جہاں سکندر شاہ اور مقدر شاہ باتیں کرنے میں مصروف تھے۔

کیا ہوا تہمینہ وہ انکی آواز سنتے تیزی سے اٹھتے باہر آئے تھے اور سکندر شاہ بھی کافی گھبرا گئے تھے۔

سس سائیں وہ تت تبریز کو گگ گولی وہ روتی ہوئی وہیں نیچے بیٹھ گئی تھیں۔

کیا ہوا ہے تبریز کو بھابھی۔۔۔؟ مقدر شاہ نے ثمینہ شاہ کی جانب دیکھا تھا جو

کہ اپنی روتی ہوئی بہن کو سنبھالنے کیلیے ہلکان ہو رہی تھیں۔

وہ جی شاہ سائیں تو جتوئی سردار نے گولی مار دی ہے وہ ملازمہ مقدر شاہ کی

اونچی آواز سنتی کانپ رہی تھی۔

کیا مقدر تم بھابی کو حوصلہ دو ہمیں ہاسپٹل جانا ہوگا سکندر شاہ مقدر شاہ کے

کندھے کو تھتھپاتے بولے تھے۔

جی اٹھو تبھی وہ انہیں سہارا دیتے اٹھنے میں مدد دے رہے تھے۔

سس سائیں میرا بیٹا میرا بچہ۔۔۔۔" وہ کہتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں انکا

لاڈلا انکا لختِ جگر ان سے اتنے فاصلے پہ تھا۔

oooooooooooooooo

امرحا کو بستر پہ لٹاتے شمسہ بیگم اسکے پاس ماہ نور کو چھوڑتی باہر آئی تھیں۔

سنیں یہ باہر اتنا شور کیوں ہو رہا ہے وہ لائونج میں داخل ہوتی شمس صاحب سے بولی تھیں جو کہ درید سومرو کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔

باہر شور ہو رہا ہے۔۔۔؟ مگر کیوں شمس صاحب نے درید سومرو کی جانب دیکھا تھا۔

آئو دیکھتے ہیں درید سومرو کہتے باہر کی جانب نکلے تھے اور درید سومرو بھی انکے پیچھے نکلے تھے۔

oooooooooooooooooooooooooooo

♥تھے میری الفت کے جو مرقوم ہیں سارے،

♥آ دیکھ تیرے نام سے موسوم ہیں سارے،

♥بس اس لیے ہر کام ادھورا ہی پڑا ہے،

♥خادم بھی میری قوم کے مخدوم ہیں سارے،

♥اب کون میرے پاؤں کی زنجیر کو کھولے،

♥حاکم میری بستی کے بھی محکوم ہیں سارے،

♥شاید یہ ظرف ہے جو خاموش ہوں اب تک ،

♥ورنہ تو تیرے عیب بھی معلوم ہیں سارے،

♥ہر جرم میری ذات سے منسوب ہے،

♥ کیا میرے سوا شہر میں معصوم ہیں سارے،

وہ اپنے آنسوؤں پہ چاہ کر بھی پہرے نا لگا پائی تھی وہ اسکے دیے گئے ہر ظلم ہر تکلیف کا بدلہ بھی نا لے پائی تھی وہ رو گئی تھی ہاں عورت چاہے کتنی بھی نفرت کے دعوے کرلے لیکن اپنے محرم کی تکلیف اس کے برداشت سے باہر ہو جاتی ہے وہ بیڈ پہ بیٹھی اپنے گھٹنوں میں سر ٹکائے رو رہی تھی بار بار آنسو لڑھک کر اسکے رخساروں کی زینت بنتے تھے اسے اپنا وجود تکلیف میں محسوس ہو رہا تھا۔

ادد ادی سائیں جلدی چلیں رمشا اسکے کمرے میں تیزی سے داخل ہوئی تھی۔

کک کیا ہوا رمشا وہ اپنے چائے سے جلے ہوئے ہاتھ کو چھپاگئی تھی لیکن آنسو بار بار امڈ رہے تھے۔

ادی وہ وہ تبریز ادا سائیں۔۔۔۔" اا انکو گگ گولی لگ گئی ہے رمشا سے رونے کے باعث بات مکمل ہی نہیں ہو پا رہی تھی وہ ہکلاتے ہوئے لہجے میں بولتی نشا کی جانب بڑھی تھی۔

کک کیا کیسے رر رمشا مجھے ان کے پاس جانا ہے نشا تیزی سے آگے بڑھتی کمرے سے باہر نکلی تھی دوپٹہ اسکے سر پہ تھا و لڑھک کر کندھوں پہ آگیا تھا۔

ادی پچ چادر رمشا اسکے کمرے سے چادر اٹھاتی اسکے پیچھے نکلی تھی خیرو ہی انہیں ہاسپٹل کیلئے لینے آیا تھا نشا جلدی سے گاڑی میں بیٹھتی اسے گاڑی چلانے کا حکم دیتی تسبیح کر رہی تھی۔

ادی حوصلہ رکھیں انہیں کچھ نہیں ہوگا رمشا اسکے کندھوں پہ شال ڈالتی اسے حوصلہ دے رہی تھی۔

رر رمشا انہیں کک کچھ ہو گیا تو میں کک کیسے رہوں گی انکے بغیر رمشا مم میں

مر جائوں گی وہ روتی ہوئی رمشا کے گلے لگی تھی۔

ادی سائیں ایسی باتیں مت کریں آپ دعا کریں اللہ پاک سب خیر کریں گے

رمشا اسے حوصلہ دیتی خود بھی رو رہی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○

پی یہ کہاں گئے صبیحہ کو اب خوف محسوس ہو رہا تھا وہ وہیں گاڑی میں بیٹھی تھی

جب اسکے نظر سڑک کی دوسری جانب پڑی وہ داور تھا ہاں وہ داور سومرو تھا

صبیحہ گاڑی سے نکلتی اسکی جانب بڑھی تھی۔

ہمت کیسے ہوئی تمہاری چھیڑنے کی شرم سے ڈوب مرو تم تم لوگوں کی وجہ سے ہی عورت شام کے وقت نکلنے سے ڈرتی ہے داور کسی آدمی کو مار مار کر ادھ مویا کر چکا تھا اور پاس کھڑی وہ لڑکی داور سومرو کو دیکھ رہی تھی اسکی آنکھوں میں چمک تھی جو کہ صبیحہ کی آنکھوں سے اوجھل نا رہی تھی صبیحہ کے دل میں ایک کسک سی اٹھی تھی۔

سس سائیں۔۔۔؟ صبیحہ نے داور کو پکارا تھا۔

آپ آپ گاڑی میں بیٹھیں یہاں کیوں آئیں۔۔۔؟ داور اسے دیکھتا برہم لہجے میں بولا تھا۔

وہ لڑکی صبیحہ کو دیکھتی اپنے چہرے پہ خاصی اکتاہٹ واضع کر رہی تھی۔

آپ چھوڑیں کیا آپ نے ٹھیکہ لے رکھا ہے سب کا آپ چلیں گاڑی میں

صبیحہ کو اب اس لڑکی سے چڑ ہونے لگی تھی۔

صبی آپ میری بات سمجھیں آپ بیٹھیں اور آپ۔۔۔" وہ اب اس لڑکی کی

جانب دیکھ رہا تھا۔

آپ کا گھر کہاں ہے بہن۔۔۔؟ داور کے بہن کہنے پہ وہ لڑکی حیرت سے منہ

کھولے داور کو دیکھ رہی تھی صبیحہ کا دل چاہا وہ قہقہہ لگا کر ہنسے لیکن وہ اپنی

مسکراہٹ ضبط کر گئی تھی۔

میرا گھر پاس ہے میں خود چلی جاؤں گی وہ لڑکی کہتی لمبے لمبے ڈنگ بھرتی وہاں

سے نکل گئی تھی۔

اور تم آج تو میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں آئندہ نظر بھی آئے تو وہ حال کرونگا یاد رکھو گے داور اسے انگلی اٹھا کر وارن کرتا صبیحہ کے ساتھ اپنی گاڑی کے جانب بڑھا تھا وہ آدمی وہیں بے پڑا بے ہوش ہو چکا تھا۔

صبی آج احتشام بھی حویلی آ رہا ہے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولتے صبیحہ کو آگاہ کیا تھا۔

کیا سچ میں ....؟ وہ خوش ہوئی تھی احتشام اسے اپنے چھوٹے بھائیوں کی طرح عزیز تھا۔

یہ اتنی خوشی کیوں ہو رہی ہے آپ کو۔۔؟ وہ گاڑی کو اسٹارٹ کرتا اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ہاں تو ہمیں خوشی ہو رہی ہے وہ اب سامنے دیکھنے لگی تھی۔

وہی پوچھ رہا ہوں خیریت ہے۔۔۔؟ خوشی کیوں ہو رہی ہے اسے جلن سی محسوس ہوئی تھی۔

کیوں کہ وہ ہمارے چھوٹے بھائیوں جیسا۔۔۔۔

جیسا ہے لیکن ہے نہیں اوکے۔۔!داور اسے ٹوکتا ہوا واپس اپنا رخ اسٹیئرنگ کی طرف کر گیا تھا۔

ہاں تو۔۔۔؟ وہ بھائی ہی ہے ہمارا ہنہہ صبیحہ نے نقاب سے اسے دیکھتے منہ چڑایا تھا۔

آپ کے بھائی صرف ابتسام ادا ہیں اور باقی بھی آپ کے بھائی ہی ہیں۔۔۔"

وہ خود اپنی ہی بات میں الجھ گیا تھا۔

ہاں تو ہم بھی وہی کہہ رہے ہیں صبیحہ نے تشویش لیتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

افففف چھوڑیں بس وہ جھنجلا کر کہتا فوکس اسٹیئرنگ کی جانب کرتا شاہ پور کی حدود میں داخل ہوا تھا۔

oooooooooooooooooooo

اسلام علیکم کہاں ہو سب۔۔۔" وہ شوخ سے انداز میں مسکرا کر بولتا حویلی کے بیچ و بیچ کھڑا اپنے دونوں ہاتھوں کو جیب میں ڈالے سب کو پکار رہا تھا۔

وعلیکم السلام منجھا مٹھا سائیں سب سے پہلے جبار سومرو اپنے کمرے سے نکلتے اسکی جانب آئے تھے۔

دادا سائیں کیسے ہیں آپ ہاں وہ آگے بڑھتا ان کے گلے ملا تھا۔

میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں دیکھ لو کیسا ہوں وہ مسکرا کر کہتے اس سے جدا

ہوئے تھے۔

میرا بچہ ردا سومرو (زمزم کی والدہ) وہ جلدی جلدی سے سیڑھیاں اترتی اسکی

جانب آئی تھیں۔

میرا شہزادہ وہ اسکے ماتھے کو تو کبھی اسکے چہرے کو چومتی اپنی ممتا کی پیاس بجھا

رہی تھیں۔

عطیہ سومرو اور دانیال سومرو بھی اپنے کمرے سے نکلتے نیچے آئے تھے داور

سومرو کی طبیعت تھوڑی سی ناساز تھی اس لیے وہ نہیں آئے۔۔

ادا سائیں۔۔۔" زمزم کی چہکتی ہوئی آواز اسے اپنے عقب سے سنائی دی تھی

وہ ردا سومرو سے ملتا پیچھے مڑا تھا۔

شام ادا سائیں وہ بھاگتی ہوئی اسکی جانب آتی اسکے گلے لگی تھی اس نے اسے

اوپر اٹھا لیا تھا وہ اسکی چھوٹی سی گڑیا سائیں جو تھی آخر۔۔۔"

اسلام علیکم تایا سائیں + پیاری سی تائی سائیں وہ زمزم کو اتارتا اسکے سر پہ

بوسہ دیتے دانیال سومرو اور عطیہ سومرو کے آگے سلام کے انداز میں جھکا

تھا۔

وعلیکم السلام جیتے رہو عطیہ سومرو ہلکی سے مسکراہٹ کے ساتھ اسکا کندھا

تھتھپاتی ہوئی بولی تھیں۔

وعلیکم السلام دانیال سومرو نے بھی اسکا کندھا تھتھپایا تھا۔

باقی سب کہاں ہے اماں سائیں...؟ داور ادا صبی ادی اور دلاور چاچو۔۔۔؟ اس

نے اپنی ماں کی جانب دیکھتے سوال کیا تھا۔

وہ صبی۔۔۔!!تت تم ایسا کرو فریش ہو جائو تھکے ہوئے ہوگے پھر بات کرتے ہیں انہیں سمجھ نا آیا تھا وہ کیسے کہہ پاتی اسی لیے وہ اس سے کہتی کچن کی جانب اپنے قدم اٹھا گئی تھیں۔

زمزم !!بھائی کو کمرے میں لے جائو اور دیکھو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں وہ واپس پلٹتی زمزم کو ہدایت دے کر چلی گئی تھیں۔

آئیں ادا سائیں اور ہمیں یہ بھی بتائیں ہمارے لیے مہنگی والی چاکلیٹ لائے ہیں نا وہ اسکے پاس آتی اسکا ہاتھ تھام کر بڑے لاڈ سے پوچھ رہی تھی۔

جی جی گڑیا سائیں میں یہ بات کیسے بھول سکتا وہ ہنس کر کہتا اسے اپنے ساتھ لگائے سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا عطیہ سومرو بھی کچن کی طرف چلی گئی تھیں اور دانیال سومرو بھی گھڑی پہ ٹائم دیکھتے شش و پنج میں مبتلا ہوئے تھے.

oooooooooooooooooooooo

ڈاکٹر کہاں ہیں تمہارے۔۔۔؟ آریان تبریز کو اسٹریچر پہ لٹائے ہسپتال میں داخل ہوا تھا لیکن پورے ہسپتال میں ڈاکٹر کی غیر موجودگی کو دیکھ اس کے اعصاب تنے تھے۔

وہ سس سائیں آج چھٹی ہے وہ وارڈ بوائے آریان کے پیچھے ہانپ رہا تھا۔

تو کیا ایمرجنسی کو بھی چھٹی دے دی ہے تم لوگوں نے۔۔۔؟ آریان پیچھے مڑ کر اس کا گریبان پکڑتا زور سے چینخا تھا۔

آریان سائیں صبر۔۔۔! احتشام بھی ایک ڈاکٹر ہے میں اسے بلاتا ہوں تم تبریز جو وارڈ میں لے کر جائو ابتسام نیم بے ہوش تبریز کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

ادد ادا جلدی کریں میرے بھائی۔۔۔" وہ ٹوٹے ہوئے الفاظ ادا کر رہا تھا وہ جذباتی تھی ہمیشہ اسکا ڈیفنڈ تبریز شاہ نے ہی کیا تھا لیکن آج وہ اسکے بغیر کیا کرتے وہ کیا تھا اسکے بغیر آریان کو آج اندازا ہوا تھا۔

احتشام کو خبر ملتے ہی وہ پانچ منٹ میں بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوا تھا وہ اپنا ڈریس چینج کرتا وارڈ میں جا چکا تھا آریان باہر کرسی پہ بیٹھا اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے اپنا بار بار عود آنے والا غصہ روکے ہوئے تھا۔

آریان تت تبریز میرا بیٹا تہمینہ شاہ روتی ہوئی آگے بڑھتی آریان کے گلے لگی تھیں وہ اپنے ماں کو اپنے حصار میں لیتا انہیں پرُسکون کر رہا تھا۔

اماں سائیں ریلیکس کچھ نہیں ہو گا ادا کو وہ انکے بالوں میں انگلیاں چلاتے انہیں تسلی دے رہا تھا مقدر شاہ اور سکندر شاہ بھی دونوں وہیں کھڑے تبریز کیلیے خیر کی دعا کر رہے تھے(وہ مرد تھے مضبوط اعصاب والے مرد خود کو تکلیف میں ظاہر کروانا انکی مردانگی پہ ضرب تھا)۔

دادا سائیں کو کسی نے بتایا تو نہیں...؟ آریان تہمینہ بیگم کو خود سے جدا کرتا سب سے پوچھ رہا تھا۔

نہیں انہیں نہیں پتا۔۔۔تم حوصلہ رکھو۔۔۔سکندر شاہ بھی آگے بڑھتے آریان کو حوصلہ دے رہے تھے۔

بابا سائیں رر رمشا۔۔۔؟ آریان کو رمشا کا خیال آتے ہی اسکی فکر ہوئی تھی۔

وہ خیرو کے ساتھ آرہی ہیں مقدر شاہ نے اسے آنکھوں سے تسلی دی تھی۔

آپریشن چلتے تقریباً آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا اور باہر وہ سب کھڑے ورد کر رہے تھے۔

سائیں۔۔۔" رمشا کی میٹھی سی آواز سنتے جیسے آریان کی روح تک سرشار ہوئی تھی۔

سائیں قربان وہ بغیر کسی کا لحاظ کیے آگے بڑھتا اسکے ماتھے کو چومتا اپنی روح کو پرسکون کر گیا تھا۔

مقدر شاہ افسوس سے سر جھٹک گئے تھے سکندر شاہ بھی باقی سب کی طرح شاکی نظروں سے آریان کو دیکھ رہے تھے۔

رمشا گلنار سی ہوتی سب سے چھپتی اسکے سینے میں ہی منہ چھپا گئی تھی۔

شپاڑی اگر یہ ہاسپٹل نا ہوتا تو میں تمہارے ان گالوں کی لالی کو مزید بڑھا دیتا

وہ اسکے کان میں سر گوشی کر رہا تھا۔

سائیں ہاسپٹل ہے خیال کریں کچھ وہ منمنائی تھی۔

تو ہاسپٹل میں نو رومینس کا بورڈ کہاں لگا ہے۔۔۔؟ آریان اسکے آجانے سے

بہت حد تک پرسکون ہوا تھا بیشک اسکی من پسند بیوی اسکے لیے سکون کا

باعث تھی۔

بے شرم سائیں وہ شرماتی ہوئی بولی تھی۔

دیکھو آریان کچھ خیال کرلو تمہارے بابا سائیں بھی موجود ہیں ابتسام نے اسے

شرم دلوانا چاہی تھی جو ازل سے ہی بے شرم ٹھہرا تھا۔

اہم اہم۔۔۔۔!! اب کی بار مقدر شاہ بھی کھنگارے تھے آریان انکی پرف

دیکھتا عورتوں کی طرح منہ بسورتا رمشا سے دور ہوا تھا نشا ماں کے کندھے سے

سر ٹکایے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔

ooooooooooooooooooooooo

وہ لوگ حویلی کے قریب پہنچ چکے تھے دور مسجدوں میں عشا کی اذانیں ہو رہی

تھیں۔

آج اسکی عصر اور مغرب کی دونوں نمازیں قضا ہوئی تھیں اور اسکے ساتھ

موجود اس شخص کی بھی اس نے ایک چور نگاہ داور پہ ڈالی تھی ستا ہوا چہرہ وہ

کافی تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

سنیں کیا آپ تھک گئے ہیں۔۔۔؟ صبیحہ نے اسکی جانب اپنی گردن موڑی تھی۔

ہاں !! وہ ایک لفظی جواب دیتا مرر سے پیچھے دیکھ رہا تھا پاس سے ایک بائیک پہ خیرو گزرا تھا داور اسے دیکھتا حیران ہوا تھا کیونکہ شاہوں کے ملازم سومرو کی حدود میں صرف کام کی صورت میں آتے تھے۔

صبیحہ بھی اسکا مختصر سا جواب سنتی واپس سے آنکھیں بند کرتی سیٹ سے اپنا سر ٹکا گئی تھی۔

وہ حویلی میں داخل ہوتا گاڑی کو روکتا اسکی طرف سے آیا تھا۔

وہ اپنے نقاب کو درست کرتی گاڑی سے اترتی اب اسے دیکھ رہی تھی جو گاڑی کا دروازہ بند کر رہا تھا

کیا ہوا اندر کیوں نہیں جا رہی آپ۔۔۔؟ وہ کیز کو پوکٹ میں رکھتا اسکی جانب متوجہ ہوا تھا۔

آپ پہلے چلیں پھر ہم وہ اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی تھی۔

اچھا۔۔۔! گھبرائیں مت میں آپ کے ساتھ ہوں وہ آگے بڑھتے حویلی میں داخل ہوگیا تھا۔

دانیال سومرو جو چکر کاٹ رہے تھے فوراً انہیں دیکھتے ان کے پاس آئے تھے۔

صبیحہ تم۔۔؟ اسکے ساتھ کیوں آ رہی ہو۔۔۔؟ اعصام کہاں ہے۔۔۔؟

وہ ایک ساتھ کئی سوال پوچھ گئے تھے۔

وہ بابا سائیں۔۔۔!وہ کنفیوژ ہو رہی تھی۔

بتائو بھی کیوں آئی ہو اسکے ساتھ اور کہاں تھی اب تک بتائو۔۔۔!وہ آگے بڑھتے اسے جھنجوڑنا چاہتے تھے کہ داور انکے بلکل سامنے ہوا تھا۔

میں دیتا ہوں جواب۔۔۔۔"آپ کے اس لاڈلے اور چہیتے نے آپ کی بیٹی کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے اگر میں بروقت وہاں نا پہنچتا تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ کیا ہو جاتا۔۔۔؟ لیکن نہیں آپ کو تو ہمیشہ سے اپنی انّا اپنی میں ہی پیاری رہی ہے وہ اپنے دونوں ہاتھوں سینے پہ باندھے انہیں شرمندہ کر رہا تھا۔

تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں صبیحہ وہ صبیحہ سے مخاطب ہوئے تھے۔

آپ نے بولنے کا موقعہ ہی کب دیا انہیں چاچو سائیں اب کی بار بھی داور کی جانب سے جواب موصول ہوا تھا۔

تم چپ رہو میں اپنی بیٹی سے بات کر رہا ہوں وہ داور کی جانب غصے سے دیکھتے ہوئے پھنکارے تھے۔

لیکن میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔۔۔!وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اب بھی اسی پوزیشن میں رکھے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولتا دانیال سومرو کو آگ لگا رہا تھا۔

صبیحہ آپ اپنے کمرے میں جائیں آپ کے بابا سے میں اور ابتسام ادا سائیں بات کریں گے وہ ایک نظر صبیحہ کو دیکھتے ہوئے بولا تھا صبیحہ جلدی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی دانیال سومرو اپنی بیٹی کی ایسی نا فرمانی پہ صرف اسکی پشت کو گھور ہی پائے تھے جو کہ صبیحہ کے جانے کے بعد پھر سے حویلی سے باہر نکل گیا تھا۔

باقر سائیں۔۔۔۔“ اس نے باہر آتے باقر کو پکارا تھا۔

جی سائیں وہ بوتل کے جن کی طرح نمودار ہوا تھا۔

آج پنچایت میں کیا فیصلہ ہوا بتائو مجھے۔۔۔!وہ اپنی گھڑی پہ ٹائم دیکھتا مسجد کیلیے نکلتا باقر کے ساتھ چل رہا تھا۔

وہ جی تبریز سائیں کو گولی لگ گئی ہے ضمہیم جتوئی نے ماری ہے باقر اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کی جانب باندھے ہوئے اسکے ساتھ چل رہا تھا۔

اووو خدایا اللہ خیر کرے اب کہاں ہیں؟ وہ مسجد میں اسکے ساتھ ہی داخل ہوا تھا۔

سائیں وہ سب گائوں کے ہسپتال میں ہیں احتشام سائیں تبریز سائیں کا آپریشن کر رہے ہیں اور مجھے کچھ اور باتیں بھی کرنی ہیں آپ سے آپ نماز پڑھ کر فارغ ہو جائیں باقر اسے وضو کرتا دیکھ بول رہا تھا۔

ہاں ٹھیک ہے تم بھی نماز پڑھ لو پھر ہسپتال چلتے ہیں وہ کہتا وضو کے باقی فرائض پورے کر رہا تھا۔

٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥

آپریشن طویل سے طویل ہو رہا تھا احتشام کے ساتھ ایک ہی نرسنگ موجود تھا وہ تبریز کی دونوں ٹانگ سے گولیاں نکال چکا تھا لیکن ایک گولی اسکی ہڈی میں پھنسی تھی جسے نکالنے میں اسے کافی وقت لگا تھا۔

روتے روتے اب اسکا سر درد کرنے لگا تھا وہ اپنی ماں کے کندھے سے سر ہٹاتی اٹھ کر پرے ایریا کی جانب چلی گئی تھی بینچ پہ ابتسام سومرو مقدر شاہ اور سکندر شاہ بیٹھے تھے انکے سامنے والی بینچ پہ تہمینہ شاہ،ثمینہ شاہ اور رمشا بیٹھی تھیں آریان اپنے ہاتھوں کو پیچھے کی جانب باندھے ٹہل رہا تھا۔

وہ وضو کر کے جاہِ نماز بچھا کر تبریز کیلیے نوافل ادا کر رہی تھی سلام پھیرتے اسکی آنکھوں سے آنسو پھر سے بہہ نکلے تھے وہ خود کو چاہ کر بھی روک نا پائی تھی حالانکہ اسے اس شخص سے تکلیف اور اذیت کے سوا کچھ بھی حاصل نا ہوا تھا۔

"اے میرے پاک پروردگار میرے سائیں کا سایہ مجھ پہ سلامت رکھیں انہیں زندگی عطا کردیں میرے مالک بے شک آپ ہر چیز پہ قادر ہیں آپ تو غفور الرحیم ہیں "وہ روتی ہوئی پھر سے سجدہ ریز ہوگئی تھی۔

ooooooooooooooooooo

داور جو کچھ باقر سے جان چکا تھا اسے تو اپنی سماعتوں پی یقین ہی نہیں آ رہا تھا وہ باقر کو وہیں چھوڑتا خود حویلی کے پاس بنے اس گھر میں آیا تھا جہاں شمس صاحب اور درید سومرو موجود تھے وہ آرام سے داخلی دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا تھا۔

وہ ان دونوں کو صوفے پہ بیٹھا دیکھ انکے پاس آیا تھا

اسلام علیکم غائب والے چاچو سائیں داور آگے بڑھتا خود ہی شمس صاحب کے

گلے لگا تھا وہ بھی اتنے سالوں بعد اپنے لاڈلے بھتیجے کا دیکھتے بے حد خوش

ہوئے تھے درید سومرو بھی مسکرا رہے تھے دونوں چاچا بھتیجے کی محبت پہ۔

وعلیکم اسلام کیسے ہو داور۔۔۔؟ وہ اس سے الگ ہوتے اسے بیٹھنے کا اشارہ

کرتے واپس اپنی جگہ پہ بیٹھے تھے۔

اللہ کا کرم ہے آپ سنائیں ہم غریبوں کو اپنے دیدار کا شرف کیسے بخش دیا

۔۔۔؟ وہ ماضی کی تلخ یادوں کو بھولنا چاہتا تھا۔

اسے آج بھی میں لے کر آیا ہوں ورنہ تو اسکا ارادہ نہیں تھا درید سومرو داور

سے بولے تھے جو کہ انکے سامنے موجود کرسی کو گھسیٹتا بیٹھا تھا۔

بہت اچھا کیا تایا سائیں وہ مسکرایا تھا۔

اسلام علیکم۔۔۔!! شمسہ بیگم چائے لیے لائونج میں داخل ہوئی تھیں اور اپنے سامنے ایک اور نوجوان کو دیکھتی اسے پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

وعلیکم اسلام کیسی ہیں چاچی سائیں وہ انکے لیے احتراماً کھڑا ہوا تھا۔میں بھی ٹھیک ہوں تم داود ہو نا۔۔۔؟ وہ چائے کے کپ کو میز پہ رکھتی ہوئی بولی۔

ہاہاہا داود نہیں داور۔۔۔!وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

اوو ہاں دراصل سب کے نام نہیں یاد مجھے صحیح سے وہ شرمندہ سی بولی تھیں۔

کوئی بات نہیں یاد ہو جائیں گے آہستہ آہستہ ایک دم سے تو سب کچھ نہیں ہوتا نا داور مسکراتے ہوئے بول رہا تھا وہ واقعی میں خوش تھا کتنے عرصے بعد اسکی اپنے چاچو سائیں سے ملاقات ہوئی تھی۔

کتنی پڑھائی کی ہے اور اب کیا کرتے ہو شمس صاحب چائے کا کپ اٹھا کر درید سومرو کی جانب بڑھاتے ہوئے بولے تھے

چاچو میں ہارٹ سرجن ہوں اور ابھی تو فلحال گائوں میں ایک اچھا سا ہاسپیٹل کھلوانے کا سوچ رہا ہوں لیکن ڈیرے کے کاموں اور زمینوں کے کاموں سے فرصت نہیں ملتی وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا اسکی پرسنیلٹی بڑی رعب دار تھی شمسہ بیگم کے دل میں اسکے لیے اور امرحا کیلیے خواہش بیدار ہوئی تھی وہ چاہتی تھیں انہیں بھی ایسا داماد ملے وہ رات میں شمس صاحب سے بات کرنے کا سوچتی واپس اندر چلی گئی تھیں۔

ماشاءاللہ یہ تو بہت اچھی بات ہے وہ چائے کا دوسرا کپ داور کی جانب بڑھا رہے تھے۔

معذرت چاچو سائیں دراصل تبریز ادا سائیں کو گولی لگی ہے اب مجھے ہسپتال جانا ہو گا میں نکلتا ہوں اجازت دیں وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا تھا۔

داور شاہوں سے ہماری ایسی کوئی رشتہ داری نہیں کہ انکے غموں میں شریک ہوں درید سومرو کو شام میں ہی پتا چل چکا تھا کہ شاہوں کے بڑے بیٹے کو گولی لگی ہے کیونکہ یہ خبر ہوتے گائوں میں آگ کی طرح پھیلی تھی۔

جی آپ نے صحیح کہا تایا سائیں لیکن میں اپنی دوستی کی خاطر جا رہا ہوں معذرت وہ ایک بار پھر سے معذرت کرتا بغیر کسی کی باتوں پہ توجہ دیے وہاں سے نکل گیا تھا۔

یہ لڑکا ہمیشہ اپنی مرضی کرتا ہے درید سومرو افسوس سے سر جھٹک کر بولے تھے۔

شمس صاحب کو ایک بار پھر ماضی کی یادوں نے گھیر لیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ ہاسپیٹل میں داخل ہوتا سب کو سلام کرکے آریان کے گلے لگا تھا ابتسام اسے وہاں دیکھتا پر سکون ہوا تھا وہ جانتا تھا داور اپنا ہر کام پورا کرتا ہے لیکن وہ ابھی وہاں پہ ہوئے اس سارے مسئلے سے نا واقف تھا۔

چاچا سائیں آپ دونوں حویلی واپس جا کر آرام کریں یہاں میں اور آریان سنبھالیں گے وہ آریان سے ملتا مقدر شاہ سے مخاطب ہوا تھا مقدر شاہ کو داور پسند نہیں تھا لیکن اسکا یوں چاچا سائیں کہہ کر مخاطب کرنا انہیں بے حد اچھا لگا تھا۔

نہیں بیٹا جب تک آپریشن مکمل نہیں ہوتا میں یہی ہوں وہ اسکے کندھے کو تھپتھپاتے سہولت سے انکار کر گئے تھے۔

باقر کرسیاں لگوائو بینچ کی حالت دیکھی ہے تم نے۔۔۔؟ داور باقر کی جانب متوجہ ہوا تھا جو خیرو سے باتیں کر رہا تھا خیرو اسکا سگا بھائی تھا لیکن دونوں الگ الگ ذاتوں کے یہاں ملازم تھے۔

جج جی وہ کہتا خیرو کو ساتھ لیے آرام دہ کرسیاں کمرے سے نکالتا بینچوں کو ہٹا کر وہاں لگا گیا سب اب سکون سے بیٹھ گئے تھے انہیں اتنی پریشان میں خیال ہی کہاں تھا کہ وہ بینچ پہ بیٹھے تھے یا کرسیوں پہ۔۔۔

ادا سائیں آپ گ

حویلی جائیں داور ابتسام سے بولا تھا جو کہ کافی تھکا ہوا لگ رہا تھا وہ اسکی بات

سن کر اثبات میں سر ہلاتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

شاہ سائیں کو کیا ہوا ہے بتائو مجھے رانی کالے رنگ کی چادر اوڑھے ہسپتال میں

داخل ہوئی تھی۔

یہ کون ہے۔۔۔؟ تہمینہ شاہ اور ثمینہ شاہ دونوں اسے دیکھتی ہوئی اٹھی تھیں

رمشا بھی انکے ساتھ ہی کھڑی ہوئی تھی۔

بیوی ہوں میں انکی رانی نے جیسے سب کے سروں پہ بم پھوڑا تھا۔

ooooooooooooooooooo

سردار جی اتنے لیٹ کیوں آئے۔۔۔؟ وہ ابھی حویلی میں داخل ہی ہوا تھا کہ

زمزم اپنے کمرے سے نکلتی جلدی جلدی سیڑھیاں اتر کر اسکے پاس آئی تھی۔

سردارنی جی ہاسپٹل میں تھا کچھ کام تھا نا وہ آگے بڑھتا اسکے ماتھے پہ بوسہ دیتا بولا تھا وہ اپنے تپتے ہوئے گالوں پہ ہاتھ رکھ گئی تھی۔

ہاسپٹل کیوں۔۔۔؟ اس نے معصومیت سے سوال کیا تھا۔

میرے ایک دوست کو گولی لگی ہے بس اسی وجہ سے وہ کہتا اسے دیکھ رہا تھا۔

کیسے لگی گولی اور اب وہ کیسے ہیں۔۔۔؟ وہ گولی کا لفظ سنتی پینک ہو رہی تھی۔

دعا کریں ابھی اسکا آپریشن چل رہا ہے اب چلیں رات ہو رہی ہے سو جائیں وہ اسے ساتھ لگائے بولا تھا۔

سردار جی ایسے نہیں نا آپ ہمیں اٹھا کر لے جائیں۔۔وہ لاڈ سے بولی تھی۔

جو حکم سردارنی جی وہ اسکے پھول جیسے وجود کو اپنی بانہوں میں بھرتا سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا۔

یہ سب کیا چل رہا ہے۔۔۔؟ درید سومرو کی غصے سے لبریز آواز سنتے زمزم نے سختی سے آنکھیں میچ کی تھیں۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

کک کیا ایسا نہیں ہو سکتا میرا بیٹا ایسے ہی کسی ایری غیری سے شادی نہیں کر سکتا تہمینہ شاہ رانی کی جانب غصے سے دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔

ایری غیری نہیں ہوں میں۔۔۔۔" وہ زور سے چیخ کر بولی تھی

بیوی ہوں آپ کے لاڈلے سپوت کی وہ مزید تیز لہجے میں بولی تھی۔

آواز آہستہ رکھو ورنہ میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی نشا جو کہ اسکی بات سن جر شاکڈ تھی لیکن رانی کی تیز آواز اس سے برداشت نا ہوئی تھی آریان بھی غصے سے مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔

اووو تو تم کرو گی میرا مقابلہ۔۔۔۔ہاہاہاہا وہ بہت برا ہنسی تھی۔

تم جیسے شوہر نے ایک بار بھی چھو کر اپنی قربت سے مہکایا نہیں رانی نے خاصی بے باکی کا مظاہرہ کیا تھا سکندر شاہ اور مقدر شاہ کا سر جھک گیا تھا داور تو ابھی تک اس معاملہ کو سمجھنے کی کوشش میں تھا۔

نشا کا سر شرمندگی سے جھک گیا تھا اپنے بابا کے سامنے یہ الفاظ اس پہ کوڑوں کی طرح برسے تھے۔

ارے تم کیا میری زبان کھینچو گی تم تو اپنے شوہر کی لگام نہیں کھینچ پائی وہ طنزیہ ہنستی ہوئی بولی تھی۔

شوہر ہیں وہ میرے کوئی جانور نہیں جو میں انہیں لگام ڈالوں۔۔۔" نشا کا غصہ اب آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔

ہاہاہاہا میں اسے بہت اچھے سے جانتی ہوں کیسا جانور ہے پوری رات نوچتا ہے مجھے۔۔۔" رانی کی زبان سے ادا ہوئے گھٹیا الفاظ وہاں موجود سب کو شرمندہ کر گئے تھے سب کی جھکی نظریں دیکھ رانی لطف اندوز ہو رہی تھی اسے تو اندر تک سکون ملا تھا۔

شرم کرو بدلحاظ لڑکی تہمینہ شاہ نے آگے بڑھ کر اسکے منہ پہ تھپڑ مارنا چاہا تھا لیکن رانی انکا ہاتھ ہوا میں ہی تھام چکی تھی۔

آہاں یہ ہاتھ اٹھانے کی غلطی مجھ پہ نا کرنا بڑی بی میں کوئی نشا نہیں ہوں جو تمہارے بیٹے کی مار برداشت کرتی رہی تھی میں رانی ہوں۔۔۔" رانی کی بات نے سب پہ ایک نیا انکشاف کیا تھا سکندر شاہ بھی حیران نظروں سے اپنی بیٹی کو دیکھ رہے تھے جو شرمندہ سی نظریں جھکا گئی تھی۔

داور اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا آریان اپنے ہاتھ کی مٹھی کو بند کرتا ہوا

داور کی جانب دیکھ رہا تھا۔

میں دیکھتا ہوں اسے داور اسے حوصلہ دیتے آگے بڑھا تھا۔

دیکھیں میری بہن آپ کو جو چیز بھی چاہیے میں آپ کو دینے کیلیے تیار ہوں

لیکن پلیز یوں تماشہ نا لگائیں داور نے اپنی نظریں جھکائی ہوئی تھیں۔

ایک رات کیلیے تو مل سکتا ہے رانی نے آگے ہوتے اسکے چہرے پہ ہاتھ پھیرنا

چاہا تھا۔

کیا بکواس ہے تمہیں ایک لڑکی ہو کر شرم نہیں آتی اب کی بار رمشا آگے

بڑھتی اسکا ہاتھ داور سے دور کرتی غصے سے بولی تھی داور حیران در حیران تھا

کہ کوئی لڑکی اتنی بے باک بھی ہو سکتی ہے۔

مجھے تو شرم نہیں آتی کیوں تمہیں آتی ہے کیا۔۔۔؟ رانی اب رمشا کو دیکھتی طنز بھری مسکراہٹ سے بولی تھی۔

تم تو لڑکی کہلانے کے قابل بھی نہیں ہو شرم سے ڈوب مرو تم رمشا نے اسے دیکھتے دانت پیس کر کہا تھا۔

تم خود مر جائو رانی نے اسے دھکا دیا تھا اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی آریان اسے تیزی سے آگے بڑھتا تھام چکا تھا۔

تم تو گئی آریان نے رمشا کو چھوڑتے آگے بڑھنا چاہا تھا کہ رمشا نے اسکے بازو کو جکڑا تھا۔

نہیں سائیں عورت ہے وہ رمشا نے اسے روکا تھا۔

عورت...؟ یہ عورت کہلانے کے لائق ہی نہیں ہے آریان رانی کو گھورتے

ہوئے بولا تھا۔

اوئے تم سارے کیا پاگل واگل ہو۔۔۔؟ مطلب اتنے تنگ ذہن ہو سارے

کے سارے میں نے کونسی بے حیائی کی ہے۔۔۔؟ مطلب سارے شاہ پاگل

ہیں وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاتی ہنسی تھی۔

ہم تنگ ذہن نہیں ہیں یہ ہماری تربیت ہے اور یہ تمہاری تربیت جو تم نے

ابھی تھوڑی دیر پہلے دکھائی ہے ہمیں۔۔۔“

دراصل کمی تمہاری تربیت میں رہی اوو بلکہ کوٹھے پہ پلی ہوئی لڑکیوں کی تربیت

کہاں ہوتی ہے بھلا۔۔۔؟ وہ تو صرف نام و نہاد عورتیں ہوتی ہیں نشا اپنے

دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے ٹھنڈے لہجے میں کہتی رانی کو آگ لگا چکی تھی۔

آپریشن سکسیس فل بٹ۔۔۔۔" اس سے پہلے کہ رانی کوئی عمل دکھاتی احتشام

آپریشن تھیٹر سے باہر آتے اپنا ماسک اتار گیا تھا۔

بٹ۔۔۔؟ آریان نے اسے دیکھا تھا جس کہ چہرے پہ اداسی تھی۔

وہ ساری زندگی سروائیو نہیں کر پائیں گے۔۔۔۔" احتشام کی بات سنتے سب پہ

ایک سرد لہر دوڑ گئی تھی سب کے چہرے پہ کرب واضع تھا۔

کیا وہ لنگڑا ہو گیا۔۔۔؟ رانی نے اپنے علم کے مطابق ہی بات پوچھی تھی۔

شٹ اپ۔۔۔" نشا اسکی جانب مڑتی غصے سے بولی تھی۔

بس بس زیادہ انگیزی جھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے اس لنگڑے کو تم خود ہی سنبھالو میں جا رہی ہوں اور اسے کہنا مجھے طلاق نامے کے ساتھ دو کروڑ حق مہر بھیج دے ورنہ کیس کردونگی ہاں۔۔۔" رانی ان سب پہ ایک تنقیدی نگاہ ڈالتی اپنی چادر کو اوڑھتے ہاسپٹل سے نکل گئی تھی۔

انہیں ہوش کب آئے گا۔۔۔؟ سب کو خاموش دیکھ نشا نے ہی احتشام سے سوال کیا تھا۔

انہیں تھوڑی دیر تک ہوش آجائے گا احتشام مسکرا کر بولتا چینجنگ روم ہی طرف چلا گیا تھا۔

oooooooooooooooooooo

وہ ڈر کے ماریں آنکھیں میچی ابتسام کے سینے میں منہ دیے سب سے چھپ جانا چاہتی تھی۔

بتائو کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔۔؟ درید سومرو غصے میں کہتے آگے بڑھے تھے۔

وہیں رک جائیں ابتسام نے زمزم کا اٹھائے اپنا رخ انکی جانب کرتے انہیں روکا تھا۔

کچھ بھی غلط سوچنے یا کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لیجیے گا چاچو سائیں کہ ابتسام سومرو میں تربیت کی کمی نہیں وہ زمزم کا ڈر محسوس کرتے آہستہ آواز میں بولا تھا۔

اتارو اسے۔۔۔" درید سومرو اپنے ہاتھوں میں مٹھی کو بند کرتے دبے دبے لہجے میں بول رہے تھے۔

نہیں اتار سکتا معذرت۔۔۔" زمزم کے ہاتھوں کو اپنے کالر کو دبوچتا دیکھ ابتسام نے انکار کیا تھا۔

ابتسام۔۔۔!!!دانیال سومرو کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

جی بابا سائیں وہ اپنے سامنے دانیال سومرو کو دیکھ کر بھی بلکل پر سکون تھا۔

ادا سائیں اسے کہیں میری بیٹی سے دور ہو درید سومرو کہتے آگے بڑھتے زمزم کو اس سے لینا چاہتے تھے لیکن ابتسام اپنا رخ دوسری جانب کرتا انہیں غصہ دلا گیا تھا۔

سردار جی ہمیں گرائیے گا مت ہمیں چوٹ لگ جائیگی وہ اپنی آنکھوں میں نمی سموئے بولتی ابتسام کو بہت معصوم لگی تھی۔

بے فکر رہیں سردارنی جی آپ کے سردار جی آپ کو گرنے نہیں دیں گے

ابتسام بغیر کسی کی پرواہ کیے اسکی نم آنکھوں کو چوم گیا تھا۔

یہ کیا بے حیائی چل رہی ہے یہاں درید سومرو نے ابتسام سومرو کو کندھے سے کھینچنا چاہا تھا۔

چاچو سائیں خیال رکھیں۔۔۔! ورنہ ہاتھ میرے بھی بندھے نہیں۔۔۔" ابتسام نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولا تھا۔

تم مجھ پہ ہاتھ اٹھائو گے درید سومرو آنکھوں میں غصہ لیے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے۔

نہیں میری کیا مجال کہ آپ پہ ہاتھ اٹھا سکوں لیکن اگر کوئی ہاتھ میری بیوی کی طرف بڑھے گا تو اسے ابتسام سومرو کاٹ دے گا چاہے وہ ہاتھ کسی کا بھی ہو ابتسام نے دانیال سومرو جانب دیکھتے انہیں جیسے بہت کچھ باور کروایا تھا۔

بیوی۔۔۔؟ درید سومرو اور دانیال سومرو دونوں ہی شاکڈ ہوئے تھے۔

ویٹ آ منٹ میں انہیں چھوڑ کر آتا ہوں پھر یہیں سے کونٹینیو کریں گے وہ بغیر انکی پرواہ کیے سیڑھیاں چڑھتا زمزم کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

درید سومرو اور دانیال سومرو غش کھا کر رہ گئے تھے۔

ooooooooooooooooooooooo

اسے جہانگیر چانڈیو گھر لے آئے تھے وہ نہایت شرمندہ تھے اسکا آج کے دن کا واقعہ سن کر انہیں شرم محسوس ہو رہی تھی کہ وہ کس منہ سے دانیال سومرو

کا مقابلہ کریں گے وہ ایک نظر بے ہوش سے پڑے اعصام پہ ڈالتے اسکے کمرے سے نکل گئے تھے۔

بب بابا اس نے ہلکی سی آنکھیں کھولتے جہانگیر چانڈیو کو مخاطب کیا تھا جو کمرے کے دروازے تک پہنچے تھے۔

کیا کہنا چاہتے ہو جلدی کہو میرے پاس ٹائم نہیں وہ وہیں کھڑے بغیر اسکی جانب دیکھے بول رہے تھے۔

بابا غلطی اس داورررر۔۔۔۔"

بس اعصام ہمیشہ تم نے دوسروں کو غلط ٹھہرایا ہے آج تک کبھی تم نے اپنی غلطی مانی ہے جو تم آج مانو گے۔۔۔؟ وہ اپنا رخ اسکی طرف کر گئے تھے۔

بابا میری غلطی نہیں ہے وہ صبیحہ۔۔۔" وہ اب الزام صبیحہ کو دینے والا تھا۔

بس کردو اب تم حد کر رہے ہو اعصام اس نور پیکر پری پہ تم الزام لگا رہے

ہو ارے جو ہر وقت خود کو چھپاتی ہے تم اسے ہی بے نقاب کرنے چلے تھے

بتائو پھر اس میں اور دوسری تمہاری دوستوں میں کیا فرق رہ جاتا۔۔۔؟ وہ

اعصام کو دیکھتے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

میں شرمندہ ہوں بابا غلطی میری ہی تھی میں معافی مانگوں گا ان سب سے

اعصام اٹھ بیڈ کرائون سے ٹیک لگاتا بولا تھا۔

یہی ٹھیک ہوگا کہ تم اپنی غلطی کی معافی مانگ لو وہ اس سے کہتے کمرے سے

باہر نکلے تھے۔

ہنہ معافی۔۔۔" تم دیکھنا داور سومرو اب اعصام کیا کرتا ہے تمہارے ساتھ وہ

اپنی آنکھوں میں ایک خوفناک چمک لیے بولا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○

یہ سب کیا تھا۔۔؟ وہاں موجود درید سومرو دلاور سومرو دانیال سومرو اور جبار سومرو (انکے والد) غصے سے بھرے ہوئے تھے

وہ دراصل۔۔۔" وہ اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے شش و پنج میں مبتلا تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے وہ کیسے اپنی صفائی دے۔۔؟

بتائو ابتسام تم نے یہ سب کیوں کیا۔۔؟ اور تم نے کب کیا نکاح تمہیں شرم نہیں آئی خود سے دس سال چھوٹی لڑکی سے نکاح کرتے ہوئے دانیال سومرو کا سر آج شرمندگی سے جھک گیا تھا۔

میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس پہ مجھے شرم آئے اس نے اپنی آنکھیں درید سومرو پہ گاڑھی تھیں۔

تم نے نکاح کب کیا۔۔۔؟ جبار سومرو ضبط سے بھرپور لہجے میں بول رہے تھے۔

دو ماہ پہلے وہ سر جھکائے مجرم کی طرح بولا تھا۔

درید تم کیا چاہتے ہو۔۔۔؟ جبار سومرو اپنے بیٹے سے گویا ہوئے جو کھا جانے والی نظروں سے ابتسام کو گھر رہے تھے۔

ابتسام سے کہیں زمزم کو طلاق دے دے درید سومرو کی بات پہ ماحول میں ایک سکوت سا چھا گیا تھا۔۔۔

درید بات سوچ سمجھ کر کیا کرو ہمارے خاندان میں طلاق نامی لفظ مر کے بھی نہیں لیا جاتا جبار سومرو نے درید سومرو کی جانب دیکھا تھا جو کہ غصے سے ابتسام کو گھور رہے تھے۔

درید ٹھیک کہہ رہا ہے ابتسام تم چھوڑ دو زمزم کو اب کی بار دانیال سومرو بھی بولے تھے۔

اٹ از ناٹ پوسیبل (یہ ممکن نہیں) وہ آرام سے کہتا پلنگ پہ بیٹھا تھا۔

وٹ از ایم پوسیبل۔۔۔؟ ہاں میں نے کہا چھوڑ دو اسے دانیال سومرو اب تیز لہجے میں بولے تھے۔

بھلا اپنی سانسوں کہ بغیر کوئی رہ سکتا ہے بابا سائیں۔۔۔؟ وہ انتہائی رندھی ہوئی آواز میں بولا تھا۔

زیادہ مجنو بننے کی ضرورت نہیں ہے میری بیٹی دس سال چھوٹی ہے تم سے شرم آنی چاہیے تھی تمہیں درید سومرو غصے سے پھنکارے تھے۔

تو۔۔۔؟ میرے خیال سے ابھی تک میں نے کچھ ایسا کیا نہیں جس سے مجھے شرم محسوس ہو وہ وہیں پلنگ پہ بیٹھا اپنے سامنے والی کرسی پہ بیٹھے درید سومرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے انہیں دیکھ رہا تھا۔

کیا مطلب ہے تمہارا ابتسام تمہیں سمجھ نہیں آرہا چھوڑ دو زمزم کو دانیال سومرو ایک بار پھر بولے تھے دلاور سومرو وہاں ایس موجود تھے جیس وہاں کوئی ہے ہی نہیں وہ اکثر خاموش رہتے تھے انکی بیوی انکا سکون تھی لیکن دنیا نے انکی بیوی کو چھین لیا تھا ان سے خدا جانے وہ کہاں چلی گئی تھیں وہ لاش ۔۔۔؟ اس پہ تو دلاور سومرو چاہ کر بھی یقین نا کر پائے تھے کہ وہ فاریہ سومرو کی لاش تھی۔۔۔ لیکن وقت گزرتا گیا اور انہیں یقین ہوتا چلا گیا کہ واقعی میں فاریہ سومرو مر چکی ہیں۔

بابا سائیں میں انہیں نہیں چھوڑوں گا بلکہ میں تو کہتا ہوں آپ لوگ ہنسی خوشی

ہماری شادی دھوم دھام سے کروا دیں پھر آپ بھی خوش ہم بھی ابتسام اپنے

دونوں ہاتھوں کو سر کہ پچھلے حصے پہ باندھے پلنگ پہ لیٹ گیا تھا۔

تم زیادہ میرے باپ مت بنو۔۔۔" دانیال سومرو چبا چبا کر بولے تھے۔

ارے آپ دونوں نے اپنی باپ کو باپ مانا ہی کب۔۔۔؟ وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

آپ لوگوں نے تو ہمیشہ اپنی کی ہے اپنی چلائی ہے میں نے اکثر دیکھا تھا دادا

سائیں کو اکیلے تنہا روتے ہوئے آپ لوگوں نے اپنے باپ کو بھی تکلیف اور

اذیت دینے میں کوئی کثر نا چھوڑی تو میں کیسے بھول گیا کہ اگر آپ اپنی اولاد

کی خواہش پوری کریں گے تو آپکی انّا اور سفاکی کے لہراتے پرچم گر جائیں گے

وہ آج چاہ کر بھی برداشت نا کر پایا تھا کیونکہ آج معاملہ صرف اسکا نہیں تھا بلکہ اسکی چھوٹی سے بیوی اسکی سردارنی جی کا معاملہ تھا۔

میں نہیں چھوڑوں گا زمزم کو سمجھ گئے آپ دونوں۔۔۔؟ ابتسام نے اٹھتے ان دونوں کو ایک نظر دیکھتے بیٹھک سے باہر قدم نکالے تھے۔

وہ آج جاتے جاتے دانیال سومرو اور درید سومرو کو شرمندہ کر گیا تھا۔

اٹھیں بابا سائیں کمرے میں چل کر آرام کریں دلاور سومرو جبار سومرو کو سہارا دے کر اٹھاتے آہستہ آہستہ قدموں کو اٹھاتے وہ بھی ابتسام کے پیچھے ہی نکل گئے تھے۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

سب ایک ایک کر کے تبریز سے مل آئے تھے کسی نے بھی اسکے سامنے رانی کو ذکر نہیں کیا تھا اب نشا کی باری تھی جو اپنی انگلیوں کو مروڑتی جانے اور نا جانے کی شش و پنج میں مبتلا تھی۔

جائو نشا مل آئو تبریز تمہیں بلا رہا ہے رانی کے جانے کے بعد تہمینہ شاہ پہلی بار نشا سے مخاطب ہوتی مسکرائی تھیں۔

جائیں ادی۔۔۔" رمشا نے اسکے ہاتھ کو دباتے کہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے پیروں کو اٹھاتی اندر داخل ہوئی تھی۔

وہ پٹیوں میں جکڑا وجود آج اسے تبریز پہ بہت ترس آیا تھا آج وہ اسے قابلِ رحم لگ رہا تھا۔

اسس اسلام علیکم۔۔۔!وہ اپنے ہاتھوں کو بند کیے بولی تھی۔

وعلیکم السلام اسکی مضبوط مردانہ آواز نشا کے دل میں ایک تلاطم برپا کر گئی تھی۔

کک کیسے ہیں آپ اب وہ وہیں اس سے دور کھڑی بول رہی تھی

زندہ ہوں لیکن افسوس ٹانگوں سے محروم ہو چکا ہوں وہ افسوس سے کہتا اپنی گردن دوسری طرف کر گیا تھا ضبط چاہ بھی ٹوٹ گیا تھا ایک باغی آنسو اسکی آنکھ سے لڑھکتا تکیہ میں جذب ہوا تھا۔

سائیں۔۔۔!وہ دور سے اسکے آنسو کو دیکھتی تکلیف سے بولی تھی اور پھر آج ثابت ہوا کہ عورت اپنے محرم کی تکلیف کبھی بھی برداشت نہیں کر پاتی۔۔۔

کیا کہوں میں نشا۔۔۔؟ آج ہمت نہیں کچھ کہنے کہ یا تم پہ ظلم کرکے تمہیں خود سے بدظن کرنے کی وہ شدتِ جذبات سے بولا تھا آنسو اب موتیوں کی طرح اسکی آنکھوں سے جاری تھے۔

سائیں خدارا مت روئیں وہ آگے بڑھتی اسکے آنسو پونچھ گئی تھی آج کئی سالوں بعد اس نے اپنا نام تبریز کے منہ سے سنا تھا۔

نشا۔۔؟ اس نے اسے پکارتے اپنا بائیاں ہاتھ اسکی جانب بڑھایا تھا جو اسکے پاس کھڑی اسکے آنسو پونچھ رہی تھی لیکن اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو نا روک پائی تھی۔

نشا آپ پہ قربان سائیں وہ اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھامتی ان پہ بوسہ دیتی اپنی آنکھوں سے لگا گئی تھی۔

میں تم سے معافی نہیں مانگ سکتا کیونکہ جانتا ہوں معافی کے لائق نہیں بس یہ کہوں گا کہ مجھ سے بہتر لڑکا تم ڈیزور کرتی ہو میں تمہیں طلاق دے دونگا۔۔۔

وہ الفاظ تھے یا آگ کے شعلے جو نشا کو جھلسا گئے تھے آج بھی وہ شخص ظلم کا نا کہہ کر بھی اس پہ ظلم کے پہاڑ توڑ گیا تھا وہ تو اب بھی اسکی قربت میں رہنا چاہتی تھی لیکن وہ شخص اسے پھر سے تکلیف سے دو چار کر گیا تھا۔

ٹھیک ہے میں راضی ہوں طلاق کیلیے لیکن چھ مہینے تک نہیں مجھے یہ چھ مہینے آپ کے ساتھ گزارنے ہیں وہ کہتی اپنی آنسوؤں کو پیتی باہر نکل گئی تھی۔

ایک بار تو کہہ دیتی کہ نہیں چاہیے طلاق میرا ساتھ چاہیے تمہیں لیکن تم تو مجھ پہ ترس کھا کر میرے ساتھ چھ ماہ گزارنا چاہتی ہو وہ طنزیہ سا مسکراتے اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

احتشام ہاسپیٹل سے نکلتا شمس صاحب کے گھر کی طرف آیا تھا رات کے نو بج رہے تھے وہ مین گیٹ سے جا کر کسی کو خود پہ شک نہیں کروانا چاہتا تھا۔

باقر سائیں۔۔۔!اس نے اپنے ساتھ چلتے باقر کو پکارا تھا۔

جی سائیں باقر نے اسکی جانب دیکھا تھا ج شرارت سے مسکراتے باقر کو دیکھ رہا تھا۔

نہیں سائیں یہ ٹھیک نہیں ہے باقر اسکے ارادوں کو بھانپ چکا تھا۔

ارے میں تو اپنے چاچو سائیں کے گھر جارہا ہوں کوئی غیر تو نہیں وہ اپنی آنکھوں میں شرارت کے ساتھ چمک بھی اتار چکا تھا۔

سائیں لیکن سیڑھی۔۔۔۔!

ششششش آہستہ بولو اور جائو جلدی سیڑھی کو انتظام کرو وہ اس س کہتا اپنی جیب سے سگریٹ نکالتا اسے جلاتا اپنے لبوں تلے دبا گیا تھا۔

باقر مرتا کیا نا کرتا وہ بے بسی سے احتشام کو دیکھتا سیڑھی لینے چلا گیا تھا وہ سیڑھی لے کر ٹھیک پانچ منٹ بعد حاضر ہوا تھا احتشام بجی ہوئی سگریٹ کو نیچے پھینکتا اپنے پیروں سے مسلتا سیڑھی لگا کر امرحا کے کمرے میں بالکونی میں کودا تھا۔

باقر نظر رکھنا کوئی نا آئے اس نے نیچے کی طرف کھڑے باقر سے کہا تھا باقر کو اثبات میں سر ہلاتا دیکھ وہ اندر کی جانب بڑھا تھا یہ گھر جبار سومرو نے شہری طرز پہ بنایا تھا ورنہ تو گاؤں کے گھر زمینی ہوتے تھے۔

ڈولفِن وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھتا اسکی جانب آیا تھا نائٹ بلب کی روشنی میں

اسکا پرنور چہرا ایک بار پھر اسکے سامنے تھا اس نے فوراً اپنی نظروں سے اسکا

دوپٹہ تلاشہ تھا وہ اسکے دوپٹہ کو سائیڈ پہ پڑا دیکھ اسکے چہرے پہ اس انداز سے

کر گیا تھا کہ امرحا کی طرف بند آنکھیں ہی اسے نظر آرہی تھیں وہ شخص اسکا

سوئے ہوئے بھی پردہ قائم رکھتا تھا۔

اس نے اسکی بند آنکھوں کو دیکھتے مسکرا کر اسکی بند پلکوں کو چھونا چاہا تھا لیکن

نہیں وہ ایک مضبوط کردار مرد تھا وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔

اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کرتے اسکی بازو کو دیکھا تھا جس پہ پٹی بندھی تھی اور ہلکا

ہلکا خون واضح تھا وہ تکلیف سے آنکھیں میچ گیا تھا وہ جلدی سے باہر کی جانب

نکلا تھا اب اس شخص کی خیر نہیں تھی احتشام کے حکم کے مطابق وہ شخص

احتشام کی قید میں تھا بس اب احتشام کا اس سے بدلہ لینا طے تھا وہ آرام سے سیڑھی اترا تھا باقر اسے اتنی جلدی آتا دیکھ حیران ہوا تھا۔

باقر چلو گاڑی میں بیٹھو ہمیں جانا ہو گا احتشام کہتا گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔

لیکن کہاں سائیں....؟دیکھیں سائیں میں شدید قسم کا کنوارا ہوں مجھے ابھی نہیں مرنا باقر اسکے ساتھ چلتا ہوا بول رہا تھا۔

بے فکر رہو ابھی نہیں مرتے تم وہ باقر کے انداز پہ ہلکا سا مسکراتے گاڑی اسٹارٹ کر گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

کیا میں آ سکتا ہوں۔۔۔؟ جہانگیر چانڈیو دانیال سومرو کہ بیٹھک میں داخل ہوتے بولے تھے۔

تم آ چکے ہو جہانگیر وہ صبح صبح اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اعصام آجائو وہ اعصام سے بولے تھے جو وہیں انکے پیچھے کھڑا تھا اعصام کا سنتے دانیال سومرو کا غصہ عود آیا تھا۔

نہیں یہ نہیں آ سکتا وہ کھڑے ہوتے بولے تھے۔

پلیز چاچا سائیں معاف کردیں وہ اندر داخل ہوتا دانیال سومرو کے پیروں میں گرا تھا۔

چاچا سائیں مجھے معاف کردیں ساری غلطی میری تھی میں مان گیا ہوں مجھے معاف کردیں پلیز۔۔۔!!وہ رونے کا ڈھونگ کرتا انکے پیروں میں بیٹھا تھا۔

تم نے جو کیا وہ معافی کے قابل نہیں اعصام میں نے تم پہ بھروسہ کیا تھا

دانیال سومرو نے اسے افسوس سے تھا۔

پلیز ایک بار معاف کردیں اگر دوبارہ ایسی غلطی ہوئی تو آپ میرا سر قلم کر

دینا آخری بار معاف کریں وہ منتوں پہ اتر آیا تھا۔

دانیال معافی مانگنے پہ تو اللہ پاک بھی معاف کردیتے ہیں اتنے پتھر دل نا بنو

میرے بیٹے کو معاف کردو اسکی طرف سے میں ہاتھ جوڑتا ہوں جہانگیر چانڈیو

نے ہاتھ جوڑے تھے۔

نہیں جہانگیر ہاتھ مت جوڑو معاف کیا میں نے اسے وہ خفا انداز میں بولے

تھے۔

شکریہ بہت بہت شکریہ چاچا سائیں وہ انکے پیروں سے اٹھتا ہوا انکے گلے لگا۔

چلو اب کوئی چائے پانی کا انتظام کرو جہانگیر چانڈیو مسکرا کر بولے تھے۔

ہاہاہاہا بلکل دانیال سومرو مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

تو پھر اس جمعہ کو آجائوں قاضی صاحب کو لے کر۔۔۔؟ انہوں نے سوال کیا تھا۔

اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا اپنے بڑوں سے مشورہ کرونگا میں دانیال سومرو آرام سے بولے تھے۔

تم باپ ہو صبی دھی کے سارے حق صرف تمہارے پاس ہیں اور کسی کے پاس نہیں تم جو چاہو اسکی زندگی کا فیصلہ کر سکتے ہو جہانگیر چانڈیو نے دانیال سومرو کو شیشے میں اتارا تھا۔

ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو اس جمعہ کو نکاح طہ ہے بس۔۔۔!دانیال سومرو ٹوس لہجے میں بولے تھے اعصام اور جہانگیر دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے مسکرائے تھے۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ سب لوگوں کو حویلی واپس بھیج کر خود تبریز کے پاس ہی رک گئی تھی وہ چاہے اس کے ساتھ کتنا تلخ رویہ کیوں نا رکھتا لیکن نشا۔۔۔!وہ تو عورت تھی اور پھر عورت تو نازک ہوتی ہے وہ روم میں داخل ہوتی اسے سویا ہوا دیکھ اسکے بیڈ کے پاس پڑے صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

سائیں۔۔۔؟ اس نے ہلکی سی آواز میں اسے پکارا تھا تبریز کی پلکوں کی ہلکی سی جنبش دیکھ کر اسکا دل پھر سے دھڑکنے لگا تھا دھڑکنیں بڑھنے لگی تھیں۔

کیا ہوا نشا۔۔۔؟ وہ اپنی آنکھوں کو ہلکا سا کھولے اسے دیکھ رہا تھا جو اس سے تھوڑا دور نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

سائیں وہ آپ کھانا کھا لیں وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو قابو کرنا چاہتی تھی لیکن تبریز کی آواز ہی اسکی دھڑکنوں کو منتشر کرنے کا ہنر رکھتی تھی۔

میرا دل نہیں کر رہا کھانے کو وہ کہتا اپنی نظریں اس پہ سے ہٹا گیا تھا کیونکہ اسے اندازا ہو رہا تھا کہ نشا اسکے دیکھنے سے پزل ہو رہی تھی تبریز کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ رقص کرنے لگی تھی۔

سائیں تھوڑا سا کھا لیں پلیز۔۔۔مم میرا مطلب کھا لیں وہ "پلیز" لفظ کو کہہ کر غلط محسوس کر رہی تھی کیونکہ بقول تبریز شاہ کہ وہ تو ان پڑھ جاہل تھی۔

کہہ رہا ہوں نا دل نہیں کر رہا اب کی بار اسکا لہجہ تھوڑا سا سخت تھا۔

کیوں نہیں کر رہا دل اور پھر دل کس چیز کا کر رہا ہے وہ ہمت کرتی اٹھ کر

اس تک آئی تھی۔

یہ تو نہیں پتا کہ دل کیوں نہیں کر رہا لیکن دل رومینس کا ضرور کر رہا ہے وہ

اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیتا اسکا ہاتھ تھام گیا تھا۔

کک کیا مم مطلب وہ وہ کوئی۔۔۔وہ شرم سے لال ہو چکی تھی پہلی بار تبریز

کے منہ سے ایسی بات سن کر اب اسے شرم نے آن گھیرا تھا وہ ادھر اُدھر

دیکھتی اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ارے نشا تم نے میک اپ کیا ہے کیسی بیوی ہو یار تم شوہر ہاسپٹل میں ہے اور

تم میک اپ کر کے آئی ہو وہ اب بھی اسکا ہاتھ تھامے ہوئے اسکے چہرے پہ

چھائے عوضِ قزع کے رنگوں سے محفوظ ہو رہا تھا۔

نن نہیں سائیں میں نے تو کوئی میک اپ نہیں کیا اور اگر آپ کہتے ہیں تو میں منہ دھو کر آ جاتی ہوں وہ چاہے اپنے دل کو کتنا بھی قابو میں کرتی لیکن پھر بھی وہ اچھل اچھل کر تبریز کی قربت اور چاہت کا طلبگار بنا بیٹھا تھا۔

او خدایا لڑکی تم جھوٹ بھی بولتی ہو اب کی بار تبریز ڈراموں پہ اتر آیا تھا۔

سائیں میں نے کونسا جھوٹ بول دیا تھا وہ معصومیت سے بھرپور لہجے میں بولی تھی ہاتھ ہنوز اب بھی تبریز شاہ کی گرفت میں تھا۔

سائیں کی جھوٹی بیوی تم نے اتنا ڈارک بلش آن کیوں لگایا ہے ۔۔۔؟ وہ دوسرے ہاتھ سے اسکی گال کو چھوتا اسے مزید خود میں سمٹنے پہ مجبور کر چکا تھا۔

سائیں آپ بیمار ہونے کے بعد خاصے بے باک ہو رہے ہیں وہ اسے آنکھیں چھوٹی کیے گھور کر بول رہی تھی۔

ابھی تو میں نے کوئی بے باکی نہیں کی رکو دو مہینے تک کیا پتا ٹھیک ہو جائوں پھر تمہاری مرضی سے بے باکی کروں گا وہ مسکراتے ہوئے بول رہا تھا اور نشا اسکی مسکراہٹ میں کھوئی ہوئی تھی۔

ooooooooooooooooooo

شپاٹری صاحبہ۔۔۔؟ آریان ڈرائیور کرکے کافی تھک چکا تھا رات بھی وہ لوگ لیٹ واپس آئے تھے اور ابھی وہ تبریز اور نشا کو کھانا پہنچا کر آیا تھا۔

جی سائیں وہ کچن سے نکلتی اس کے پاس آئی تھی۔

مجھے بہت زیادہ بھوک لگ رہی ہے کھانا کمرے میں ہی لے آنا اوکے۔۔۔!وہ اسکے چہرے پہ آتی آوارہ لٹ کو پیچھے کرتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔

نشا تم اپنا اور آریان کا کھانا اپنے کمرے میں ہی لے جائو میں تمہارے بابا سائیں سے کھانے کا پوچھ لوں ثمینہ شاہ کہتی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھیں۔

وہ کچن میں داخل ہوتی بریانی کو پلیٹ میں ڈالتی سالن اور روٹیوں کو ٹرے میں رکھتی کھانے کی ٹرے کو تھامے وہ آرام آرام سے سیڑھیاں چڑھتی اپنے روم میں آئی تھی۔

آریان بیڈ پہ بیٹھا کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

سائیں۔۔۔۔!!

سائیںں ں۔۔۔!!!

سائیںں ں ں ں ں۔۔۔!!!

اس نے تین بار اسے پکارا تھا لیکن وہ ہنوز اب بھی اسی پوزیشن میں بیٹھا اسے نظر انداز کر رہا تھا۔

سائیں۔۔!وہ آرام سے چلتی ہوئی اسکے پاس آئی تھی۔

جی سائیں کی زوجہِ محترم وہ اسے کھینچتا اپنی گود میں بٹھا چکا تھا۔

سائیں آپ مجھے نظر انداز کیوں کر رہے تھے وہ اسکی گود میں بیٹھی آنکھوں میں نمی لیے کہتی اسکی جان لینے کے در پہ تھی۔

ارے ارے یہ آنسو کیوں سائیں کی شپاٹری سائیں صدقے آپ کی آنکھوں پہ

آپ کی پکار پہ میں تو بس مزاک کر رہا تھا آپ کو پاس بلانے کا طریقہ تھا یہ

وہ اسکی آنکھوں پہ بوسہ دیتے اسکے آنسوؤں کو اپنے ہونٹوں سے چن چکا تھا۔

لیکن آپ نے نظر انداز کیا مجھے اچھا نہیں لگا وہ اسکے سینے میں منہ دیے اب

سچ میں رونے لگی تھی۔

میری کیا جرت کہ میں آپ کو اگنور کروں اچھا آپ بیٹھیں وہ اسے بیڈ پہ

بٹھاتا خود اسکے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

میں نے اگنور کیا نا۔۔۔؟ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پکڑے اٹھک بیٹھک کرنے

لگا تھا۔

سائیں یہ یہ کیا کر رہیں آپ وہ جلدی سے اپنے آنسو پونچھتی اٹھ کر اسکے پاس

آتی اسکا ہاتھ تھام کر روک چکی تھی۔

سائیں نے آپ کو اگنور کیا نا تو اب سائیں کو سزا بھی ملنی چاہیے تھی نا وہ اسکے

کندھے پہ بازو پھیلائے اسے اپنے نزدیک کر چکا تھا۔

نہیں سائیں آپ کو کوئی سزا نہیں ملنی چاہیے کیونکہ آپ تو میرے سائیں ہیں نا

وہ سحر انگیز لہجے میں کہتی آریان کو اپنی جانب متوجہ کر چکی تھی۔

ہاں سزا تو آپ کو ملنی چاہیے نا وہ بغیر اسے کچھ کہنے کا موقعہ دیے اسکے

ہونٹوں کو قید کر چکا تھا وہ تھوڑی دیر بعد اس سے دور ہوتا اسے اپنے بازوؤں

میں بھرتا بیڈ تک لاتے لائٹ آف کرتے اس پہ جھکا تھا اور کھانا تو وہیں ٹھنڈا

ہوگیا تھا۔

سائیں مجھے بھوک لگی تھی وہ اسکی بڑھتی شدتوں سے گھبراتی ہوئی منمنائی تھی۔

ہاں تو ٹھیک ہے نا تھوڑی دیر تک دونوں مل کر کھانا کھائیں گے وہ کہتا اسکی منمناہٹ کو بند کر چکا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

صبی میں آجائوں ۔۔۔؟ عطیہ سومرو نے دروازک بجاتے اس سے اجازت لی تھی۔

جی جی اماں سائیں آپ آجائیں آج پہلی بار اس نے عطیہ سومرو کو اماں سائیں پکارا تھا عطیہ سومرو مسکراتی ہوئی اسکے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

کیسی ہے میری بیٹی انہوں نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرتے کہا تھا۔

الحمدللہ بلکل ٹھیک وہ خوش تھی اسے لگا تھا اعصام نامی انسان اب اسکی زندگی سے جا چکا ہے۔

ماشاءاللہ ایک بات کرنی ہے آپ سے صبی وہ اسکے پاس ہی بیڈ پہ بیٹھ گئی تھیں۔

جی کہیں وہ سر جھکائے تکیہ کو اپنی گود میں رکھتی اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

بیٹا مرد محبت میں بالکل ضدی بچوں جیسا ہو جاتا ہے جس طرح ایک بچہ اپنی کسی پسندیدہ چیز یا کھلونے کے لیے خود غرض ہوتا ہے اور اسے سب سے چھپا کے رکھتا ہے کہ وہ بس اسی کا ہے ایسے ہی ایک مرد بھی جس عورت سے محبت کرتا ہے اسے چھپا لینا چاہتا ہے کہ نہ کوئی دوسرا اسے دیکھے ، نہ کوئی اس

کی چاہ کرے وہ بس اسی کی ہے ، مرد کوئی کمزور یا بیوقوف نہیں ہوتا بس محبت میں ہار جاتا ہے بڑے سے بڑا زخم جسم پر لگ جائے مرد نہیں روتا لیکن وہ عورت جیسے وہ دل سے چاہتا ہے اسے کھونے کا ڈر مرد کا حوصلہ توڑ کر رکھ دیتا ہے بہت خوش نصیب ہوتی ہے وہ عورت جس کے لیے مرد روتا ہے کیونکہ مرد جب روتا ہے وہ کرب کی انتہا پر ہوتا ہے اور وہ اس کی بے بسی کی آخری حد ہوتی ہے وہ محبت میں ضدی بھی حد درجہ ہوتا ہے لیکن داور۔۔۔" داور نے ہمیشہ آپ کو محفوظ رکھنا چاہا ہے بیٹا آپ اسکی محبت کی قدر کریں کیونکہ نا قدری کرنے والوں سے چھین لیا جاتا ہے عشق بھی اور رزق بھی۔۔۔ عطیہ سومرو ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھیں کیونکہ وہ چاہتی تھیں کہ صبیحہ انکی بات جو

سمجھے وہ آگاہ تھیں داور کے جزباتوں سے جو بچپن سے صرف صبیحہ کے ساتھ منسوب تھے۔

اماں سائیں ابھی ہمیں کچھ وقت چاہیے یہ سب سمجھنے کیلیے وہ اپنے ہاتھوں سے کھیل رہی تھی۔

وقت ہی تو نہیں ہے آپ کے پاس کل صبح آپ کا نکاح ہے اعصام کے ساتھ۔۔۔" انہوں نے اسکی جانب دیکھا تھا جو شاکی نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی جو چہرہ گلاب کی مانند کھلا ہوا تھا وہ ایک دم سے مرجھا چکا تھا اور اب وہاں صرف خوف اور ڈر کا بسیرا تھا۔

امماماں سائیں ہم کک کیا کریں ہمیں ان سے شادی نہیں کرنی وہ رو گئی تھی ہاں آج وہ انکے سامنے رو گئی تھی۔

میری بیٹی آپ اپنے بابا سائیں کو انکار کردیں وہ ظالم ہیں اور انہیں ظالم بننے کا موقع آپ خود دے رہی ہیں عطیہ سومرو بھی اج بکھر گئی تھیں۔

آپ کے بابا ایک عیاش انسان ہیں داور کی ماں فاریہ کو بھی انہوں نے اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہا تھا لیکن وہ انہیں زخمی کرکے بھاگ گئی تھیں میں اس وقت اسی کمرے کے باہر موجود تھی اس رات دانیال نشے کی حالت میں تھے اور پھر انہوں نے اپنی ہوس کا نشانہ مختیار شاہ کی چھوٹی بیٹی عنایہ کو بنایا اس رات اندھیرے میں کوئی جان نا سکا تھا کہ غلطی کس کی تھی لیکن کچھ دن بعد پنچایت لگی تھی سومرو اور شاہوں کی تاکہ کسی اور کو پتا نا چل سکے اس دن تمہارے بابا نے چالاکی سے سارا الزام تمہارے سب سے چھوٹے چاچو شمس

پہ لگا دیا شمس ان دنوں حویلی آیا تھا کیونکہ اسکے کالج سے اسے چھٹیاں ملی تھیں۔۔۔

عطیہ سومرو بھی رو رہی تھیں یہ سچائی وہ اپنے دل میں رکھے مرنا نہیں چاہتی تھیں اب انکا دل کچھ ہلکا ہو چکا تھا۔

ابتسام اور داور جو کہ صبیحہ کے کمرے میں اس سے نکاح کی بات کرنے آ رہے تھے یہ سچائی سنتے ایک بار داور کے قدم لڑکھڑائے تھے لیکن ابتسام نے اسے بروقت سنبھال لیا تھا کتنی اذیت تھی ان لمحات میں جو اسکی پاکیزہ ماں کے کردار کو غلط بنا رہے تھے۔۔۔

صبیحہ کی شادی داور سے ہی ہوگی اماں سائیں اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے ابتسام داور کا ہاتھ پکڑے صبیحہ کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

لیکن تمہارے بابا وہ صبیحہ کو گلے لگائے اسے چپ کروانا چاہتی تھیں اور اب ابتسام کو غصے میں دیکھ وہ افسوس سے بولی تھیں۔

باپ کہلانے کے لائق نہیں ہیں وہ اٹھو تم۔۔۔!وہ آگے بڑھتا صبیحہ کا ہاتھ تھامتے اسے اٹھا گیا وہ اپنے نقاب کو درست کرتی اٹھ بیٹھی تھی۔۔۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

ہائے سویٹ ہارٹ وہ ایک بار پھر سے بالکونی سے نمودار ہوا تھا امرحا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اٹھی تھی اپنے سامنے احتشام کو دیکھتے وہ خاصی بوکھلا گئی تھی۔

یہ کیا بدتمیزی ہے آپ کو تمیز نہیں کسی کے کمرے میں آنے کی وہ غصے سے اپنے دوپٹے کو صحیح کرتی اپنا چہرہ چھپا گئی تھی۔

ارے میں کسی کے کمرے میں تھوڑی آیا ہوں میں تو اپنی فیوچر وائف کے کمرے میں آیا ہوں وہ مسکرا کر بول رہا تھا اسکی سرمئی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

یہ کیا بکواس ہے سر۔۔۔!وہ چبا چبا کر بول رہی تھی۔

ویسے وائفی یہ بکواس تو نہیں وہ اپنے دانتوں کی نمائش کرتا ہوا بولا تھا۔

دیکھیں مجھے یہ وائف وائف کہنا بند کریں وہ غصے سے بولی تھی۔

لیکن میں نے وائف وائف نہیں کہا مستقبل کی زوجہ وہ اب بھی ڈھیٹ بنا تھا۔

چلیں جائیں سر ورنہ میں آپ کا سر پھاڑ دونگی وہ آنکھوں میں غصہ لیے اسے

گھور رہی تھی۔

ویسے آپ سب کیلیے ٹھیک ہیں لیکن میرے ساتھ ہمیشہ لڑتی ہیں مجھ جیسے

معصوم انسان نے کیا بگاڑا ہے آپ کا۔۔؟ وہ ڈھونگ کرتا ہوا بولا تھا۔

استغفار معصوم اور آپ وہ حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ہاں ہاں میں ہی ہوں معصوم دنیا میں سب سے زیادہ معصوم اور شریف آدمی

وہ زیرِ لب مسکرا رہا تھا۔

جھوٹے کہیں کے وہ منہ بسور کو بولی تھی۔

میں کہیں کا نہیں ہوں یہیں کا ہوں وہ اب کی بار میسنا بنا تھا۔

سر آپ میرا دماغ خراب کر رہے ہیں وہ تلملائی تھی۔

اوکے اوکے جا رہا ہوں لیکن ڈولفِن میں دوبارہ آئوں گا اماں سائیں اور بابا سائیں کے ساتھ وہ ہلکا سا مسکرا کر بولتا جہاں سے آیا تھا وہیں سے چلا گیا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

اماں سائیں۔۔۔!وہ ردا سومرو کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں بند کیے ہوئی تھی اس نے کل سے ایک بار بھی ابتسام کو نہیں دیکھا تھا جبکہ وہ تو اسکے لاڈ پیار کی عادی ہو چکی تھی۔

بولو زمزم ردا سومرو اسکے بالوں میں بوسہ دیتی ہوئی بولی تھیں۔

اماں سائیں ہم سے سردار جی چھین لیں گے کیا آپ لوگ۔۔۔؟ اس نے اپنی بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔

نہیں میری بیٹی تم سے ابتسام کوئی بھی نہیں چھین سکتا وہ اسکی معصومیت سے کہنے پہ تڑپ اٹھی تھیں۔

پکا نا اماں سائیں۔۔۔؟ وہ نیند میں جا رہی تھی۔۔

ہاں پکا۔۔۔!انہوں نے جیسے یقین کروانا چاہا تھا۔

اماں سائیں آپ کو پتا ہے سردار جی نے ہمیں اس سے بچایا بھی تھا وہ نیند کی وادیوں میں مکمل طور پہ اتر چکی تھی۔

کس سے بچایا تھا۔۔۔؟ ردا سومرو حیرت سے اسکی جانب دیکھتی ہوئی پوچھ رہی تھیں جو انکی گود میں سر رکھے سو چکی تھی وہ ابتسام سومرو کی ملکیت تھے بیشک وہ معصوم سی بے حد خوبصورت ایک کانچ کی گڑیا تھا۔

زمزم۔۔۔؟ انہوں نے اسے پکارا تھا لیکن وہ تو سو چکی تھی وہ سوئی ہوئی ایک معصوم سی گڑیا معلوم ہوتی تھی۔

ردا۔۔۔؟ درید سومرو کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

جی درید کہیں وہ آرام سے زمزم کا سر تکیہ پہ رکھتی ہوئی اٹھ کر ان تک آئی تھیں۔

یہ خلا کے کاغذات ہیں زمزم سے کسی بھی طرح دستخط کروا لینا وہ ایک نظر زمزم کو دیکھتے ہوئے ردا بیگم سے بولے تھے۔

درید وہ آپ کی بیٹی ہے اور آپ۔۔۔!وہ روتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھیں۔

بیٹی یے اسی لیے خیال کر رہا ہوں اب زیادہ زبان مت چلائو ان کاغذات پہ

سائن کروا لینا وہ اپنی شال کو درست کرتے کمرے سے نکل گئے تھے۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

نشا۔۔۔! اس نے ایک نظر اپنے ڈرپ لگے ہاتھ کو دیکھتے نشا کا دیکھا تھا جو

وہیں پاس جاکِ نماز پہ بیٹھی دعا کر رہی تھی۔

جی سائیں وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو چہرے پہ پھیرتی اٹھ کر تبریز کے پاس آتی

اس پہ پھونک گئی تھی۔

میرے لیے کیا دعا کی۔۔۔؟ اسے جیسے امید کے ساتھ یقین تھا کہ وہ اسکی

دعائوں کا مرکز ہے۔

آپ کی صحت کیلیے دعا کی ہے سائیں وہ اسکے سر کو ہلکا ہلکا دبا رہی تھی۔

اور اپنے لیے۔۔۔؟ اس نے ناجانے کیوں یہ سوال کیا تھا۔

اپنے لیے بس صبر کی دعا کی وہ سچ بیان کرتی مسکرا رہی تھی۔

ہمم ٹھیک وہ ہلکے سے سر کو جنبش دیتے آنکھیں بند کر گیا۔

آریان آئے تو اسے کہنا طلاق نامہ بنوا لائے اور میرے اکاؤنٹ سے دو کروڑ

بھی رانی کو پہنچا دے وہ آنکھیں بند کیے ہوئے بولا تھا۔

طلاق نامے کا لفظ سن کر دو پل کو اسکے ہاتھ تھمے تھے لیکن اگلی بات سے وہ

پرسکون ہوئی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ سرد رات کے اندھیرے میں چلتا ہوا اس پر اسرار سے کمرے میں داخل

ہوا تھا جہاں وہ شخص کراہ رہا تھا وہ آرام آرام سے قدم بڑھاتا ٹھیک اسکے

سامنے آ کر کھڑا ہوا تھا۔

کیا سوچا تھا تم نے کہ مجھ پہ یعنی ایس اے پہ حملہ کرکے بچ جائو گے۔۔۔؟

وہ سخت لہجے میں بولا تھا۔

دد دیکھو تم مجھے ابھی صحیح سے نہیں جانتے میں تمہیں وہاں پہنچا سکتا ہوں جہاں

کا تم نے گمان بھی نہیں کیا ہو گا۔۔" وہ شخص طنزیہ ہنس رہا تھا اسکے لہجے میں

غرور کی رمک محسوس کرکے ایس اے کے ہونٹ بے ساختہ یک طرفہ پھیلے

تھے۔

او اچھا تو چلو پھر پہنچا کر دکھائو وہ دونوں ہاتھ اپنے جیب کی پاکٹ میں ڈالے

بلکل خاموشی وہاں سے اسکا جائزہ لے رہا تھا۔

تم صبر کرو میں تمہیں وقت آنے پہ بتائوں گا وہ شخص اپنی موت کو سامنے

دیکھ کر بھی کانپ نہیں رہا تھا۔

صبر۔۔۔؟ اور ایس اے وہ ہنسا تھا اسکا قہقہ فضا میں بلند ہوا تھا۔

تمہارے پاس وقت ہی کہاں ہے ٹائیگر۔۔۔؟ وہ اپنی جیب سے ایک بٹن نکالتے

کمرے کو روشن کرگیا تھا اچانک اندھیرے سے کرسی پہ بندھے وجود کی

آنکھوں میں جنبش ہوئی تھی۔

ایم سوری ٹائیگر ہمارا ساتھ یہیں تک تھا ویسے اچھا گزرا ساتھ ہاں۔۔۔" وہ

کہتا اسکی کرسی کو ٹھوکر مارتا اسے نیچے گرا چکا تھا ایک اور بٹن کو دباتے وہ خود

کمرے سے نکلا تھا کیونکہ وہاں موجود تمام زہریلے کیڑوں کے جار کھل گئے تھے اور اندر ٹائیگر چلا چلا کر مدد مانگ رہا تھا کیڑے اسکے کان ناک آنکھوں سے اسکے جسم میں داخل ہو رہے تھے آہستہ آہستہ انکا زہر اسکے پورے جسم میں پھیلنے لگا تھا اور باہر کھڑا ایس اے اسکی چینخوں پہ مسکراتا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں کو جیب میں ڈالے وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

تمہیں کیا کہہ رہا ہوں میں۔۔۔؟ ابتسام اسکے سامنے کھڑا اسے اٹھنے کا کہہ رہا تھا۔

ادا سائیں آپ کیا چاہتے ہیں پلیز ہمارا تماشہ مت بنائیں ہم نکاح کیلیے تیار ہیں وہ ابتسام کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی تھی داور کی آنکھوں کا مقابلہ کرنا اسکے لیے نا ممکن تھا کیونکہ اسکی آنکھوں میں جو بربادی کا سماں تھا اسکا مقابلہ صبیحہ دانیال سومرو چاہ کر بھی نہیں کر سکتی تھی۔

ٹھیک ہے پھر جو مرضی کرو ابتسام اسکا ہاتھ چھوڑتا وہاں سے نکل گیا تھا اور داور۔۔۔؟ داور تو خالی خالی نظروں سے صبیحہ کہ پیروں کو دیکھ رہا تھا وہ شخص تو بے عزت ہوگیا تھا وہ چاہ کر بھی اپنے عشق کا مقدمہ نا جیت پایا تھا۔

دعائوں میں یاد رکھیے گا۔۔۔"

I want that you will be mine but no one littrely no one "

"loves me every one leaves me alone

وہ بلکل سرد لہجے میں بول رہا تھا چہرہ ہر تاثر سے سپاٹ تھا کوئی محبت کوئی ہار کوئی آنسو کوئی تکلیف کسی بھی چیز کی رمک نہیں تھی وہ شخص ٹوٹ چکا تھا لیکن اسکا دل۔۔۔؟ وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو صرف اس ظالم لڑکی کیلیے دھڑکتا تھا جو صرف اسکی چاہ میں پاگل تھا وہ اپنی آنکھوں کی نمی کو چھپاتا صبیحہ کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

"مرد کے صبر کو اتنا نہیں آزماتے صبیحہ جتنا آپ آزما چکی ہیں" عطیہ سومرو کہتی داور کے پیچھے ہی نکل گئی تھیں اب وہاں موجود کوئی شخص کچھ بھی نہیں

کر سکتا تھا کیونکہ فیصلہ تو صبیحہ کر چکی تھی اعصام سے نکاح کا۔۔۔! لیکن کوئی صبیحہ سے تو پوچھتا کہ بیٹی ہونے پہ اسے کتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔۔۔

(ہمارے معاشرے میں صبر کرنے کا صرف بیٹی کو ہی کیوں کہا جاتا ہے کیوں صرف بیٹی کو کہا جاتا ہے کہ ہماری عزت محفوظ رکھنا بیٹے سے بھی تو کہا جائے کہ دوسروں کی عزت محفوظ رکھنا صبر کرنا کیوں ہمیشہ صرف بیٹیوں کا نصیب بنا ہے انہیں بھی تو حق ہے اپنا من پسند شخص چننے کا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب مولا علی علیہ سلام کا رشتہ بی بی فاطمہ علیہ السلام کیلیے آیا تھا تو انہوں نے گھر آکر پوچھا تھا : "بیٹی علی کا رشتہ آیا ہے ہاں کردوں۔۔۔؟" تو جب ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کو

اتنا مقام دیا ہے تو ہم کیوں نہیں دے سکتے کیوں ہم بیٹیوں کے معاملے میں انّا

کا مسئلہ بنا لیتے ہیں زندگی کے تیس سے چالیس سال بیٹی نے گزارنے ہیں اس

شخص کے ساتھ نا کہ والدین نے تو بہتر نہیں کہ وہ شخص آپ کی بیٹی کا من

پسند ہو۔۔۔؟)

وہ ایک بار پھر سے اذیت کی حدوں کو چھو رہی تھی آنسو پھر سے اسکے

رخساروں کی زینت بن چکے تھے وہ روتی ہوئی بیڈ پہ بیٹھ گئ تھی۔

”صبر آتے آتے بھی وقت لگتا ہے“

○○○○○○○○○○○○○○○○○

ادا سائیں یہ پیپرز آریان طلاق نامہ لیے تبریز کے سامنے کھڑا تھا۔

ہمم نشا سائن کردو وہ بے حد نارمل لہجے میں بولتے ہوئے نشا کی روح کی دھجیاں اڑا گیا تھا آریان بھی شاکی نظروں سے تبریز کو دیکھ رہا تھا وہ تو رانی کے نام کے پیپرز بنوا کر لایا تھا لیکن تبریز تو نشا سے سائن کروا رہا تھا۔

ظالم اور جابر دیکھیں ہے آپ نے سائیں۔۔۔؟ وہ اسکے سامنے بڑے ضبط سے کھڑی تھی۔

ہاں میں شیشہ دیکھتا ہوں وہ شخص خود کو ظالم مان چکا تھا اور یہ اسکی سفاکی کی حد تھی۔

آپ ان سے بھی بد تر ہیں مجھے شروع سے تکلیفیں دی ہیں آپ نے شروع سے اذیتیں دی ہیں وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی اس شخص سے جدائی پہ۔۔۔"

ہاں میں جانتا ہوں وہ آرام سے بولا تھا آریان کو اس سب کے بیچ میں وہ خاموش رہنے کا اشارہ کر چکا تھا۔

آپ ایک گھٹیا انسان ہیں وہ اسکے سامنے آکر کھڑی ہوئی تھی۔

بہت۔۔۔۔" وہ پھر سے ٹھنڈے لہجے میں کہتا اپنے دونوں بازو سینے پہ باندھے اسکی حرکتیں نوٹ کر رہا تھا۔

آپ کو شرم نہیں آئی آپ کی روح نہیں کانپی مجھ پہ اتنا ظلم کرتے وہ اپنی آنکھوں میں تیرتی نمی کو چھپاتی ہوئی بول رہی تھی۔

چپ ہو جائو جاہل لڑکی وہ انتہائی خفت سے بولا تھا۔

جاہل ہونگے آپ آپ کا پورا خاندان جاہل نہیں ہوں میں وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولی تھی آج وہ تمیز تو کہیں دور ہی چھوڑ آئی تھی۔

تم بھی میرے خاندان کی ہی ہو جاہل لڑکییییی۔۔۔" وہ خاصا چبا کر بولا تھا۔

نہیں ہوں میں جاہل ماسٹر ود گولڈ میڈل پاس کر چکی ہوں میں کینیڈا کی ٹاپ یونیورسٹی میں بریلینٹ اسٹوڈنٹ میں سب سے پہلے میرا نام آتا ہے آج وہ اپنی حقیقت اپنا راز جو اس نے سب سے چھپا کر رکھا تھا وہ واضح کر گئی تھی آریان پہ تو حیرت کے پہاڑ ٹوٹ گئے تھے جبکہ تبریز ہنوز اب بھی اسی پوزیشن میں تھا۔

ہمم تو میں کیا کروں پڑھی لکھی لڑکی وہ پھر سے اس پہ طنز کہ تیز برسا رہا تھا۔

آپ بب بہت بہت برے ہیں اب وہ بے صبر ہوتی تو پڑی تھی وہ اس شخص سے صرف موت کی صورت میں دور ہونا چاہتی تھی۔

بس اب ایک آنسو بھی نا آئے تمہاری آنکھوں میں وہ خود بیڈ سے اٹھتا اسکے پاس آتا اسے گلے لگا گیا تھا وہ اسکے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی آنسو جیسے صدیوں کے آنکھوں میں رکے ہوئے تھے۔

وہ کتنی ہی دیر رونے کے بعد جب ہوش کی دنیا میں لوٹی تو تبریز کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ وہ حیران پریشان ہوئی تھی۔

آپ کی ٹانگ۔۔۔؟ وہ اب وہ سوال پوچھ رہی تھی جو کہ اسے پہلے کرنا چاہیے تھا۔

بلکل ٹھیک ہوں میں بس تمہاری محبت دیکھ رہا تھا وہ اسے اپنے ساتھ لگائے مسکرا رہا تھا آریان پہلی بار شرماتے ہوئے اپنا سر جھکا گیا تھا۔

کک کیا مطلب۔۔۔؟ وہ سمجھ نا پائی تھی کہ ہوا کیا وہ تو اپنا راز بھی خود کھول چکی تھی۔

میں جانتا ہوں نشا بلکہ میں شروع دن سے جانتا ہوں کہ تم کیسے سب سے چھپ چھپ کر رات کو کلاسس لیتی تھی کیسے پڑھائی کرتی تھی اور تمہیں یاد ہے ایک بار تمہیں یونی بلایا گیا تھا لیکن تم جا نہیں پائی تھی مگر تمہارا معاملہ خود بخود حل ہوگیا۔۔" میں گیا تھا تمہاری یونی تمہیں ڈیفیڈ کرنے وہ اب بھی نشا کو دیکھتا مسکرا رہا تھا۔

ہاں مجھے رانی پسند آئی تھی مجھے وہ اچھی لگنے لگی تھی لیکن میں نے اس سے کوئی نکاح نہیں کیا وہ سب صرف ایک ڈرامہ تھا ضمہیم جتوئی کی سچائی سب کے سامنے لانے کا لیکن میں کچھ کرتا اس سے پہلے وہ رانی سمجھ چکی تھی کہ

مجھے سب معلوم ہے اس نے ضمہیم سے کہہ کر مجھ پہ گولی چلوا دی اور پھر میں نے خود احتشام سے کہا تھا وہ سب کو جھوٹ بتائے کیونکہ رانی کی آوازیں میں اندر ہی سن چکا تھا وہ شخص آہستہ آہستہ کرکے سارے رازوں سے پردہ اٹھا رہا تھا۔

مجھے معاف کردو لیکن جو ظلم میں نے کیے تم پہ انکی معافی نہیں اس لیے میں نے ہر بار خود سے بدلہ لیا اس نے کہتے اپنے سیدھے ہاتھ کی آستین اوپر کی جہاں استری کے جلے ہوئے نشان تھے اور دوسرے ہاتھ پہ کانچ سے لگائے گئے نشان بھی واضح تھے۔

مجھے معاف کردو آج اس شخص نے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

اممممم ایک شرط پہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پہ باندھی بولی تھی۔۔۔

کونسی شرط۔۔۔؟ وہ اب بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو اسکے سامنے جوڑے کھڑا تھا۔

آئندہ مجھے جاہل لڑکی نہیں بولیں گے وہ مسکرا کر کہتی اسکے ہاتھوں کو تھام کر ان پہ بوسہ دیتی آنکھوں سے لگا گئی تھی۔

افففف اتنی رومینٹک تو میری شپاٹری بھی نہیں بھئی میں جا رہا ہوں مجھے اپنی شپاٹری یاد آ رہی ہے اور ادا سائیں آپ نے جو اس اسٹیل پروف کپڑے کو اپنی بوڈی پہ باندھا تھا اسکے پیسے میری جیب سے گئے ہیں مجھے پیسے واپس کر دینا اور نقلی خون کے پیسے بھی وہ تبریز کے سارے راز کھولتا مزے سے ہسپتال سے نکل گیا تھا اور اب تبریز شاہ تھا اور نشا تبریز شاہ جو کہ اسے مشکوک نظروں سے گھور رہی تھی۔

دد دیکھو میں سمجھدار آدمی ہوں یہ سب صرف میں نے وہ ڈرامہ۔۔۔۔“

ہاں ہاں آپ بہت ڈرامے باز ہیں سائیں وہ ہنستی ہوئی بولی تھی۔

ابھی تو ڈرامے باقی ہیں وہ کہتا اسے کمر سے تھامے اپنے نزدیک کرتا پہلی بار اسکے ہونٹوں پہ جھکتا اسے خود میں مدہوش کر گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

سردار جی۔۔۔؟ وہ اسکے سامنے آئی تھی جو اسے نظر انداز کرتا اسکے پاس سے گزر رہا تھا۔

بولو زمزم وہ آج اسے اسکے نام سے پکارتا اسے بلکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

آپ ہمارے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔۔۔؟ وہ اسکے سامنے آنکھوں میں بے پناہ معصومیت سموئے آنسوؤں کے ساتھ بول رہی تھی۔

میں نے کیا کیا ہے۔۔۔؟ وہ اسکی غزالی آنکھوں میں پھر سے کھونے لگا تھا۔

ہمیں آپ کے پاس آنا ہے ہمیں اماں سائیں والوں کے پاس نہیں رہنا وہ اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرتی اپنے ہونٹوں کو چباتے اپنے آنسوؤں کو روک رہی تھی۔

آپ ان سب کے ساتھ رہیں میرے ساتھ نہیں وہ پتھر بنا بولا تھا۔

نہیں رہ سکتے ہم کسی کے ساتھ ہمیں صرف آپ کے ساتھ رہنا ہے وہ اب باقاعدہ بچوں کی طرح کہتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

روئیں مت وہ آگے بڑھتا اسے تھامتا اپنے سینے سے لگائے چپ کرواتے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

اسکی چھوٹی سے بیوی تو اسکا سکون تھی وہ کیسے اسے رونے دیتا وہ اسے تکلیف تو مر کہ بھی نہیں دے سکتا تھا۔

بس سردارنی جی مجھے اتنا غریب مت کریں یار پہلے ہی بڑی غربت ہے وہ اسکی آنکھوں کو چومتا اسے مزید خود میں بھینچتا بیڈ پہ بیٹھا۔

سردار جی ہمیں لوگوں کے پاس مت چھوڑنا وہ روتی ہوئی سوجی سوجی آنکھوں سے بول رہی تھی۔

بلکل بھی نہیں چھوڑتا وہ اسکے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیتا آج مکمل طور پہ اس پہ قابض آ چکا تھا آج وہ ان دوریوں کو مٹا دینا چاہتا تھا۔

اجازت ہے۔۔۔؟ وہ اسکی گردن پہ جھکتے اس سے پوچھ رہا تھا وہ اسکے گلے میں بانہیں ڈال کر اپنا آپ اسے سونپ چکی تھی ابتسام مسکراتے اس پہ جھکا تھا۔

ooooooooooooooooooooooo

شام کو رمشہ کمرے میں آئی تو آریان کو کسی سوچ میں ڈوبا پایا

کیا ہوا سائیں آپ کیا سوچ رہے ہیں۔رمشہ کی آواز سن کر اریان ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا اور چلتا ہوا اس کے پاس گیا۔

شپاٹری میں کچھ سوچ رہا تھا۔وہ اسے اپنے حصار میں لیتے بولا۔

یہ ہی تو پوچھا سائیں کیا سوچ رہے ہیں آپ۔وہ آنکھیں پٹپٹاتے بولی۔

آج ہسپتال میں نشا ادی اور تبریز ادا سائیں رومینس کر رہے تھے۔وہ پرسوچ انداز میں بولا۔

ہاں تو سائیں اس میں کیا بات ہے سوچنے والی۔وہ ناسمجھی سے بولی۔

مطلب یہ کہ میرا بھی دل کر رہا رومینس کو۔وہ اب مدعے پر آیا تھا۔۔

سائیں آپ کا کب دل نہیں کرتا۔وہ ناک سکوڑ کر بولتی آریان کو اپنے دل

میں اترتی محسوس ہوئی۔

آریان نے جھکتے شدت سے اس کے ہونٹ چومے۔۔

سائیںں ں ں۔۔۔وہ جھنجھلائی۔

کتنا اچھا لگتا ہے میرا نام جب تم اسے اپنے لبوں سے ادا کرتی ہو۔وہ یہ کہتے

شدت سے اس کے ہونٹوں پر جھکا۔

رمشہ نے اس گھڑی کو کوسا جب وہ کمرے میں آئی تھی

اپنی منمانی کرتا وہ اس سے الگ ہوا۔

ہائے شپاٹری۔وہ اس کی گال میں دانت گاڑھے بولا۔

سائیں کیا ہے نہیں کریں نہ۔یہ سچ تھا کہ اس نے رخصتی کے بعد ہر رات اس کی قربت میں گزاری تھی۔مگر وہ اس کی بے وقت رومینس سے تنگ آ جاتی تھی۔

وہ اس کی گردن پر جھکا اپنے دانت گاڑھنے لگا رمشہ کے پاس اسے محسوس کرنے کے علاؤ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

کچھ ہی دیر میں دروازے پر دستک ہوئی۔

تو رمشہ نے اسے خود سے الگ کیا

بی بی جی آپ کو نیچے بڑی بیگم بلا رہی ہیں۔

اچھا میں آتی ہوں۔رمشہ نے اندر سے آواز دی۔

جائو اور رات کو کمرے میں جلدی انا۔اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے بولا۔

جی۔وہ فوراً نیچے بھاگی تھی۔

ooooooooooooooooooooooo

نکاح میں کوئی بھی شریک نہیں ہوا تھا صبیحہ سر جھکائے سامنے صوفے پہ بیٹھی تھی صرف دانیال سومرو وہاں موجود تھے انکی انّا جیت گئی تھی وہ سینہ چوڑا کیے صوفے پہ اپنی ٹانگیں جمائے بیٹھے تھے۔

سارے گواہ اعصام کی طرف سے تھے صبیحہ کی طرف سے صرف دانیال سومرو تھے۔

صبیحہ دانیال سومرو ولد دانیال سومرو آپ کا نکاح اعصام چانڈیو ولد جہانگیر چانڈیو سے با حق مہر ایک لاکھ روپے کیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔؟

بچپن سے بنے گئے خواب منزل پہ پہنچ کر اس طرح ٹوٹے تھے وہ بکھر گئی تھی نا ہی ماں کا لمس تھا نا بھائی کا پیار وہ سب کو ناراض کر کے صرف اپنے باپ کی فرمانبردار بن گئی تھی۔

صبیحہ بولو۔۔۔!دانیال سومرو اسے خاموش دیکھتے بولے تھے۔

قبب قبول ہے وہ اپنی زندگی بربادی کے راستے پہ ہموار کر چکی تھی۔

کچھ ہی لمحوں میں وہ صبیحہ دانیال سومرو سے صبیحہ اعصام چانڈیو بن چکی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

آریان کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی داور کی حالت دیکھتے اس کی طرف بڑھا تھا جو فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھا اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچ رہا تھا۔۔۔

اہہہ۔۔۔ صبیحہ۔۔۔۔داور نے اذیت سے اپنے ہاتھ فرش پر مار رہا تھا آریان سے اس کی حالت نہیں دیکھی جا رہی تھی۔۔۔۔

داور پاگل ہو گئے ہو کیا۔۔۔

ہاں ہاں پاگل ہو گیا ہو وہ۔۔۔وہ۔۔۔د۔۔۔دور جا رہی ہے مجھ سے

۔۔۔ ممم۔۔۔۔میں۔۔۔کیسے۔۔۔اریان۔۔۔میں۔۔۔کیسے برداشت کرو گا۔۔۔۔۔

آریان اس کا دوست تھا اسے داور کی تکلیف اپنے دل میں محسوس ہو رہی تھی

۔۔۔۔

داود پلیز حوصلہ کرو۔۔۔۔

کیسے وہ تو مجھ سے پیار کرتی تھی کیوں کیوں۔۔۔۔

اہہہہہ۔۔۔۔مم۔۔۔میں مر جاؤ گا اگر وہ کسی اور کی ہوئی۔۔۔۔

آریان نے اس کے ہاتھ پکڑے جو داور دوبارہ سے زمین پر مار کر مزید زخمی کرنے والا تھا۔۔۔۔

چچ۔۔چھورو مجھے۔۔۔۔میں کیسے رہو گا ان کے بغیر آریان تت۔۔۔تو۔۔۔۔تو جانتا ہے نا میں کتنی محبت کرتا ہو ان سے وہ بھی کرتی تھیں پھر کیوں وہ میرے نصیب میں نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

داود کی آنکھوں سے نکلتے انسو آریان کو تکلیف دے رہے تھے لیکن وہ اپنے اس دوست کے لیے کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔۔۔۔

مم۔۔۔ج۔۔مجھے بس صبیحہ لا۔۔۔دو۔۔۔میں۔۔۔تم۔۔۔سے کبھی نہیں مانگو گا

۔۔۔

تم تو میرے دوست ہو نا میں تمہارے اگے ہاتھ جورتا ہو مجھے میری صبیحہ لا دو

۔۔۔آریان مم مجھے میرا دل پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا ہے مجھے تکلیف ہو رہی

ہے مم میری سانسیں۔۔۔

داور کی تکلیف کم ہی نہیں ہو رہی تھی اپنی محبت کو کسی اور کو ہوتے دیکھ

ازیت تھی کے بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔۔

پلیز داور۔۔۔آریان کے لیے داور کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا اس نے داور کو کندھوں سے پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔۔۔۔

کیا یہاں تک ہی تھی اس کی محبت کی مدت بس اس سے اس کا پیار چھین لیا گیا تھا۔۔۔۔

”اس سے کہنا میری سزا میں کچھ کمی کر دے۔۔۔

عادی مجرم نہیں ہوں غلطی سے عشق ہوا ہے۔۔۔“

آریان کچھ کرو میرا دل پھٹ رہا ہے ایسے لگ رہا ہے جیسے مجھے وہ نا ملی تو میری روح نکل جائے گی۔۔۔۔

آریان نے داور کو اپنے سینے سے لگایا داور جو بلک بلک کر روتے اپنے دل کا غبار آریان کے سینے سے لگتا نکال رہا تھا۔۔۔۔۔

آریان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کے وہ کیسے اپنے دوست کو تسلی دے۔۔۔۔۔

مم۔۔۔میں۔۔۔ک۔۔۔۔کیسے دیکھو گا۔۔۔اسے کسی۔۔۔۔اور کو ہوتے ہوئے

وہ بھی تو مجھ سے محبت کرتی تھی آریان پھر اس نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا

۔۔۔۔

بس بس داور وہ تمہارے نصیب میں نہیں تھی۔۔۔۔

کیوں نہیں تھی وہ میرے نصیب میں۔۔۔ہماری محبت تو سچی تھی پھر کیوں وہ

مجھے نہیں ملی۔۔۔۔

وہ ہنستا کھیلتا لڑکا اج اپنے عشق کی وجہ سے داڑھے مار مار کر سامنے بیٹھے ,آریان سے اپنے پیار کی بھیک مانگ رہا تھا جو شاید اس کے نصیب میں تھی ہی نہیں۔۔۔

ooooooooooooooooooooooo

اعصام نے اسکے ساتھ صوفے پہ بیٹھتے دو پل میں اسکے نقاب کو کھینچ لیا تھا دانیال سومرو حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

تم کہاں سے حور پری ہو۔۔۔؟ دیکھو آج کر دیا میں نے تمہیں بے نقاب وہ سامنے سے ہٹتا اپنے دوستوں کو بھی اسکی صورت دکھانا چاہتا تھا۔

تم گھٹیا انسان خدا جانے وہ شخص ایک بار پھر کیسے آگیا تھا اسے بچانے وہ جلدی سے صوفے کی طرف بڑھتا اپنے کندھوں سے خال اتارتا صبیحہ پہ گھونگٹ کی

طرح ڈالتا اسکے آگے کھڑا ہو گیا تھا دانیال سومرو حیرت سے کبھی اپنے نئے

نویلیے داماد کو دیکھتے تو کبھی اپنے بھتیجے کو۔۔۔!

تم پھر سے آگئے وہ آگے بڑھتا صبیحہ کو اٹھانا چاہتا تھا۔

جب جب کوئی بھی انہیں بے نقاب کرے گا تب تب داور سومرو آئے گا وہ

صبیحہ کے سامنے چٹان بنا کھڑا تھا۔

بیوی ہے یہ میری اس نے جیسے داور کو باور کروایا تھا۔

عزت تو اب بھی یہ میری ہیں۔۔۔!اس نے بھی جیسے اعصام کا باور کروایا تھا

کہ خون کے رشتے اتنی جلدی ختم نہیں ہوتے۔

ارے یہ تو عاشقیاں ہیں اور آپ کی بیٹی کوئی حور پری نہیں ہے میں ایک

بدکردار لڑکی کو اپنا نہیں سکتا پتا نہیں اس نے کتنی راتیں رنگین کی ہیں اس

داور کے ساتھ وہ سب سے بے پروا بول رہا تھا داور کے ہاتھ صرف اس وجہ سے نہیں اٹھ پا رہے تھے کیونکہ وہ صبیحہ کا شوہر تھا۔۔

میں اعصام چانڈیو صبیحہ کو طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں۔۔۔" وہ آخری طرف ادا کرتے انتہائی گھٹیا طریقے سے ہنسا تھا۔

سنبھال کر رکھو اپنی اس حور پری کو وہ کہتا وہاں سے جا چکا تھا اسکے جاتے ہی سب جا چکے تھے جہانگیر چانڈیو شرمندگی سے ڈوب مرنے کو تیار تھے وہ مرے مرے قدموں سے سومرو حویلی سے نکل گئے تھے آج دانیال سومرو کی انّا ٹوٹ گئی تھی اور انکی بیٹی بھی صبیحہ بے ہوش ہوتی زمین بوس ہو چکی تھی داور اسے چاہ کر بھی ہاتھ نا لگا پایا تھا وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

♥کہانی ختم ہوئی ! لوگ روئے تالیاں بجاتے ہوئے...."

♥ چلو کچھ تو عمر بھر کے غموں کا مداوا ہوا۔۔۔"

وہ اُجڑی ہوئی حالت میں بیڈ پہ بیٹھی اپنے پیروں کو گھور رہی تھی اس پہ عدت واجب نہیں ہوئی تھی لیکن وہ پھر بھی کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی دل تھا شدتِ غم سے نڈھال ہو چکا تھا وہ رونا چاہتی تھی لیکن آنسو تو خشک ہو چکے تھے دل نا جانے کیوں پرسکون تھا آج ہی کے دن اسکا نکاح ہوا تھا اور کچھ لمحوں بعد وہ طلاقِ یافتہ ہو چکی تھی کہانی اور ماضی پھر سے اپنے رنگ بدلے دونوں ذاتوں پہ چھا چکا تھا۔

صبیحہ۔۔۔؟ آج پہلی بار جبار سومرو خود اسکے کمرے میں داخل ہوئے تھے نا جانے کیوں انکا دل ڈر رہا تھا انہیں لگا تھا کہیں وہ بھی مختیار شاہ کی لاڈلی بیٹی کی طرح خودکشی نا کرلے اور اسی ڈر کے زیرِ اثر وہ صبیحہ کے پاس آگئے تھے۔

جی دادا سائیں وہ بھاری ہوئی آواز میں بولتی اٹھ کر انکے پاس آتی اسکے دائیں ہاتھ کو چومتی آنکھوں سے لگاگئی تھی۔

مجھے معاف کردو صبیحہ وہ ناجانے کیوں اور کس چیز کی معافی مانگ رہے تھے۔

کیوں دادا سائیں اور آپ کس چیز کی معافی مانگ رہے ہیں۔۔۔؟ وہ انہیں سہارا دیتی کرسی تک لائی تھی۔

کاش میں تمہارے باپ کی اچھی تربیت کرتا تو آج اس طرح نا ہوتا وہ سر جھکائے کہتے ایک مجرم کی طرح لگ رہے تھے۔

دادا سائیں آپ نے اپنا باپ ہونے کا فرض نبھایا اور ہم نے بیٹی ہونے کا لیکن ہمارے بابا سائیں کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتے مگر پتا نہیں کیوں ہمارے ساتھ ہی ایسا ہوا وہ چاہے جتنا صبر کرتی لیکن لڑکی تھی نازک مزاج تھی وہ شکوہ کر بیٹھی تھی۔

بیٹا مرد اپنی جوانی کے کارناموں سے اپنی بیٹی کے نصیب لکھ رہا ہوتا ہے اور اسکے جوانی میں کیے گئے اعمالوں کا بدلہ وہ اپنے ہی گھر سے ادا کرتا ہے تمہارے ساتھ تمہارے بابا کا مکافاتِ عمل ہوا ہے اس نے ایک معصوم کی زندگی برباد کی تھی اور آج تمہاری ہو گئی وہ دل پہ پتھر رکھ کر یہ بات کہہ رہے تھے اور باہر کھڑے دانیال سومرو میں ہمت نہ نا ہوئی تھی کہ وہ اندر

آتے وہ وہاں سے نکلتے درید سومرو کے کمرے کی طرف بڑھے تھے آج وہ انہیں سب سچائی بتانا چاہتے تھے۔

لیکن دادا سائیں ہماری تو غلطی نہیں تھی پھر بھی ہمارے ساتھ ایسا ہوا لیکن ہم اور ہمارا دل دونوں مطمئن ہیں کہ ہم اس قابل تو تھے کہ اللہ پاک نے ہمیں آزمائش کیلیے چُنا وہ اپنے لبوں پہ مسکراہٹ سجائے بولی تھی۔

دادا سائیں۔۔۔؟ اس نے انہیں خاموش دیکھ پکارا تھا۔

ہاں۔۔۔؟ انہوں نے اسے دیکھا تھا جو انہیں پُر امید نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

آپ کو شمس چاچو سائیں کی یاد آتی ہے وہ بچپن سے شمس صاحب کو بہت یاد کرتی تھی اور اس نے اپنے دادا کو بھی انہیں یاد کرتے دیکھا تھا۔

ہاں بیٹا ہے وہ میرا یاد تو بہت آتی ہے جبار سومرو کو انکی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

اگر یاد آتی تھی تو ایک بار بُلا ہی لیتے انہیں وہ انکا ہاتھ تھامے بولی تھی۔

میں اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا صبیحہ میں اس وقت بھی جانتا تھا میرا بیٹا بے قصور ہے جرم تو تمہارے باپ نے کیا تھا اس معصوم سے اسکی معصومیت چھین کر لیکن میں بے بس تھا اور اسی بے بسی میں اپنا جان سے عزیز دوست اور اپنا لاڈلا بیٹا گنوا دیا میں نے وہ سر جھکائے کچھ سوچ رہے تھے۔

چلیں کوئی بات نہیں دادا سائیں ہم آپ کے لیے دعا کریں گے کہ مختیار دادا سائیں پھر سے آپ کے دوست بن جائیں وہ مختیار شاہ اور اپنے دادا کی دوستی کے بارے میں جانتی تھی۔

بہت سی چیزیں انسان کے بس میں نہیں ہوتیں دادا سائیں انسان حالتِ نزع

میں کہتے ہیں زندگی تنگ پڑ گئی ہے زندگی میں سکون نہیں ہے رات کو دیر

تک نیند نہیں آتی اس جیسی ہزار باتیں مگر جواب صرف ایک ہے۔

(اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ)

"جان لو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون ملتا ہے"

(سورۃ الرعد: 28)

وہ انکا ہاتھ تھامے آہستہ آہستہ انہیں سمجھا رہی تھی وہ اپنا سر ہاں میں جنبش

دیتے مسکرا کر صبیحہ کی جانب دیکھتے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے کمرے سے

نکل گئے تھے۔

ooooooooooooooooooooooooo

دروازہ زور زور سے بج رہا تھا ابتسام کی انکھ کھلی تو اس نے اپنی چھوٹی سی جان کو خود میں چھپا ہوا پایا تھا وہ جان چکا تھا کہ ضرور درید سومرو ہیں وہ زمزم کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں آگئے ہیں وہ آرام سے اٹھتا زمزم کا سر تکیہ پہ رکھتا دروازے کی جانب آیا تھا۔

ابتسام تمہارے بابا۔۔۔" درید سومرو کافی پریشانی میں بول رہے تھے۔

کیا ہوا ہے انہیں وہ پریشانی سے بولا تھا۔

پتا نہیں وہ تت تمہیں بلا رہے ہیں درید سومرو کہتے ابتسام کو دیکھ رہے تھے۔

چلیں وہ انکے ساتھ نکلتا انکے کمرے میں آیا تھا دانیال سومرو کا سر ایک طرف کندھے پہ ڈھلکا ہوا تھا بازو بھی اٹک گئے تھی انہیں فالج کا اٹیک ہوا تھا۔

دد درید زز زمزم مم میرے بیٹے کو دے دو وہ بیت تکلیف سے بول رہے تھے آنسو انکے گال پہ بہہ نکلے تھے۔

داور سے کک کہنا مم مجھے معاف کردے وہ منہ کو ٹھیڑا کیے بول رہے تھے۔

بابا سائیں ایسی باتیں مت کریں ابتسام انکے پاس ہی بیٹھا تھا۔

ابب ابتسام اسے سچ بتائو انہوں نے تکلیف سے آنکھیں میچتے درید سومرو کی جانب اشارہ کیا تھا۔

بابا سائیں لیکن وہ میری بیوی ہیں انکی عزت میری عزت ہے میں کسی کو نہیں بتا سکتا وہ دانیال سومرو کا ہاتھ تھامے بولتا ہوا درید سومرو کو شش و پنج میں مبتلا کر رہا تھا۔

کیا بتا ہے بتائو مجھے۔۔۔۔!وہ ابتسام ہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

بب بتائو۔۔۔۔" دانیال سومرو ہکلاتے ہوئے بولے تھے۔

چاچو سائیں لیکن یہ بات اور کسی کو بھی پتا نا چلے کیونکہ میں نہیں چاہتا کوئی میری بیوی کو بری نظر سے دیکھے وہ دانیال سومرو کے ہاتھ کو تھامے پاس کرسی پہ بیٹھا تھا۔

زمزم کو کسی نے اغوا کرلیا تھا اور اسے بند کمرے میں لے جا کر۔۔۔۔" وہ اپنے ہاتھ کی مٹھی بند کر چکا تھا۔

اسے نوچنے کی کوشش میں تھا لیکن تبریز اور میں وہاں پہنچ چکے تھے اور اس وقت زمزم خود کو غلط مان رہی تھیں وہ چیخ رہی تھیں انہیں اس حالت سے نکالنے کیلیے میں نے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا اور اب چاہے آپ مجھے جان سے ہی کیوں نا مار دیں لیکن میں زمزم کو نہیں چھوڑ سکتا وہ سرد لہجے میں بول رہا تھا۔

درید سومرو سمجھ نہیں پائے تھے وہ آگے سے کیا کہتے وہ کتنا غلط سمجھ رہے تھے اس شخص کو جس نے انکی عزت کو بچایا تھا وہ شرمندگی سے سر جھکا گئے تھے۔

مم مجھے معاف کر دینا دانیال سومرو کہتے ایک ہچکی کے ساتھ ہمیشہ کیلیے آنکھیں بند کر گئے تھے۔

بابا بابا۔۔۔۔!!!!ابتسام چیخ رہا تھا لیکن دانیال سومرو اپنی انّا اسر تمام تر سفاکی کے ساتھ آنکھیں موندتے اپنھ خالقِ حقیقی سے جا ملے تھے ابتسام کی چیخ و پکار سے سب لوگ درید سومرو کے کمرے میں آ گئے تھے صبیحہ ساکت سی کھڑی اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی وہ تو آخری وقت میں بھی سفاک ہی نکلے تھے اسے ایک نئ اذیت سے دو چار کر گئے۔

ادد ادا بب بابا۔۔۔؟ بابا سائیں اٹھیں نا کیا ہوا ہے آپ کو اٹھیں ناااااا ہمیشہ آپ کی بات مانی ہے آج ہماری بات مان جائیں ناااااا اٹھیں نا بابا صبیحہ انکے قدموں میں بیٹھتی چیخ چیخ کر بول رہی تھی اس لڑکی میں برداشت کی ہنت تو بلکل بھی نا بچی تھی بار بار آزمایا گیا تھا اسے وہ تڑپ اٹھی تھی اپنے باپ کی موت پہ۔۔۔

ادا انہیں کہیں نا اٹھیں۔۔۔۔!!! وہ اب ابتسام سے بول رہی تھی جو خود

خاموشی سے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا احتشام اور داور بھی وہاں آ چکے تھے جبار

سومرو اور دلاور سومرو بھی چیخ و پکار کو سنتے وہاں آئے تھے جبار سومرو اپنے

بیٹے کو دیکھتے نیچے گر پڑے تھے داور آگے ہوتا انہیں سہارہ دے کر اٹھاتا

کرسی گھسیٹ کر بٹھا گیا تھا وہ چاہے لاکھ خفا ہوتے اپنے بیٹے سے لیکن وہ تو انکا

خون تھا نا۔۔

اماں سائیں کہیں نا انہیں کیوں جا رہے ہیں کہیں نا اتنے سفاک نا

بنیں۔۔۔۔۔!!! وہ چیخ رہی تھی آج اسکی آواز نا محرم بھی سن رہے تھے

لیکن وہ اپنی تکلیفوں کو کیا کرتی جو اب اس میں برداشت کرنے کی ہمت نا تھی

وہ روتی ہوئی عطیہ سومرو کے گلے لگی تھی داور آنکھیں میچتا اسکی تکلیف کو محسوس کر رہا تھا۔

داور جائو کفن دفن کا انتظام کرو آج کئی برسوں بعد دلاور سومرو نے اپنے بیٹے کو پکارا تھا لیکن وہ بھی غم کے موقع پہ وہ اثبات میں سر ہلاتا احتشام کو ساتھ لے کر نکل گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

”چھیڑتی ہیں کبھی لبوں کو کبھی رخساروں کو۔۔۔“

"تم نے زلفوں کو بڑا کو سر پہ چھڑا رکھا ہے۔۔۔۔"

آریان اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیتا اسکے کندھے پہ سر ٹکا گیا تھا وہ جو ڈریسنگ کے آگے کھڑی اپنے بالوں کو سوار رہی تھی آریان کی بے شرمی پہ وہ جھینپ سی گئی تھی۔

ایک بات کہوں تمہارے یہ لالی چھلکاتے گال مجھے بے وجہ ہی تمہاری طرف متوجہ کرتے ہیں بیوی۔۔۔! وہ اسکے گالوں کے ساتھ اپنی داڑھی مس کرتا اسے مزید شرمانے پہ مجبور کر گیا تھا۔

سائیںں ں ں ں ں۔۔۔!!!وہ اسکی داڑھی رگڑنے سے منمنائی تھی۔

کیا ہوا بیوی۔۔۔؟ وہ اسکی گردن پہ بوسہ دیتے اسے خود میں بھینچ گیا تھا۔

ہر وقت رومینس تھوڑی نا ہوتا ہے وہ معصوم بنی بولتے ہوئی آریان کا بہت

پیاری لگی تھی وہ بے اختیار اسکا رخ اپنی طرف کیے اسکے گالوں کو چوم گیا تھا

وہ شرماتی ہوئی اسکے سینے میں ہی منہ چھپا گئی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

جہاں تھوڑی دیر پہلے نکاح ہوا تھا وہاں اب صفِ ماتم بچھ چکا تھا عطیہ سومرو

اور صبیحہ دونوں ہی روتے روتے اب نڈھال سی ہوگئی تھیں مردوں کا الگ

انتظام کیا گیا تھا اور عورتیں حویلی میں ہی تھیں۔

شمسہ بیگم ماہ نور کے ساتھ حویلی آگئی تھیں امرحا نے بھی بہت ضد کی تھی جانے کی مگر اسکی نا ساز طبیعت کی وجہ سے اسے گھر ہی چھوڑ کر شمسہ بیگم خود آگئی تھیں۔

وہ صبیحہ اور عطیہ سومرو کے گلے لگ کر انہیں تسلی دے رہی تھیں ردا سومرو سے بھی انکی کافی سال بعد ملاقات ہوئی تھی۔

شمس صاحب بھی ڈیرے پہ آ چکے تھے آج کتنے سالوں بعد انہوں نے اس جگہ قدم واپس رکھے تھے وہ دور سے ہی اپنے بابا سائیں (جبار سومرو) کے پاس لوگوں کا ہجوم دیکھتے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پہ باندھتے اپنے باپ کا شفقت بھرا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

مختیار شاہ اور آریان شاہ کو آتے دیکھ شمس صاحب تھوڑا سا پیچھے ہو کر کھڑے ہوئے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ مختیار شاہ انکی وجہ سے واپس چلے جائیں۔

بہت افسوس ہوا جبار مختیار شاہ ہر لڑائی ہر جھگڑے کو بھُلائے آج جبار سومرو کے غم میں شامل ہوگئے تھے اور یہی تو ہوتی ہے سچی دوستی کے خوشی میں بیشک ساتھ نا ہوں لیکن غمی میں شریک ہو جانا ایک بہترین دوست کی نشانی ہوتی ہے۔

مختیار اب تو مجھے معاف کردے میرا بیٹا بھی چلا گیا یار جو تمہارا اصلی مجرم تھا جبار سومرو بے اختیاری سے انکے گلے لگتے رو پڑے تھے بڑھاپے میں وہ سکون سے جینا چاہتے تھے لیکن انکے بیٹوں نے ان سے انکا دوست مختیار شاہ چھین لیا تھا جس کے سنگ وہ اپنی زندگی کے خوشگوار لمحوں کو کھل کر جیتے تھے۔

جبار میں نے تجھے اسی دن معاف کردیا تھا جب تو نے مجھ سے معافی مانگی تھی

اور شاید پشمینہ کی زندگی ہی اتنی تھی اداس مت ہو مختیار شاہ انہیں گلے لگائے

بولے تھے جبار سومرو بھی نم آنکھوں سے مسکرا رہے تھے۔

شمس چھپنے کی ضرورت نہیں ہے آجائو سامنے مختیار شاہ کی آواز پہ جبار سومرو

نے الگ ہوتے انہیں دیکھا تھا جو سامنے دیکھ رہے تھے شمس صاحب بھی سر

جھکائے سامنے آئے تھے آج کتنے عرصے بعد اپنے لختِ جگر اپنے لاڈلے بیٹے

کو جبار سومرو نے دیکھا تھا آریان داور اور احتشام کے ساتھ کام کروا رہا تھا

ابتسام سردار تھا اسکے پاس بھی لوگ افسوس کرنے آرہے تھے۔

چاچا سائیں مم مجھے معاف۔۔۔! وہ ناجانے کس چیز کی معافی مانگ رہے تھے انہیں تو لگا تھا کہ اگر مختیار شاہ نے انہیں دیکھ لیا تو پھر سے وہ سب یادیں تازہ ہو جائیں گی۔

تم کس چیز کی معافی مانگ رہے ہو شمس تمہارا تو کوئی قصور نہیں بلکہ معافی تو مجھے اور تمہارے باپ کو مانگنی چاہیے کہ ہماری وجہ سے اتنا عرصہ تم دور رہے مختیار شاہ شمس صاحب کا کندھا تھپتھپاتے بولے تھے۔

گلے نہیں ملو گے چھوٹے شہزادے۔۔۔؟ جبار سومرو کی آواز اپنی سماعتوں سے سنتے انہوں نے اگے بڑھ کر اپنے باپ کو گلے لگایا تھا کتنے سالوں بعد وہ اپنے بابا کے گلے لگے تھے انسو خودبخود ہی بہہ رہے تھے۔

وہاں موجود کافی لوگ ایک بار پھر شاہ اور سومرو کو ایک ساتھ دیکھتے حیران ہوئے تھے کچھ تو شکر ادا کر رہے تھے اور کچھ نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے آج انّا اور سفاکی کے بادل جھٹ چکے تھے آج ہر گلہ ہر شکوہ دم توڑ گیا تھا۔۔۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

سائیں آپ نہیں گئے سومرو حویلی۔۔۔؟ نشا کمرے میں داخل ہوئی تھی وہ لوگ تھوڑی دیر پہلے ہی ہسپتال سے گھر پہنچے تھے آریان پہلے ہی سب کو سچ بتا چکا تھا البتہ تہمینہ شاہ تبریز سے تھوڑا خفا تھیں لیکن ماں تھی وہ اور انہیں خوشی بھی تھی کہ تبریز بلکل صحیح سلامت انکے سامنے تھا۔

تھوڑی سی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی یار جب بہتر ہو گی تو چلا جائوں گا ویسے بابا سائیں اور چاچو سائیں بھی گئے ہیں کیا۔۔۔؟ اس نے اپنی انگلیوں کے پوروں سے سر کو مسلتے نشا سے پوچھا تھا۔

کیوں سائیں کیا ہوا آپ کی طبیعت کو۔۔۔؟ وہ جلدی سے اسکے پاس ہی بیڈ پہ بیٹھتی ہوئی بولی تھی۔

بس تھوڑا سا سر میں درد ہے وہ آنکھیں بند کرتا ہوا بولا تھا۔

میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں وہ اپنے دائیں ہاتھ کو آگے بڑھاتی ہلکا ہلکا اسکا سر دبانے لگی تھی۔

ویسے تم مجھے کوئی اور آفر بھی کر سکتی تھی وہ ذو معنی بولا تھا۔

جیسا کہ۔۔۔۔؟ نشا نے ابرو اچکائے تھے۔

جیسا کہ میں آپ کو تھوڑا سا پیار کرلیتی ہوں وہ اسے ایک جھٹکے سے کھینچتا اسکی صراحی دار گردن پہ جھکا تھا۔

لیکن میں نے تو ایسی آفر نہیں کی نا وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

تمہاری زبان بہت تیز چلتی ہے لڑکی اسے بند کرنا ہو گا وہ کہتے اس کو اپنی دسترس میں لے چکا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

دانیال سومرو کو گزرے ایک ہفتہ ہو چکا تھا آہستہ آہستہ سب اپنی اپنی روٹین پہ واپس آرہا تھا لیکن صبیحہ بلکل خاموش ہو چکی تھی اس نے خاموشی کی چادر اوڑھ لی تھی "صبر" اسے صبر آ چکا تھا۔

شمس صاحب بھی حویلی میں آ چکے تھے سب لوگ ہی خوش تھے اداس تھی تو صرف صبیحہ۔۔۔!

ابتسام اور زمزم کے رشتے کو بھی سب نے ہنسی خوشی قبول کرلیا تھا داور تو زیادہ تر حویلی سے باہر ہوتا تھا البتہ اب سب لوگ اس سے بات کرلیتے تھے دلاور سومرو بھی روز شام میں کچھ وقت اپنے بیٹے کے ساتھ گزار لیتے تھے۔

معمول کے مطابق آج سب لوگ لیونگ ایریا میں بیٹھے تھے امرحا اور صبیحہ کی کافی اچھی دوستی ہوچکی تھی وہ دونوں ہاتھوں میں چائے کی ٹرے لیے کچن سے نکلتی لائونج میں آئی تھیں ردا بیگم شمسہ بیگم دونوں باتوں میں مصروف تھیں عطیہ سومرو اس وقت عدت میں بیٹھی تھیں درید سومرو اور شمس سومرو جبار سومرو کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے دلاور سومرو بھی ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئے تھے سب ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف تھے جبار سومرو بھی بہت

خوش تھے اپنے تینوں بیٹوں کو ایک ساتھ دیکھ کر درید سومرو بھی اپنی غلطیوں کی معافی مانگ چکے تھے۔

اسلام علیکم۔۔۔!داور کی بھاری آواز لائونج میں گونجی تھی۔

وعلیکم اسلام۔۔۔!سب نے ہمہ وقت جواب دیا تھا۔

اماں سائیں۔۔۔!!!اس نے گردن موڑتے پیچھے کی طرف دیکھا تھا سفید چادر سے اپنا چہرہ چھپائے وہ سامنے آئی تھیں لیکن وہ داور کے پیچھے ہی تھیں داور نے انکا ہاتھ تھامتے انہیں تسلی دی تھی انہوں نے ایک نظر اپنے بیٹے کو دیکھا تھا اور پھر وہ ہلکا سا مسکرا دی تھیں۔

فاریہ بھابھی سائیں۔۔۔؟ ردا سومرو انہیں پہچانتی اٹھ کر انکے پاس آتی انہیں گلے لگا گئی تھیں۔

سب حیرانی اور شاکی نظروں سے دیکھتے ان سے باری باری ملے تھے دلاور سومرو وہ بس نظریں جھکائے وہیں صوفے پہ بیٹھے تھے انہوں نے ایک بار بھی اپنی جانِ عزیز بیوی کو نا دیکھا تھا وہ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں پہ قابو پانا چاہتے تھے لیکن آج کتنے برسوں بعد اپنی بیوی کو اپنے سامنے موجود پا کر انکی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے تشکر کے آنسو۔۔۔!!!

بابا سائیں۔۔۔؟ داور نے انہیں سر جھکائے دیکھ پکارا تھا۔

میں آتا ہوں وہ یہ کہتے بغیر کسی کی جانب دیکھے باہر نکل گئے تھے فاریہ سومرو کے دل میں ایک کسک اٹھی تھی انکے اتنے پیار کرنے والے شوہر کا یوں بے رُخا سا انداز انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا وہ آرام سے سب کے ساتھ

بیٹھ گئی تھیں کسی نے بھی ان سے کوئی سوال نہیں کیا تھا بلکہ سب ہی خوش تھے انکے آجانے پہ۔۔۔۔!!

اماں سائیں آپ کمرے میں جا کر آرام کرلیں یا بلکہ آئیں میں خود چھوڑ آتا ہوں داور انکے قدموں میں بیٹھ کر بولا تھا وہ اپنے سر کو ہاں میں جنبش دیتی اسکے سہارے پہ صوفے سے اٹھی تھیں۔

داور انہیں لیے آرام آرام سے انکا ہاتھ تھامے چلتا انہیں انکے کمرے میں لایا تھا سب کچھ بلکل ویسا ہی تھا جیس آج سے اٹھارہ سال پہلے تھا بس رنگ تھوڑا سا تبدیل ہوا تھا کمرے کا پہلے لائٹ بلو تھیم تھا اور اب گرے اینڈ وائٹ تھیم تھا پورے کمرے کی سیٹنگ جوں کی توں تھی وہ اپنے کمرے کو دیکھ رہی تھیں پھر اچانک اس رات کا واقعہ۔۔۔۔۔"

(وہ اپنے کمرے میں پانچ سالہ داور کے ساتھ لڈو کھیل رہی تھیں دلاور سومرو شہر گئے تھے کسی کام کی صورت میں انکے کمرے پہ دستک ہوئی تھی وہ داور کو سائیڈ پہ کرتی اپنے سر پہ دوپٹہ لیے دروازے تک آتی اسے کھول گئی تھیں سامنے ہی دانیال سومرو نشے کی حالت میں موجود تھے وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ فاریہ بیگم کی جانب بڑھتے انکے دوپٹے کو کھینچ چکے تھے آدھی رات کا وقت تھا اگر وہ شور مچاتی تو سب انہیں غلط سمجھتے وہ دانیال سومرو کو دھکا دیتی اپنے شوہر کی شال کو اٹھاتی داور کو لیے جلدی سے کمرے سے باہر نکلی تھیں وہ حویلی کی پچھلی طرف بنی لائبریری میں آئی تھیں دانیال سومرو بھی انکے پیچھے وہاں پہنچے تھے۔

چھچھوڑ دیں اددا سائیں وہ دانیال سومرو کے بڑھتے ہوئے قدموں کو دیکھتی

داور کو اپنے پیچھے چھپائے جا رہی تھیں۔

کیسے چھوڑ دوں اتنی حسین ہو تم۔۔۔۔!!وہ نشے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

کچھ تو خدا کا خوف کریں ادا میں آپ کے بھائی کی بیوی ہوں۔۔۔۔!!!وہ اپنے

قدموں کو پیچھے لے رہی تھیں۔

خیال ہی کر رہا ہوں تمہارا۔۔۔۔!!!وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ آگے

بڑھتے انکی شال کو کھینچتے ان پہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹے تھے۔۔۔

خدا کا واسطہ ہو چھوڑ دیں وہ چیخ رہی تھیں چلا رہی تھیں داور چھوٹا سا بچہ تھا وہ

پاس پڑی بکس دانیال سومرو کو مار رہا تھا لیکن اس حیوان پہ کوئی اثر نہیں ہو

رہا تھا۔

داور وہاں سے نکلتا تیزی سے شاہوں کی حویلی کی جانب بھاگ رہا تھا سکندر شاہ اس وقت اپنے کام سے فارغ ہو کر گھر لوٹنے لگے تھے دلاور سومرو کے بیٹے کو اپنی جانب آتا دیکھ وہ رک گئے تھے۔

چاچو سائیں ووہ وہ مم میری اماں سائیں کو مار رہا ہے داور لے انکا ہاتھ تھامے انہیں بتایا تھا سکندر شاہ کو چند لمحے لگے تھے بات سمجھنے میں وہ داور کو اپنے بازووں پہ اٹھائے اسکے بتائے ہوئے راستے پہ آئے تھے اندر لائبریری سے چینخنے کی آوازیں آرہی تھیں فاریہ سومرو دانیال سومرو کا بار بار دھکا دیتی پیچھے کر رہی تھیں۔

سکندر شاہ اندر داخل ہوتے دانیال سومرو کے منہ پہ ایک مکا جرتے انہیں پیچھے کر چکے تھے۔

بھابھی سائیں شال پہنیں آپ وہ بغیر فاریہ بیگم کی جانب دیکھے بولے تھے۔

دانیال سومرو سکندر شاہ کو وہاں دیکھتے تیزی سے لائبریری سے باہر نکلتے اپنی گاڑی سے پیٹرول نکالتے لائبریری کے پاس چھڑک رہے تھے سکندر شاہ فاریہ سومرو کے سر پہ ہاتھ رکھتے انہیں حوصلہ دے رہے تھے داور روتا ہوا اپنی ماں سے لپٹا تھا۔

کچھ جلنے کی بو سونگھتے سکندر شاہ نے باہر کی جانب دیکھا تھا لائبریری کی چاروں طرف آگ لگی تھی سکندر شاہ نے فاریہ سومرو اور داور سومرو کو کھڑکی کے ذریعے نکالا تھا وہ خود بھی وہیں سے نکلتے فاریہ سومرو کو اپنے ساتھ چلنے کا کہتے انہیں گاڑی میں لائے تھے۔

بھابی میں اپنے لوگوں سے کہہ کر آپ کے مرنے کی خبر پورے شاہ پور میں

پھیلاؤں گا دانیال کبھی بھی نہیں چاہے گا کہ آپ پھر سے سب کے سامنے

آئیں اب وہ آپ کی جان لینا چاہے گا آپ کو یہاں سے جانا ہوا لیکن داور کو

یہیں چھوڑنا ہو گا میں اسے ہر ہفتے آپ کے پاس لاؤں گا لیکن ابھی آپ کو

جانا ہو گا سکندر شاہ انہیں سمجھا رہے تھے اور وہ روتی ہوئی اپنے بیٹے کے چہرے

کو چومتی ہوئی رو رہی تھیں۔۔۔)

اماں سائیں کیا سوچ رہی ہیں۔۔۔؟ داور انکے پاس بیٹھتا انکا ہاتھ تھامے پوچھ

رہا تھا۔

تمہارے بابا۔۔۔؟ انہوں نے نم آنکھوں سے داور کو دیکھا تھا۔

میں اور سکندر چاچو انہیں سب سچائی بتا چکے ہیں داور انکے ہاتھ کو دباتا انہیں تسلی دے رہا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پہ فاریہ بیگم نے دروازے کی جانب دیکھا تھا دلاور سومرو کندھے پہ شال ڈالے اندر داخل ہوئے تھے کنپٹیوں پہ سفیدی جھلک رہی تھی ماتھے پہ پڑتی شکنیں اور انکی شہد رنگ آنکھوں میں پنپتی اجنبیت فاریہ سومرو کی آنکھوں کو پھر سے نم کر رہی تھیں۔

اچھا میں چلتا ہوں بابا سائیں آپ اور اماں سائیں کچھ وقت گزار لیں داور شرارتی لہجے میں کہتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

شاہ حویلی میں شادی کی تیاریاں ایک بار پھر شروع تھیں سعد اور شائستہ بیگم بھی مختیار شاہ کے کہنے پہ رخصتی تک حویلی ہی شفٹ ہوگئے تھے اسکے بعد انہوں نے انگلینڈ جانا تھا۔

آج مہندی رکھی گئی تھی بہت عرصے بعد آج سب دل سے خوش تھے سومرو حویلی والوں کو بھی دعوت دی گئی تھی امرحا صبیحہ اور زمزم داور کے ساتھ شاہ حویلی آئی تھیں باقی سب بعد میں آنے والے تھے۔

آجائو سارے ڈانس کریں گے باری باری رمشا نے صبیحہ اور امرحا دونوں کے ہاتھوں کو تھامتے سیڑھیاں اترنا شروع کیا تھا صبیحہ کی آنکھیں تو حیرت سے پھیلی تھیں بھلا اسے کہاں ڈانس آتا تھا اور امرحا کی بھی ایسی ہی حالت تھی۔

رمشا ہمیں ڈانس نہیں آتا صبیحہ نے اسکے ساتھ سیڑھیاں اترتے کہا تھا۔

کوئی بات نہیں میں سکھا دوں گی آپ کو رمشا مسکرا کر بولی تھی۔

رمشا مجھے بھی ڈانس نہیں آتا امرحا نے اپنی پریشانی بتائی تھی۔

ارے ٹینشن کی کیا بات ہے رمشا آریان شاہ ہے نا وہ کہتی آخر میں بلش کرنے لگی تھی بے اختیار ہی صبیحہ نے دل میں ماشاللہ کہا تھا۔

لیکن لڑکوں کے سامنے۔۔۔؟ امرحا نے پھر سے پوچھا تھا۔

ارے نہیں نہیں کیوں آپ کو مجھے میری اماں سائیں سے کُٹ پڑوانی ہے اگر انہوں نے ہمارے سائیں کو دیکھ لیا نا تو پیشی ہوجائے گی میری وہ اب پھولوں کی تھال کی طرف بڑھی تھی ذہن میں رمشا کی شادی کا واقعہ آتے ہی وہ شرمائی تھی۔

آہاں ویسے آپ کے بغیر آپ کے سائیں کیسے رہتے ہیں۔۔۔؟ صبیحہ نے اسے تنگ کیا تھا وہ جب سے آئی تھی رمشا نے منہ سے سائیں نامہ سن رہی تھی۔

وہ میرے بغیر رہتے ہی نہیں۔۔۔!بلکہ وہ۔۔۔۔“

شپاٹری۔۔۔؟ ابھی وہ کچھ کہتی کہ اسے اپنے عقب سے آریان شاہ کی آواز سنائی دی تھی۔

صبیحہ اور امرحا دونوں ہی مسکرا رہی تھیں۔

جی سائیں۔۔۔؟ وہ بلکل فوجیوں والے انداز میں پیچھے کی جانب مڑتی اسکے سینے سے ٹکرائی تھی۔

میری پیاری بہنوں کیا آپ مجھے تھوڑا سا ٹائم رومینس کا دے سکتی ہیں۔۔؟ وہ دراصل آج صبح سے مجھ میں رومینس کی کمی ہو رہی ہے وہی پوری کرنے آیا ہوں وہ ایک نظر امرحا والوں کو دیکھا تھا

جی جی ادا آپ لے جائیں اپنی بیوی کو امرحا ہنستی ہوئی بلی تھی وہ رمشا کو کمر سے تھامتے لائونج سے لے گیا تھا۔

بیوی یہ زیادتی ہے صبح سے مجھے پیاس لگی آپ کو ایک بار بھی میرا خیال نہیں آیا وہ اب بھی اسے کمر سے تھامے ہوئے اسکی سانسوں کو اپنے سینے پہ محسوس کر سکتا تھا۔

اگر آپ کو پیاس لگی ہے تو مجھے پہلے بتاتے نا میں پانی لے کر آتی ہوں وہ دور ہونے لگی تھی۔

پیاس تو مجھے لگی ہے لیکن پانی کی نہیں وہ انگوٹھے سے اسکے لب سہلاتا بولا تھا۔

مم مطلب۔۔۔؟ وہ ہکلاتی ہوئی بولی تھی۔

مطلب بتاتا نہیں کرتا ہوں میں وہ کہتے نیچے کی جانب جھکتا اسکے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیتا خود کو سیراب کرنے لگا تھا۔

سس سائیں۔۔۔!! وہ اسکا لمس اپنے ہونٹوں سے اپنی گردن پہ محسوس کرتی ہوئی منمنائی تھی۔

خاموش بیوی میں ضروری کام سے مصروف ہوں وہ ایک بار پھر اسکے ہونٹوں کو اپنی دسترس میں لیتا اسکی کمر کو سہلانے لگا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

نشا بلیک ساڑھی پہنے شیشے کے سامنے اپنے جھمکے پہنتے ہوئے اپنی تیاری کو فائنل لک دے رہی تھی

تبریز شاہ نے دروازے کے ہینڈل کو گھماتے ہوئے دروازے کو کھولا تو اس کی نظر اپنی محبوب بیوی نشا کی کمر پر پڑی جو تبریز شاہ کو بہکانے پر مجبور کر رہی تھی

شاہ سائیں آپ آگئے نشا نے تبریز شاہ کا وجود محسوس کرتے ہوئے مڑے بغیر سوال کیا

جی شاہ سائیں کی جانم میں آگیا آپ تیار ہوگئی تبریز شاہ نے آگے آتے ہوئے کہا

ہاں جی دیکھیں کیسی لگ رہی ہوں نشا نے پیچھے کی طرف مڑتے ہوئے تبریز شاہ سے سوال کیا

نشا کے مڑنے پر تبریز شاہ کو کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونا مشکل لگا اسے سمجھ نہ آئی کہ اس کا دل نشا کے جھمکوں میں اڑا ہے، اس کے خوبصورت بالوں میں یا پھر اس کی ساڑھی پہنے غضب ڈھاتے ہوئے وجود میں تھوڑا سا پیچھے ہوتا تو شاید اپنی دھڑکن کی رفتار کو قابو میں رکھ لیتا

بہت زیادہ حسین تبریز شاہ نے اپنے دھڑکن کی رفتار کو قابو کرنے میں ناکام ہوتے ہوئے کہا شاہ سائیں آپ کی ہارٹ بیٹ اتنی تیز کیوں ہے نشا نے تبریز شاہ کے قریب اتے ہوئے تبریز شاہ کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا وہ تبریز

شاہ کی دھڑکن کو مزید بڑھا چکی تھی اپنی نادانی میں تبریز شاہ کو اپنا دل سینے سے باہر نکلتا ہوا محسوس ہوا

ایک بلیک کلر کا ڈریس اوپر سے ڈریس بھی ساڑھی محترمہ نے آج میری جان نکالنے کی قسم کھا رکھی ہے اپنے حسن سے تبریز شاہ نے دل میں کہا

شاہ سائیں آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا نشا نے تبریز شاہ کو کھویا ہوا پا کر سوال کیا

جی بس تھوڑی طبیعت نہیں ٹھیک میری تبریز شاہ نے ایک بار پھر نشا کے حسین وجود پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا

یہ نگاہ ٹوٹلی بہکا گئی تبریز شاہ کو

نشا کو خبر ہوتی اس کی تو وہ ساڑھی پہننے جیسی گستاخی ہرگز نہ کرتی کبھی

آئیں آپ ادھر لیٹیں ذرا نشا نے تبریز شاہ کو پکڑ کر بیڈ پر لٹاتے ہوئے کہا

نشا روم کو لاک کر کے آؤ میرے پاس ذرا ریسٹ کرنا چاہتا ہوں میں تبریز

شاہ نے اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے کہا

نشا نے بھاگ کر دروازے کو لاک کیا اور تبریز شاہ کے پاس آئی شاہ آپ کو

کچھ چاہیے نشا نے بے قراری سے پوچھا

ہاں تبریز شاہ کہتے ہی کھڑا ہوا بیڈ سے

کیا چاہیے ا

آپ کو بتائیں لیٹے رہیں آپ کی طبیعت خراب ہے نا نشا نے کہتے ہی تبریز شاہ

کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے تو بیمار لگ رہا تھا پر اب۔۔۔۔۔یعنی نشا تبریز شاہ اپنے

شاہ سائیں کے ہاتھوں بے وقوف بن چکی تھی

اس کی ہارٹ بھی تیز ہو گئی آنے والے وقت کا سوچ کر

تم چاہیے بیگم تم۔۔۔ صرف تم نشا تبریز شاہ۔۔ تبریز شاہ نے بہکتے ہوئے لہجے میں کہتے ہی نشا کو گھماتے ہوئے اپنے حصار میں لیا

شاہ سائیں یہ تو زیادتی ہے نا میں اتنی محنت سے تیار ہوئی ہوں نشا نے شکایتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا

میرے لیے ہی تیار ہوئی ہو میری جانم سائیں تبریز شاہ نے کہتے ہی نشا کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور گھونٹ بھرنے لگا کچھ دیر بعد جام بھرنے کے بعد پیچھے ہوا تو نشا کے حیا سے گلنار مکھڑے کو دیکھتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر تبسم بکھرا اور اس کے انگ انگ میں سکون کی مہک پھیل گئی

تبریز شاہ نشا کی اس حالت پر فدا ہوا نشا سے نظر اٹھانا مشکل ہو رہا تھا وہ اسی دیوانے کی دیوانی اس کی اس دیوانگی پر تو ناز کرتی تھی پر ہائے یہ حیا کی لالی کہاں چھپاتی

تبریز شاہ نے نشے کو گھما کر بیک سے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے اس کے کان میں کہنا شروع کیا

وہ کالی ساڑھی پہنے ائے ہیں دل کو بہکانے ہمارے

اپنی گلابی پنکھڑیوں کو لال کر کے ائے ہیں

ان کے بھاری جھمکے ان کے کندھوں کو چومتے ہیں

اپنی دودھیا کمر سے چرانے ائے ہیں دل کو ہمارے

وہ ہمارے بہکنے کا کیا خوب انتظام کر لائے ہیں

تو کیا اب بھی دل نہ بہکے ہمارا تمہارے اس حسن پر

اے میرے محبوب تیری کس کس ادا پر اپنا دل پیش کر دوں تجھے

میرا دل تو تیری ہر ایک ادا پر لٹنے کو تیار ہے

تبریز شاہ نے نشا کے وجود کو اپنے بے حد قریب ہوتے ہوئے کہا نشا کو تبریز شاہ کی انگلیاں اپنے جسم میں دھستی ہوئی محسوس ہوئی

تبریز شاہ نے نشا کا رخ اپنی طرف موڑ کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنا جواب مانگا

تبریز شاہ کے اس طرح دیکھنے پر نشا شرم سے دوہری ہو گئ اور اپنی پلکوں کو جھکا کر جواب دیے بغیر تبریز شاہ کے سینے میں خود کو چھپا لیاتو تبریز شاہ نے اسے خود میں چھپا لیا۔

ooooooooooooooooooooooooo

آپ کیسے کسی اور کی ہو سکتی ہیں مس امرحا شمس۔۔۔؟؟ وہ اسکے کمرے میں داخل ہوتا زور سے اسکی بازو کو اپنی ہاتھ میں جکڑ چکا تھا۔

چچ چھوڑیں مم مجھے درد ہو رہا ہے وہ اسکی سختی پہ نم آنکھوں سے بولی تھی۔

مجھے بھی تو درد ہو رہا ہے اگر آپ کو بھی درد ہو گا تب ہی آپ کو میری تکلیف کا اندازا ہو گا وہ اس پہ جھکا اپنی پر تپش سانسیں اس پہ چھوڑ رہا تھا۔

مم میں نے اا ایسا کک کچھ نہیں کیا جس سے آپ کو تکلیف ہو وہ نم آنکھوں سے بول رہی تھی اسکا نقاب ڈھلکنے لگا تھا۔

آپ کیسے کسی اور کے نکاح میں جا سکتی ہیں جب کہ آپ میرے دل میں ملکہ کہ طرح برجمان ہیں وہ اب بھی اسکے بازو کو جکڑے ہوئے تھا لیکن اب اسکی گرفت کافی حد تک ڈھیلی ہوچکی تھی۔

مم میرا نقاب۔۔۔!!اسکا نقاب بہت زیادہ ڈھیلا ہو چکا تھا۔

بے فکر رہیں نہیں ہٹنے دونگا آپ کا نقاب کیونکہ فل وقت میرا شہید ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے وہ اسکی گہری بھوری آنکھوں میں اپنی سرمئی آنکھیں گاڑھے بولا تھا۔

چچ چھوڑ دیں ہمیں وہ اسکے پہلے اظہارِ چاہت اور اب اسکی بے باکی پہ گلنار ہوئی تھی اور ایک ڈر بھی تھا شادی والا گھر تھا اگر کوئی یوں اچانک آجاتا تو سو سوال کیے جاتے۔

چھوڑوں گا تو مر کہ بھی نہیں اور کسی اور کا تو زندہ ہوتے ہرگز نہیں ہونے دونگا وہ اسکے بازو کو چھوڑتا جانے کیلیے مڑا تھا۔

میں خود بھی آپ کے سوا کسی کی نہیں ہونا چاہتی شایان احتشام سومرو وہ اسکی پشت کو دیکھ دھڑکتے دل کی ساتھ کہتی تیزی سے چینجنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

اسکے موچھوں تلے عنابی ہونٹوں پہ اب مسکراہٹ رقص کرنے لگی تھی۔

ooooooooooooooooooooooooooooo

وہ اسکے کمرے کے دروازے کو ناک کرتے داخل ہوئے تھے داور شاور لے کر ابھی باہر نکلا تھا بالوں کو تولیے سے رگڑتے اس نے تولیے کو صوفے پہ رکھا تھا۔

ارے بابا سائیں آپ۔۔؟ خیریت ہے۔۔۔؟ وہ انکی طرف قدم بڑھا گیا تھا

ہاں بیٹھو کچھ بات کرنی ہے تم سے وہ اسکی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

جی بابا سائیں کہیں وہ انہیں بیڈ پہ بیٹھتا دیکھ سامنے موجود کرسی پہ بیٹھا تھا۔

داور میں چاہتا ہوں تم امرحا سے شادی کرلو۔۔!اور میں امید کرتا ہوں کہ میرا بیٹا میری خواہش ضرور پوری کرے گا وہ اسکی طرف پُر امید نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

داور ادا۔۔!!احتشام گیٹ کو بغیر ناک کیے کافی تیزی سے اندر داخل ہوا تھا۔

بولو احتشام داور نے اس طرح اسے آتا دیکھ کھڑے ہوتے پریشانی سے پوچھا تھا۔

وہ صرف میری ہیں میں کسی کو بھی چھیننے نہیں دونگا اور چاچو سائیں گزارش ہے میری کہ پلیز مجھ سے کسی اچھائی کی امید مت رکھیے گا وہ کافی بدتمیزی سے دلاور سومرو سے گویا ہوا تھا۔

تمیز سے بات کرو احتشام بڑے ہیں بابا تم سے داور ایک دم سے انکی ڈھال بنتے آگے آیا تھا ممکن تھا کہ وہ ہاتھ اٹھا لیتا لیکن وہ برداشت کیے کھڑا تھا۔

ایم سوری۔۔۔!احتشام سر جھکائے بولا تھا۔

بہن ہیں وہ میری اور میرے بابا سائیں نے میرے آگے صرف اپنی خواہش ظاہر کی ہے لیکن میں نے ہامی نہیں بھری داور نے غصے سے اسکی سرمئی آنکھوں میں دیکھا تھا داور کی شہد رنگ آنکھیں اس وقت غصے سے لال تھیں۔

ایم سوری چاچو سائیں لیکن وہ میری محبت ہیں اور میں انکی قربانی نہیں دے سکتا پلیز میری ہیلپ کریں یار۔۔۔"وہ داور کی باتوں کو نظر انداز کرتا دلاور سومرو کو بولا تھا وہ اپنی ایک ٹانگ پہ دوسری ٹانگ پہ جمائے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

تم انتہائی بے شرم ہو احتشام دلاور سومرو طنزیہ بولے تھے۔

شکر الحمدللہ بس کبھی غرور نہیں کیا احتشام کا انداز ایسا تھا کہ داور چاہ کر بھی اپنی ہنسی قابو نا کر پایا تھا۔

ہنسیں مت ادا بے عزتی ہوئی ہے میری احتشام نے داور کو گھورا تھا۔

عزت کہاں ہے تمہاری۔۔۔؟ داور سومرو مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

ہر جگہ الحمدللہ سوائے حویلی کے وہ بھی ہلکا سا مسکرایا تھا۔

یار چاچو سائیں کچھ میرے مسئلے پہ غور کریں میری زندگی کا سوال ہے وہ شاعرانہ انداز میں بولتے ہوئے ڈریسنگ کہ سامنے کھڑا ہوتا اپنے بالوں کو سیٹ کرنے لگا تھا۔

ہمم۔۔۔! ٹھیک ہے تم شمس اور درید کو شام میں بابا سائیں کے کمرے میں آنے کا بتا دو میں وہیں ان سے بات کرلوں گا فکر مت کرو انشاللہ سب ٹھیک ہو گا وہ اسکے کندھے کو تھتپاتے ایک نظر اپنے پرکشش بیٹے کو دیکھتے نکل گئے تھے۔

ویسے ادا آپ کیلیے میں نے ایک لڑکی دیکھی ہے احتشام نے داور کے کندھے پہ بازو پھیلائے تھے۔

نہیں مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں داور نے اسکا ہاتھ کندھے سے ہٹایا تھا۔

میں نے فری میں آفر دی تھی چلیں کوئی بات نہیں میرا کیا احتشام منہ میں ببل چباتا کندھے اچکا کر کمرے سے نکل گیا تھا داور نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہیئر برش اٹھایا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

حویلی میں مہندی کی رسم شروع ہوگئی تھی رمشا اور نشا دونوں ہی سرخ چہروں کے ساتھ کام کرنے میں مصروف تھیں دونوں کے ہی شوہر حد درجہ بے باک تھے نشا کو تو اب بھی تبریز کی بے باک سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں۔

سب نے باری باری رسمیں ادا کی تھیں امرحا اور صبیحہ دونوں نے ایک ساتھ رسم ادا کی تھی۔

بھابی فاریہ آجائیں آپ بھی ثمینہ شاہ فاریہ سومرو سے گویا ہوئی تھیں جو ایک جگہ کرسی پہ بیٹھی اپنی کسی سوچ میں گم تھیں۔

جی میں آتی ہوں وہ مسکراتی ہوئی ثمینہ شاہ کے ساتھ آئی تھیں شمسہ بیگم اور ردا سومرو بھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئی تھیں سارے مرد ڈیرے پہ تھے ڈیرے پہ ہی سعد کی رسمیں کی جا رہی تھیں۔

آجائو ڈانس کریں رمشا اب بھی اپنی بات نہیں بھولی تھی۔

مجبوراً صبیحہ اور امرحا بھی اٹھ گئی تھیں۔

اماں سائیں میوزک۔۔۔!وہ ثمینہ شاہ سے اس انداز میں بولی تھی جیسے وہ ڈی جے ہوں ثمینہ شاہ سر جھٹکتی ماہ نور کو موبائل دے گئی تھیں۔

آج زمزم کی طبیعت تھوڑی سی خراب تھی جس وجہ سے ابتسام اور وہ دونوں ہی نہیں آئے تھے۔

سونگ شروع ہو چکا تھا۔

مہندی ہے رچنے والی ہاتھوں میں گہری لالی۔۔۔!

رمشا اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے کیے گول گول گھومی تھی اور پیچھے کھڑی صبیحہ اور امرحا بھی اسی کے انداز میں گھومی تھیں۔

کہیں سکھیاں اب کلیاں ہاتھوں میں کھلنے والی ہیں۔۔!

وہ دور سے شرمینہ کی بلائیں لیتی اسے شرمانے پہ مجبور کر گئی تھی۔

تیرے من کو جیون کو نئی خوشیاں ملنے والی ہیں۔۔۔!

وہ اپنے دائیں ہاتھ کو سیدھے پہ سے گھماتی ایک بار پھر گھومی تھی امرحا اور صبیحہ بھی اسی کے انداز میں کو اپناتی اسے فالو کر رہی تھیں۔

مہندی ہے رچنے والی ہاتھوں میں گہری لالی۔۔۔!

کہیں سکھیاں اب کلیاں ہاتھوں میں کھلنے والی ہیں۔۔!

تیرے من کو جیون کو نئ خوشیاں ملنے والی ہیں۔۔۔!

اووووو ہر یالی بنو۔۔۔۔!!

رمشا اسٹیج کے پاس آتی شرمینہ کو ہاتھ آگے کیے اپنے ساتھ اٹھاتی ڈانس کی جگہ پہ لائی تھی۔

شرمینہ سے اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتے خود کو چھپایا تھا۔

ہائے اللہ اتنی شرم۔۔۔!

مانو سونگ چینج کرو ذرا رمشا نے ماہنور سے کہا تھا جو اب تک کی بہت اچھی ڈی جے ثابت ہوئی تھی۔

دلہن کی شرمائے۔۔۔؟ ساجن جی گھر آئے۔۔۔!

رمشا نے اپنے دوپٹے کو سر پہ باندھتے اب سعد کی ایکٹنگ شروع کی تھی سب ہی حیرت سے منہ کھولے رمشا کو دیکھ رہے تھے۔

ماتھے کی بندیا کیا بولے۔۔۔! رے سن سن سن سن سن۔۔۔! ساجن جی گھر آئے ساجن جی گھر آئے دلہن کی شرمائے ساجن جی گھر آئے رمشا شرمینہ کے ارد گرد گول گول گھومی تھی لیکن چکر آنے کی وجہ سے وہ نیچے گر گئی تھی

سائیں۔۔۔۔! اسکے منہ سے پہلا لفظ ہی آریان کا ادا ہوا تھا آریان جو کہ کھانے کا انتظام دیکھنے حویلی آیا تھا رمشا کی چیخ سنتا وہ عورتوں کی سائیڈ بھاگا تھا سب

ہی اٹھ کر رمشا کی طرف بڑھے تھے شرمینہ نے ابھی اسے سہارہ دیتے اٹھانا چاہا

تھا جو تکلیف سے روئے جا رہی تھی اسکا پیر مڑ گیا تھا۔

رر رمشا۔۔! آریان سب کو سائیڈ پہ کرتا اسکے پاس آیا تھا۔

منع کیا تھا ڈانس سے آپ کو لیکن نہیں اور آپ اماں سائیں کوئی انکا خیال

نہیں رکھ سکتا وہ اسکے پاس بیٹھا سب پہ چلا رہا تھا سب دم سادھے خاموش

کھڑے تھے وہ ان سب کو نظر انداز کرتا اسے اپنی بانہوں میں اٹھائے وہاں

سے باہر نکلتا اپنی گاڑی کی جانب لایا تھا۔

تہمینہ شاہ نے سب سے معذرت کی تھی سب ہی انہیں تسلی دیتے وہاں سے جا

چکے تھے اب بس صبیحہ والوں کی فیملی تھی سب لائونج کی طرف بڑھ گئے

تھے۔

وہ ڈاکٹر کی کلینک کو دیکھتا آرام سے رمشا کا اپنے بازوؤں میں اٹھاتا اندر کی جانب بڑھا تھا ڈاکٹر نے اسکا پروپر چیک اپ کرتے اسے کچھ میڈیسنس دی تھی۔

اس حالت میں شاہ سائیں آپ کو انکا خیا رکھنا چاہیے اور انہوں نے ہیل پہنی تھی شکر ہے کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوا ورنہ آپ اپنی پہلی اولاد کھودیتے وہ لیڈی ڈاکٹر نرم مسکراہٹ لبوں پہ سجائے آریان سے بولی تھیں جس کہ چہرے پہ کوئی خوشی نہیں تھی لیکن رمشا نے بے اختیار اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھتے خود کو ممتا محسوس کرتے ایک خوشگور سانس لی تھی۔

میں دنیا جہان کو کھو دینے کا رسک لے سکتا ہوں لیکن اپنی بیوی کو کھونے کا رسک نہیں لے سکتا وہ رمشا کو اپنے حصار میں اس طرح چھپا گیا تھا جیسے مرغی اپنے نومولود بچوں کو چھپاتی ہے وہ ڈاکٹر بے اختیار گہرا سا مسکرا دی تھیں۔

آپ کی ہی اولاد ہے شاہ سائیں وہ بھی وہ مسکراتی ہوئی بولی تھیں۔

مجھے اپنی بیوی سے زیادہ کچھ بھی عزیز نہیں خیر آپ نے میڈیسن دے دی نا انشاللہ میں اپنی بیوی کا خیال رکھوں گا وہ کہتا رمشا کا پھر سے اپنے بازوؤں میں بھر گیا تھا۔

جی جی ہمیں پتا ہے کہ آپ کو آپکی بیوی بہت عزیز ہیں شاہ سائیں لیکن بچہ بھی آپ کا ہی ہے خیال رکھیے گا وہ اپنی چیئر سے اٹھتی پیشہ وارانہ انداز میں بولی تھیں۔

جی شکریہ بتانے کیلیے وہ بھی ہلکا سا مسکرا کر کہتے رمشا کو بانہوں میں اٹھائے باہر نکل گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

تہمینہ شاہ ملازموں سے چائے لانے کا کہتی خود باہر آگئی تھیں سب باتوں میں مصروف تھے کتنے سالوں بعد سکندر شاہ اور دلاور سومرو کی ملاقات ہوئی تھی انا اور سفاکی اب ختم ہو چکی تھی سب باتوں میں مگن تھے جب آریان رمشا کو سہارا دیتے اندر لایا تھا وہ تو اب بھی اسے اٹھا کر اندر لانا چاہ رہا تھا لیکن رمشا نے منع کر دیا تھا۔

اب کیسی ہے میری نالائق بیٹی ثمینہ شاہ نے شرارت سے پوچھا تھا۔

مبارک کو چاچی سائیں آپ ماں بننے والی ہیں آریان مسکراتے ہوئے بولا تھا

ثمینہ شاہ شرم سے لال ہوگئی تھیں۔

بابا سائیں آپ چاچو بننے والے ہیں وہ خوشی میں الٹا سیدھا ہی بول گیا تھا۔

ادا سائیں آپ پھپھو بننے والے ہیں وہ شرارت سے جان بوجھ کر بولا تھا تبریز

نے ایک نظر بے اختیار خود پہ ڈالی تھی کہ وہ آریان کی نظر میں لڑکی بن گیا

تھا۔

گدھے کی اولاد یہ کیا بکواس کیے جا رہے ہو مقدر شاہ غصے سے بولے تھے داور

بھی اپنے دوست کی کارکردگی پہ دبی دبی ہنسی ہنس رہا تھا۔

میں دادا بننے والا ہوں وہ کہتا وہاں بنگھڑا ڈالنے شروع ہو گیا تھا سب سر

جھکائے اسکی حرکتوں پہ ہنس رہے تھے۔

رمشا شرماتی ہوئی ثمینہ شاہ کی طرف بڑھتی انکے کان میں کچھ بتاتی شرما گئی تھی۔

مبارک ہو سائیں آپ نانا بننے والے ہیں اور ادا سائیں آپ دادا بننے والے ہیں ثمینہ شاہ مسکراتی ہوئی اپنی بیٹی کہ سر پہ بوسہ دیتی بولی تھیں۔

مبارک ہو داور تو بھی چاچی میرا مطلب چاچا بننے والا ہے وہ مسکرا کر کہتا داور کے گلے لگا تھا داود بھی سر جھٹکتا مسکرا دیا تھا سب ہی رمشا کو مبارک باد دے رہے تھے۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

چل زمزم اب سردار جی کے کپڑوں میں تیار ہو جاتے ہیں۔ذرا دیکھے تو سہی ہم کیسے کپڑے سردار جی کے ارے نہیں ہمارے سردار جی کے زمزم نے

شرم سے اپنے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں چھپاتے ہوے خود سے کلام کرتے ہوئے کہا۔ زمزم نے کپڑے والی الماری کھولی تو اس میں اسے ابتسام سومرو کے انتہائی مہنگے برانڈڈ سوٹ لٹکے ہوئے نظر آئے تھے

" اللہ جی اتنے پیارے پیارے کپڑے ھیں ہمارے سردار جی کے لیکن ہم ان میں سے کونسا پہنیں زمزم نے باری باری سارے کپڑوں پر ہاتھ پھیرا تھا وہ اچھی خاصی کنفیوز ہوچکی تھی۔

یہ پہن لیتے ہیں اس نے الماری سے وائیٹ شرٹ اور بلیک ٹرائوزر نکالتے ہوئے واشروم کی طرف رخ کیا تھا اس تقریباً دس منٹ لگے تھے ان کپڑوں سے لڑ جھگڑ کر پہننے میں۔۔۔"

ہائے اللہ جی ہم کتنے پیارے لگ رہے ہیں سردار جی کے چوری کیے ہوئے کپڑوں میں۔زمزم نے خود کو شیشے میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ہم ایسا کرتے ہیں کہ چھپ جاتے ہیں سردار خی کو سرپرائز دیں گے۔ہم ان کی لیے کتنا اچھا تیار ہوئے ہیں زمزم نے اپنی چمکتی آنکھوں سے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے کہا اور دروازہ کھلنے کی آواز پر جلدی جلدی دروازہ کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ابتسام کمرے میں داخل ہوا تو کمرے کو خالی پایا۔

سردارنی جی کہاں ہیں آپ۔ابتسام سومرو نے پکارا۔

زمزم دبے پاؤں اپتسام کے پیچھے آئی تھی اس نے ایڑھیاں اٹھاتے جلدی سے ابتسام سومرو کی آنکھوں پر اپنے چھوٹے سے ہاتھ رکھے تھے۔

سردارنی جی کہاں ہیں۔۔۔؟ ابتسام سومرو جو پہلے ہی زمزم کی آہٹ کو محسوس کر چکا تھا اس نے شرارت سے پوچھا۔

سردار جی ہم یہاں آپ کے پیچھے ہیں۔زمزم نے معصومیت سے جواب دیا تھا۔

سردار جی کی سردارنی آنکھوں ہاتھ ہٹا کر سامنے آئے گی تو آپ نظر آئے گی نا۔ابتسام سومرو نے پیار سے کہتے اسکے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھتے اپنی آنکھوں سے ہٹایا تھا۔

سردار جی ہم آپ کے سامنے آئے گے پر آپ جب اپنی آنکھیں بند کرے گے تب۔زمزم نے گھبراتے ہوئے کہا تھا۔

سردارنی جی جب آنکھیں بند ہو گی تو تو میں آپ کو دیکھوں گا کیسے...؟ ابتسام سومرو نے معصوم سا انداز اپنایا تھا۔

سردار جی ہم آپ کے لیے تیار ہوئے ہیں اور آپ ہمارے لیے اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتے بھلا یہ کیا بات ہوئی۔۔؟زمزم نے روٹھنے والے انداز میں کہا۔تو ابتسام سومرو کے ہونٹوں پر تبسم بکھر گیا تھا اپنی چھوٹی سی بیوی کی چلاکی اور معصومیت کو دیکھتے۔

اوکے میں نے آنکھیں بند کر لی ہے۔آپ آ جائیں سامنے۔۔" ابتسام سومرو نے آنکھوں کو چھوٹا سا بند کرتے کہا تھا تو وہ شرماتے اور گھبراتے ابتسام کے سامنے آئی تھی۔

ابتسام نے اس کا سامنے آنا محسوس کر کے اپنی دونوں آنکھیں کو کھولا تو سامنے زمزم کو اپنے کپڑوں میں ملبوس پایا۔

سردار جی یہ تو چیٹنگ ہے نا آپ نے اپنی آنکھیں نہیں کھولنی تھی زمزم نے پر شکوہ انداز میں کہتے منہ پُھلایا تھا۔

اگر اپنی آنکھیں نہ کھولتا تو اپنی معصوم سی سردارنی کو کیسے دیکھتا پھر میں۔

ابتسام سومرو نے زمزم کو اپنی پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا جو اس کے کپڑوں میں بے حد کیوٹ اور معصوم سا بچہ لگ رہی تھی۔

سردار جی کیسے لگ رہے ہیں ہم۔۔۔؟ زمزم نے ابتسام سومرو سے پوچھا تھا۔

بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ ابتسام سومرو نے زمزم کے دونوں گال چومتے ہوئے جواب دیا۔

سردار جی پھر چلے شادی پر زمزم نے سول کیا۔

جی سردار جی کی جان آپ ریڈی ہو جائے پھر چلتے ہیں۔ ابتسام سومرو نے جواب دیتے اپنے قدموں کو بیڈ کی جانب بڑھایا تھا۔

پر سردار جی ہم تو تیار ہیں۔زمزم نے اپنی تیاری دکھاتے ہوئے کہا۔

نہیں آپ ایسے کپڑے صرف میرے سامنے پہن سکتی ہیں اچھا اب جائیں آپ اچھے سے تیار ہو جائیں ابتسام نے اپنے کف کے بٹنوں کو بند کیا تھا۔

اچھا سردار جی ہم لپسٹک لگا لیتے ہیں اور بال کھول لیتے ہین پھر تو ٹھیک ہو گا ناں زمزم نے معصومیت سے سوال کیا تھا۔

اچھا لگائیں لپ اسٹک۔ابتسام نے آنکھوں میں شرارت لیے کہا تھا۔

زمزم نے ریڈ ڈیپ لپ اسٹک لگاتے اپنے لمبے اور گھنے بالوں کو اپنی کمر پہ چھوڑا تھا جو کسی بہتے آبشار کے جیسا منظر پیش کر رہے تھے۔

سردار جی اب دیکھیں کیسے لگ رہے ہیں ہم۔۔۔؟ زمزم نے ابتسام کو پکارتے کہا تھا۔

میری سردارنی جی پاس آکر دکھائے اتنی دور سے نظر نہیں آرہا مجھے ابتسام نے آنکھیں چھوٹی کر کے زمزم کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

زمزم ابتسام کے قریب آئی تو ابتسام نے اس کو کھینچ کر اپنی گود میں بٹھاتے اسے مزید اپنے قریب کر لیا کہ دونوں کے درمیان تمام فاصلے مٹ گئے تھے.

سردار جی بتایئے ہم کیسے لگ رہے ہیں زمزم جو ابھی کہ رہی تھی ابتسام نے اس کے چہرے کو پکڑتے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیتے اس پر اپنی شدتیں نچھاور کرنے لگا تھا۔وہ اسکی کمر پہ اپنی گرفت کو سخت کر گیا تھا۔

زمزم کو اپنا سانس بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔کچھ ہی لمحے میں ابتسام سومرو نے زمزم کی حالت بگاڑ کر رکھ دی ابتسام اس کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے اسکے لبوں کو آزادی بخشتے اسکی گردن پہ جھکا تھا۔

سردار جی آپ سے تیاری کا پوچھا تھا میرے لپس کھانے کا نہیں کہا تھا ہم نے زمزم نے منہ بگاڑتے ہوئے کہتی ابتسام کو بہت پیاری لگی تھی۔

پہلے کا تو پتا نہیں پر اب ایسی لگ رہی ہیں آپ ابتسام سومرو نے زمزم کی شرٹ پر اپنے ہونٹوں کو رگڑ کر زمزم کو شیشے کے سامنے کیا توزمزم کی چینخ

نکل گئی۔اپنے چہرے پر جابجا لپسٹک دیکھ کر یہاں تک کہ اس کی شرٹ پر

بھی لپیٹ کے نشان تھے۔

سردار جی اتنی محبت سے تیار ہوئے تھے ہم آپ کے لیئے۔زمزم نے روہنسا

ہوتے ہوئے کہا تھا۔

میری سردارنی جی آپ دوبارہ سے تیار ہو جانا بلکہ میں آپ کو خود تیار کر دیتا

ہوں نا۔ابتسام سومرو نے اپ کہتے ہی اپنی پیشکش کی تھی۔

نہیں سردار جی وہ ڈریس تو بہت ہیوی ہے جو آپ لائے تھے۔اس لیے ہم

نے آپ کے کپڑے پہن لیے تھی ویسے بھی تو ہسبنڈ وائیف ایک دوسرے کا

لباس ہوتے ہیں نا زمزم نے ابتسام کو اپنی باتوں میں بہلاتے ہوئے سوال کیا۔

اووو اچھا جی تو آئیں میں آپ پیارا سا لباس زیبِ تن کرواتا ہوں وہ زو معنی کہتا اسے بانہوں میں اٹھائے چینجنگ روم کی طرف چل دیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ سب تھوڑی دیر پہلے ہی شاہ حویلی سے لوٹے سے سب تھک چکے تھے لیکن جبار سومرو کے حکم کی وجہ سے وہ سب ڈرائینگ روم میں بیٹھے تھے۔

مجھے تم سب سے کچھ بات کرنی ہے جبار سومرو نے اپنی بات کا آغاز کیا تھا۔

جی بابا سائیں سب یک زبان بولے تھے۔

پہلے ہی دانیال کی انّا کی وجہ سے میں نے اپنے ایک پوتے کو غمزدہ دیکھا ہے اب دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا میں چاہتا ہوں شرمینہ اور سعد کے نکاح کے ساتھ ساتھ امرحا اور شایان کا نکاح ہوجائے۔۔۔! تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں

شمسہ۔۔۔؟ انہوں نے بات ختم کرتے اپنی بہو سے پوچھا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مائوں کو بڑے خدشے ہوتے ہیں بیٹیوں کیلیے۔۔۔"

نہیں نہیں بابا سائیں مجھے کوئی اعتراض نہیں وہ مسکرائی تھیں امرحا بھی مسکراتی ہوئی ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی جب اس نے احتشام کو اپنی جانب دیکھتا پاکر دھڑکتے دل کے ساتھ نظریں موڑ لی تھیں احتشام بھی ہلکا سا مسکرایا تھا۔

اور میں عطیہ سے بات کرکے داور اور صبیحہ کے نکاح کا بھی جلد اعلان کروں گا جبار سومرو نے اب کی بار داور کو دیکھا تھا۔صبیحہ کی آنکھیں خوشی سے چمکی تھیں۔

معذرت دادا سائیں ابھی تو مجھے کچھ عرصے کیلیے انگلینڈ جانا ہے واپس آکر بات کریں گے اس بارے میں داور کہتا بغیر کسی کی سنے حویلی سے باہر نکل گیا تھا

صبیحہ نم آنکھوں سے اس تکلیف کو بھی برداشت کرتی مسکراتی ہوئی نظریں جھکا گئی تھی

وہ تمہارا ہی ہے ہاں بس تھوڑا سا خفا ہے تم سے لیکن وہ محبت صرف تم سے ہی کرتا ہے میری چندا۔۔" فاریہ سومرو نے آگے ہوتے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

نہیں ہیں وہ ہمارے وہ چھوڑ جائیں گے اس بار بھی وہ اپنے آنسوؤں کو چھپاتی قدموں کو پیچھے کی جانب کرتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

فاریہ سومرو افسوس سے سر جھٹک گئی تھیں وہ جانتی تھیں انکا بیٹا صبیحہ سے بے حد محبت کرتا ہے لیکن اس وقت وہ خاموش رہنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

رات کو رمشہ کمرے میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی جب آریان دروازے کھولتے اندر داخل ہوا تھا۔

اسے دیکھ رمشہ کو شرارت سوجھی تھی۔

جانم کیا کر ری ہو۔آریان گھڑی اتارتا بولا تھا

رمشا نے کوئی جواب نہ دیا اور کتاب چہرے کے آگے کر دیا ہسنے لگی تھی۔

شپاٹری۔۔۔آریان نے اسے پھر سے مخاطب کیا مگر اگے سے خاموشی ملی۔

آریان کو اس کی اس حرکت پر غصہ آیا وہ سب برداشت کر سکتا تھا سوائے اس کی اگنورنس کے۔

وہ غصے سے اس کی جانب گیا اور اس کی بازو زور سے پکڑی۔

سائیں کیا کر رہے ہیں درد ہو رہا۔وہ نم آنکھوں سے بولی۔

یہ تو اگنور کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا چلو شاباش جو ساڑھی لے کر دی

تھی وہ پہن کر ائو۔وہ غصے سے بولا۔

مجھے نہیں پسند وہ میں نہیں پہنوں گی۔وہ ہاتھ چھڑواتے بولی۔

رمشہ جلدی جائو۔رمشہ کو واقع غصے میں لگا کیونکہ وہ اسے اس کا نام لے کر

مخاطب نہیں کرتا تھا اس لیے وہ جلدی سے ساڑھی لیتے واشروم میں گھس گئی۔

کچھ دیر بعد وہ باہر آئی تو آریان کو سامنے بیڈ پر بغیر شرٹ کے بیٹھا پایا۔

آریان اسے دیکھ کر چلتا اس کے پاس ایا۔

جو برائون ساڑھی پہنے اسکے سامنے کھڑی تھی۔

گلہ تھوڑا سا ڈیپ تھا۔

وہ اسے دیکھتا بے خود ہو رہا تھا۔

اس نے اسے کمر سے پکڑ کر اپنے قریب کیا اور اس کی ٹھوڑی پر دانت

گاڑھے۔

سسسسس۔۔وہ سسکی

مجھے اگنور کرنے کی وجہ۔۔۔؟وہ اس کے بالوں کو اپنی مُٹھی میں لیتا بولا۔

سائیں میں مذاق۔۔وہ نم آنکھوں سے بولی تھی۔

مذاق میں بھی کیا سوجھی۔وہ اس کی بات کاٹتا غصے سے بولا۔

رمشہ کو واقع احساس ہوا اسے ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔

سائیں سوری۔۔۔"وہ معصوم منہ بنا کر بولی تو آریان نے اس کے ہونٹوں کو

اپنی گرفت میں لیا۔رمشہ بن پانی مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔

آئندہ ایسے کیا تو پھر دیکھنا۔اس کے اس قدر غصہ کرنے سے رمشہ رونے لگی۔

جانم کیا ہوا رو کیوں رہی ہو۔وہ اس کے رونے پر گھبرا گیا۔

آپ ۔۔۔اپ مج۔۔مجھ س۔۔سے پ۔۔پپ۔۔۔پیار نہیں ۔۔کک۔۔کر۔۔کرتے۔وہ روتے بولی

کرتا ہوں جانم میں اپنی شپاٹری سے بے حد محبت کرتا ہوں وہ اس کے چہرے کو چومتے بولا۔

پھر ڈانٹا کیوں۔وہ سوں سوں کرتے معصومیت سے بولی۔

آپ نے اگنور کیوں کیا۔وہ چہرے کو سنجیدہ کرتا بولا۔

سوری وہ اس کے سینے سے لگ گئی تھی۔

سوری کی ضرورت نہیں ہے بیوی لیکن مجھ سے آپ کا اگنور کرنا برداشت نہیں

ہوتا چاہے آپ اسکے بدلے میری جان لے لیں لیکن یوں نظر انداز ہونا وہ

بھی آپ سے مجھ میں برداشت نہیں وہ اسکے ہاتھوں کو تھامے سچے دل سے

بول رہا تھا اسکی آنکھوں میں سچائی کی چمک تھی رمشا کو واقعی اپنی غلطی کا

احساس ہوچکا تھا۔

پکا وعدہ آئندہ نہیں کروں گی۔۔" وہ اسکی آنکھوں میں اپنی نم آنکھیں گاڑھتی

ہوئی اسے بے چین کر گئی تھی۔

ششششش ششششش آپ نے رونا نہیں ہے مجھ سے آپ کا رونا بھی برداشت

نہیں ہو وہ اسکی آنکھوں پہ لب رکھتا ہوا بولا تھا۔

سائیں۔۔۔؟ اس نے اپنی آنکھوں اور پھر چہرہ پہ اسکا لمس محسوس کرتے اسے پکارا تھا۔

جی سائیں کی جان۔۔۔!وہ اسے کمر سے تھامے اپنے ساتھ لگائے ہوئے تھا۔

آپ اتنے زیادہ جنونی کیوں ہیں میرے معاملے میں۔۔۔؟ وہ آج اس سے اسکی پوزیسونس کے بارے میں سوال کر رہی تھی۔

انسان اپنی قیمتی چیزوں کے معاملے میں بہت پوزیسو ہوتا ہے۔۔۔!

لیکن میں کوئی چیز۔۔۔۔

ہاں آپ چیز نہیں ہیں آپ ایک جیتا جاگتا انسان ہیں اور آریان شاہ کی دھڑکنوں کو منتشر کرنے کا ہنر صرف رمشا آریان شاہ کے پاس ہے وہ اسکے

بالوں پہ بوسہ دیتے آج بھی اسے معزز کر رہا تھا وہ مسکراتی ہوئی آنکھیں بند کرتی اسکے لمس کو محسوس کر رہی تھی۔

اب یہیں کھڑے رہنا ہے یا مجھے میرا کام بھی کرنے دینا ہے وہ زومعنی باتیں کرتا رمشا کو شرمانے پہ مجبور کر گیا تھا رمشا مسکراتے ہوئے اپنے سر کو اثبات میں ہلا گئی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

تبریز اپنے کف کے بٹنوں کو کھولتا کمرے میں داخل ہوئا تھا خالی کمرہ اسے منہ چڑا رہا تھا۔

نشا۔۔۔۔؟ نشے۔۔۔؟ اس نے نشا کو پکارا جو کہ پردوں کہ پیچھے چھپی تبریز کے چہرے پہ چھائے پریشانی کے آثار دیکھ کر اپنی ہنسی چھپا رہی تھی۔

نشا۔۔۔؟؟؟ اس نے پھر سے اسے آواز دی تھی۔

اووو آج تو مجھے رانی کے پاس جانا تھا میں بھول گیا اب وہ کتنا غصہ ہو گی تبریز

نشا کے پیروں کو دیکھتا اسکی چالاکی سمجھ چکا تھا۔

خبردار اگر اس چڑیل کے پاس گئے تھے ماردوں گی میں اسے جان سے نشا

پردوں کو ہٹا کر اسکے سامنے آتی اسے گریبان کو دبوچ ہوئے بولی تھی۔

لیکن میں کیا کروں جانا ضروری ہے وہ معصوم سا منہ بنائے بولا تھا۔

کیوں جانا ضروری ہے بتائیں مجھے۔۔۔؟ نشا نے اپنی آنکھوں کو بڑا کرتے اسے

گھورا تھا۔

میرا رومینس کرنے کو دل کر رہا ہے وہ اب بھی معصوم سا منہ بنائے ہوئے

تھا۔

ہاں تو میں ہوں نا آپ کی حق حلال کی بیوی وہ بھاری ہوتی آواز سے بولی تھی

اسے رونا آرہا تھا۔

لیکن میں نے تو رانی۔۔۔!

رانی رانی رانی مار دوں گی میں اس رانی کی بچی کو آپ صرف میرے ہیں آئی

سمجھ وہ اسکے گریبان کو دبوچتی ہوئی اپنی ایڑھیاں اوپر اٹھاتی اسکے ہونٹوں پہ

اپنے لب رکھ گئی تھی۔

تبریز اسکی جیلیسی سے کافی خود ہوا تھا وہ اسکے لبوں کو نرمی سے آزادی بخشتا

اسکی نم آنکھوں کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا اسے بیڈ تک لایا تھا۔

میں سانس لینا بھول سکتا ہوں لیکن لڑکی تم نے تو میرے دل پہ قبضہ کیا ہوا

ہے وہ مسکراتے ہوئے بولتا نشا کو بھی ہنسا گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

اگلی صبح:

آج سعد شرمینہ اور امرحا احتشام کا نکاح تھا دونوں حویلیوں میں تیاریاں شروع ہوگئی تھیں لیکن نکاح کی تقریب دونوں حویلیوں کے درمیان بنے باغ میں رکھی گئی تھی سب آج کاموں میں بے حد مصروف تھے۔

آپ جا رہے ہیں۔۔۔؟ وہ اسکے کمرے میں داخل ہوئی تھی جو لیپ ٹاپ پہ جھکا کچھ ڈاکومنٹس تیار کر رہا تھا۔

ہاں جا رہا ہوں وہ اب بھی لیپ ٹاپ پہ انگلیاں چلا رہا تھا۔

یہاں کیوں نہیں رہ رہے۔۔۔؟ وہ اسکی طرف دیکھتی ہوئی بول رہی تھی۔

یہاں رہنے کی کوئی وجہ نہیں وہ اسے ایک نظر دیکھتا اسے پوری طرح سے نظر انداز کر رہا تھا۔

آپ ہمیشہ سے ظالم رہے ہیں سائیں وہ کہتی رو پڑی تھی آنسو نقاب سے چھلک رہے تھے۔

آپ نے بھی تو ظلم کیے ہیں اسکی نم آواز کو سنتے داور کی لیپ ٹاپ کی بورڈ پہ چلتی انگلیاں رکی تھیں۔

ہم ظالم نہیں ہیں وہ اس الزام پہ تڑپ اٹھی تھی۔

میری محبت سے ہمیشہ نا واقف رہی ہیں آپ یہ ظلم تھا وہ اب شکوہ کر رہا تھا۔

اب تو جان گئی ہوں نا وہ جیسے بے بس ہوئی تھی۔

جانا ضروری ہے میرا۔۔۔" وہ لیپ ٹاپ کو سائیڈ پہ رکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

کیوں ضروری ہے...؟ وہ اب بھی اسی جگہ پہ کھڑی ہوئی تھی۔

وہاں میری ضرورت ہے وہ اپنی شال پہ ہاتھ پھیرتا بولا تھا۔

ضرورت تو یہاں بھی تھی وہ نم آنکھوں سے بولتی واپس جانے کو مڑی تھی۔

ہاتھ بھی اٹھایا تھا آپ نے مجھ پہ وہ سر جھکائے ایک اور شکوہ کر گیا تھا۔

سوری۔۔۔!وہ بس اتنا ہی کہتی رو پڑی تھی۔

کہا تھا نا رویا مت کریں مجھے میری سانسیں بند ہوتی محسوس ہوتی ہیں وہ دور سے ہی بولا تھا۔

آپ جان پوچھ کر رلاتے ہیں مجھے وہ روتی ہوئی بولی تھی۔

استغفر اللہ اتنا بڑا الزام مجھ شریف انسان پہ وہ اب ہلکا سا مسکرایا تھا۔

اچھا یہ بتائیں نکاح کیلئے خود مان جائیں گی یا مجھے تھوڑی سی جدوجہد کرنی پڑے گی....؟ وہ ہنستا ہوا بولا تھا۔

ہنہ۔۔۔! نہیں مان رہے ہم وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پہ باندھے منہ بسورے بولی تھی۔

اچھا مان جائیں نا یار میں ساری زندگی آپ کو برتن دھو کر دوں گا وہ بڑا عجیب طریقے سے محبت کا پرپوزل پیش کر رہا تھا۔

پکا...؟ وہ بھی جیسے خوش ہوگئی تھی۔

جی پکا۔۔۔!!وہ ہنستا ہوا بولا تھا۔

چلیں ٹھیک ہے پھر سب سے آپ بات کرلینا۔۔۔!وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

کس سے بات کرنی ہے۔۔۔؟ وہ شاکی نظروں سے اسے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

ہماری اماں سائیں دادا سائیں اپنے بابا سائیں والوں سے وہ جیسے سمجھداری سے بول رہی تھی۔

وہ سب تو آل ریڈی مانے ہوئے ہیں انفیکٹ شام میں تو ہمارا بھی نکاح ہے داور گہرا سا مسکرایا تھا۔

اووووووووو صبیحہ آنکھوں کو حیرت سے پھیلائے داور کو دیکھ رہی تھی۔

ببب بہت گندے ہیں آپ وہ ہاتھوں کا مکا بناتی اسکے بازو پہ مار گئی تھی۔

نا کریں کچھ منٹوں میں ہونے والی بیوی ہاتھ ٹوٹ گیا تو شادی کون کرے گا۔۔۔؟ وہ اپنے بازو کو شرارت سے سہلاتا ہوا بولا تھا۔

ہم کر رہے ہیں نا شادی کافی نہیں۔۔۔؟ گندے وہ ناک چھلا کر کہتی باہر نکل گئی تھی۔

داور بھی اپنے رب کا شکر ادا کرتا مسکرا دیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ تینوں بہت پیارا تیار ہوئی تھیں۔۔۔

شرمینہ نے ڈیپ ریڈ لہنگا چولی پہنی تھی اور اس پہ ہوئے خوبصورت سے میک اپ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

امرحا نے آف وائٹ شرارہ کرتی پہنی تھی سر پہ ڈارک برائون دوپٹا ٹکائے وہ آج بغیر نقاب کے میک اپ کیے بلا کی حسین لگ رہی تھی اسے عورتوں میں ہی بٹھایا گیا تھا اس وجہ سے نقاب نہیں لیا تھا۔

پیور وائٹ شرارے پہ پیور وائٹ شارٹ فراک اور اس پہ ریڈ کلر کا دوپٹہ سر

پہ اوڑھے ہاتھوں میں مہندی لگائے دلہن کے میک اپ میں سجی ہوئی صبیحہ

دانیال سومرو بھی بلا کا حُسن رکھتی تھی وہ تینوں ہی پر کشش لگ رہی تھیں۔

ماشاللہ صبی آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں رمشا اسکے پاس بیٹھتی بولی تھی اس

نے اج اسے پہلی بار بغیر نقاب کے دیکھا تھا ممکن تھا کہ فنگشن اگر صرف

عورتوں کا نا ہوتا تو وہ دونوں آج بھی نقاب کرتی۔۔۔!

جزاک اللہ صبیحہ دھیما سا مسکرا دی تھی رمشا آنکھوں میں محبت سموئے اب

امرحا کے پاس بیٹھی تھی۔

مہرو آپ بھی بہت خوبصورت لگ رہی ہیں وہ اسکی برائون آنکھوں کو دیکھتی

ہوئی بولی تھی تو امرحا سر کو ہلکا سا ہلاتی مسکرائی تھی۔

اور شینا ادی آپ تو قیامت لگ رہی ہیں سعد ادا کے ہوش اڑ جائیں گے رمشا نے شرمینہ کی بھی دل سے تعریف کی تھی۔

ہوش تو تمہارے سائیں کے بھی اڑیں گے اگر تم نے ہیل نا اتاری تو شرمینہ ہنستی ہوئی بولی تھی۔

اوو ہو میں تو غلطی سے مس ٹیک کر کے آگئی ابھی چینج کر کے آتی ہوں رمشا اٹھتی ہوئی اسٹیج سے نیچے اتر آئی تھی۔

ڈارک گرین کیپری اور فراک میں ملبوس بالوں کو کھلا چھوڑے ہاتھوں میں چوڑیوں کے ساتھ گجرے پہنے رمشا بے حد پیاری لگ رہی تھی۔

بیوی آج میں نے آپ کی تعریف ہی نہیں کی لڑکوں کا اسٹیج باغ کی دوسری طرف بنایا گیا تھا۔

سائیں نہیں میری لپ اسٹک خراب ہوجائے گی رمشا جو کہ سینڈل چینج کرنے آئی تھی آریان کو دیکھ اسکے اوسان صحیح معنوں میں خطا ہوئے تھے۔

ہاں تو کیا ہوا میں ٹھیک کردوں گا وہ اسے کمر سے تھامتا اسکے ہونٹوں پہ اپنے لب رکھتا خود کو سیراب کرنے لگا تھا پھر وہ اسکے گالوں پہ بوسہ دیتے اسکی آنکھوں کو بھی معزز کر رہا تھا۔

اسکی گردن پہ بوسہ دیتے وہ اس سے دور ہوا تھا۔

یہ توابھی تھوڑی سی تعریف تھی باقی رات میں کروں گا ابھی میک اپ ٹھیک کرلیں آپ آریان بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہاں سے جا چکا تھا۔

برے والے سائیں رمشا اپنی میک کو ایک نظر دیکھتی روہانسی ہوگئی تھی اب وہ پارلر والی کو کیا بولتی کہ اسکے شوہر نے رومینس کے چکر میں اسکا سارا میک اپ خراب کردیا۔۔۔؟

oooooooooooooooooooooooooo

سردار جی ہم تیار ہوگئے اب باغ چلیں زمزم بلیک کلر کی فراک پہنے ابتسام کے سامنے آئی تھی بال آج بھی کھلے چھوڑے تھے جنہیں دیکھ ابتسام کو لگتا جیسے کوئی آبشار بہہ رہا ہو اور آج تو سموکی آئیز اور ریڈ لپ اسٹک میں کالے بالوں کو کھلا چھوڑ کر گلے میں دوپٹہ لیے ہیل پہن کر وہ ابتسام کے کندھوں سے اوپر تک آرہی تھی ابتسام کا دل تھا کہ وہ اسکی تیاری کو سلامی پیش کرے اور دل کی آواز پہ وہ لبیک کہتا بغیر اسے کچھ بھی کہے روم کو لاک کرتا واپس

آکر اسکے گالوں پہ بوسہ دیتا ان پہ لالی بکھیر گیا تھا پھر وہ اسکے لبوں کو اپنی قید میں لیتا اسکے بالوں میں انگلیاں پھنسائے وہ اسکی دھڑکنوں کو بڑھا رہا تھا۔

سردار جی میک اپ وہ اب وہ رونے لگی تھی۔

پارلر والی ابھی باہر ہی ہے وہ تیار کر دے گی آپ کو ابتسام اسکی سفید گردن پہ بوسہ دیتے اسے خود میں بھینچ گیا تھا۔

دل تو نہیں کر رہا چھوڑنے کا لیکن ہم رات میں یہیں سے کونٹینیو کریں گے وہ اسکے ہونٹوں پہ اپنے ہونٹوں کو رکھتا اس سے دور ہوا تھا۔

بے شرم سردار جی وہ کہتی جلدی سے وہاں سے بھاگی تھی ورنہ وہ اگر اسکے ہتھے چڑھتی تو سارے میک اپ کو فی امان اللہ کہنا پڑ جاتا۔۔۔

ابتسام کا قہقہ پورے کمرے میں گونجا تھا۔۔۔

ooooooooooooooooooooooooooooo

ان تینوں سے باری باری پوچھ کر نکاح کے مراحلوں کو خیر سے سر انجام دیا گیا تھا خاروں طرف مبارکبار کی گونجیں اٹھیں تھیں سب بہت زیادہ خوش تھے خوشیں‌وں نے جیسے اب واپسی کی راہ لی تھی۔۔

سب دلہنوں کو ساتھ ہی رخصت کر دیا گیا تھا شرمینہ کو سعد کے کمرے میں لایا گیا تھا۔

وہ سر جھکائے بیٹھی تھی تھوڑا اپنی غلطی کا احساس بھی تھا وہ اس دن فون کی وجہ سے اسے بہت ساری باتیں سنا چکی تھی ناجانے وہ کیسا بیہیو کرے یہی سوچ اسے پریشان کر رہی تھی۔

سعد ابھی کمرے میں انٹر ہوتا کہ نشا اور رمشا آگے آئی تھیں۔

نیگ دیں ادا۔۔۔!دونوں نے اپنے ہاتھوں کو آگے کیا تھا۔

دیکھیں نشا ادی آپ تو ایسا نا کریں آپ تو میری بڑی بہن ہیں نا سعد نے معصوم سا منہ بنائے نشا کو دیکھا تھا۔

ہاں ہاں بڑی بہن ہوں لیکن فل وقت کوئی رشتہ نہیں ہے میرا تمہارے ساتھ چلو شاباش پیسے دو ورنہ یہیں کھڑے رہو نشا نے کمر پہ ہاتھ ٹکاتے کہا تھا۔

تبریز ادا اپنی بیوی کو لے جائیں یار سعد نے تھوڑا فاصلے پہ رکھے ہوئے صوفے پہ بیٹھے تبریز کو پکارا تھا جو بڑا لطف اندوز ہو رہا تھا۔

میں اپنی بیوی کو لے جائوں گا لیکن تم اپنھ بیوی کیلیے تھوڑی جیب ڈھیلی کرو میاں۔۔۔!وہ بھی اب مقابلے پہ آگیا تھا۔

سائیں دیکھیں سعد ادا مجھے پیسے نہیں دے رہے رمشا نے رونے کی ایکٹنگ کرتی ہوئی بولی تھی۔

سعد اگر میری بیوی کی آنکھ میں ایک بھی آنسو آیا نا تو تجھے پوری رات باہر گزارنی پڑے گی سیدھی شرافت کے ساتھ پیسے دے آریان نے دور سے کہا تھا اور سعد بے بس ہوتا اپنے جیب سے پیسے نکلاتا ان دونوں کو دیتا کمرے کا دروازہ کھول گیا تھا۔

اے پیچھے آ ابھی ہمارا نیگ کون دے گا۔۔۔؟ آریان نے اسگ پیچھے سے کالر سے دبوچتے کھینچا تھا۔

اے مت کر دیکھ میں نے تیرے ساتھ کچھ ایسا نہیں کیا تھا تو بھی مت کر یار میری بیوی انتظار۔۔۔۔!

پیسے دے شرافت سے بکواس سننے کا موڈ نہیں آریان نے اسکی کمر پہ تھپڑ رسید کرتے اسکی بولتی بند کروائی تھی۔

دیکھنا اللہ تم سے بدلہ لے گا مجھ مظلوم کو لوٹنے کا وہ نقلی آنسوؤں کو صاف کرتا پورا والٹ انہیں تھماتے تیزی سے روم میں داخل ہوتا اندر سے لاک کر گیا تھا شرمین نے سر اٹھائے اسے دیکھتے اپنی مسکان چھپائی تھی۔

وہ وہ باہر آریان تھا سعد اپنے کالر کو درست کرتا اسکی طرف بڑھا تھا شرمینہ کی مسکان اسکے قدموں کو اپنی طرف آتا دیکھ غائب ہوئی تھی۔

جج جی ! وہ سر جھکا گئی تھی۔

ہائے یہ ہچکچاہٹ ویسے اس دن تو بڑا پٹر پٹر بول رہی تھیں آپ وہ مسکراتے ہوئے اسکے ہاتھوں کو نرمی سے تھام گیا تھا۔

مم مجھے کچھ بتانا ہے آپ کو وہ اسے آریان کو پسند کرنے کے بارے میں بتانا چاہتی تھی۔

میں نہیں سننا چاہتا کچھ بھی کیونکہ جن سے محبت ہوتی ہے ان سے انکے ماضی نہیں پوچھے جاتے نا ہی انکے ماضی پہ تنقید کی جاتی ہے وہ مسکرا کر بولتا اسے بھی مسکرانے پہ مجبور کر گیا تھا۔۔

اجازت ہے۔۔۔؟ اس نے اسکی آنکھوں میں بارہا دیکھا تھا۔

وہ اثبات میں سر ہلا گئی تھی سعد نرمی سے اسکے قریب ہوتا اسکے ہونٹوں پہ جھکا تھا وہ بھی اپنے محرم کا لمس محسوس کرتی اپنا آپ اسے سونپ گئی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

داور کمرے میں داخل ہوا تو صبیحہ کو سجدہ ریز پایا داور بھی اس سے تھوڑا آگے جاءِ نماز بچھاتا اسکے ساتھ ہی نماز ادا کرنے لگا تھا صبیحہ نے اسکی امامت میں نماز ادا کرتے خود کو دنیا کی خوش نصیب عورت تصور کیا تھا داور نے سلام پھیرتے صبیحہ کو اپنی طرف دیکھتا پاکر مسکراتے ہوئے اسکے ماتھے پہ لب رکھے تھے صبیحہ نے آنکھیں بند کرتے اسکے لمس کو محسوس کیا تھا اسے اسکے صبر کا پھل بہت خوبصورت ملا تھا وہ شکر ادا کرتی ایک بار پھر سجدہ ریز ہوئی تھی۔

عشقِ روح اب مجھے بھی تھوڑا سا وقت دے دیں آپ وہ صبیحہ کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

ہم آتے ہیں تھوڑی دیر میں وہ کہتی چینجنگ روم کی طرف گئی تھی داور کو غصہ آیا تھا وہ اس سے بغیر پوچھے کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی تھی وہ غصے کو کم کرنے کیلیے ٹیرس کی طرف بڑھتا سگریٹ جلا کر اپنے لبوں سے لگا گیا تھا۔

صبیحہ قرآنِ پاک سے آیت پڑھ کر دم کیا ہوا پانی لائی تھی لیکن داور کمرے میں نہیں تھا وہ پانی کے گلاس کو ٹیبل پہ رکھتی ٹیرس کی طرف بڑھی تھی اور سامنے داور کو سگریٹ پیتا دیکھ وہ منہ بسور گئی تھی۔

سنیں۔۔۔۔!اس نے اسے آسمان کو دیکھتا پاکر پکارا تھا۔

جی جی حکم عشق سائیں وہ اسکی جانب متوجہ ہوا تھا۔

ہمیں ایک بات کرنی ہے آپ سے لیکن ہم ناراض ہیں وہ منہ بسورے بولی تھی۔

اوو اچھا۔۔۔!وہ کندھے اچکا کر بولا تھا۔

جی ہاں سنا آپ نے ہم ناراض ہیں آپ کے ساتھ وہ تھوڑا سا تیز بولی تھی۔

جی جی سن لیا میں نے اور میں ڈر بھی گیا ویسے کیوں ناراض ہیں آپ۔۔۔؟

اس نے بالا آخر پوچھ ہی لیا تھا۔

کیا کمی ہے ہمارے ہونٹوں میں جو آپ گولڈ لیف پہ مرتے ہیں وہ منہ بسور کر کہتی واپس جانے کو مڑی تھی۔

ارے ارے کوئی کمی نہیں ہے آپ کے ہونٹوں میں بلکہ انہیں دیکھ کر تو شراب بنتی ہے وہ اسے کھینچتا اسکے ہونٹوں پہ جھکا تھا سردی کی وجہ سے وہ کانپ رہی تھی وہ اسے بازوؤں میں اٹھائے اندر لایا تھا۔

وہ شرماتی ہوئی اسکے سینے میں منہ چھپا گیی تھی داور بھی مسکراتا اسے خود میں قید کر گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ آج پھر کھڑکی سے اپنے ہی کمرے میں داخل ہوا تھا امرحا جو کہ ڈریسنگ کے آگے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی اپنے پیچھے احتشام کا دیکھ اسکی دھڑکنیں بڑھ چکی تھیں۔

وہ اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیتا اسکے کندھے پہ اپنی ٹھوڑی ٹکا گیا تھا۔

ویسے مس امرحا احتشام سومرو اب دکھا ہی دیں آپ۔۔۔!وہ اپنے ہونٹ کو دانتوں تلے دبائے شرارت سے بولا تھا۔

کلک کیا۔۔۔؟ اس نے گھبراتے ہوئے پوچھا تھا۔

ارے وہی جو آپ نے فراٹ ڈے کلاس میں کہا تھا کہ دیکھیں۔۔۔!لیکن اس دن میں نے منع کردیا تھا وہ شریف ہونے پہ اتر آیا تھا۔

مم میں نے تو ایسا نہیں۔۔۔!

ہاں ہاں اپ نے تو کچھ نہیں کیا وہ اسکے گال کے ساتھ داڑھی کو مس کرتا مزید اسکی دھڑکنوں کو بڑھا تھا امرحا کو لگا تھا اسکا دل ابھی باہر آجائے گا۔

وو وہ مم میں سسر احتنتت۔۔۔۔ششش۔۔اامم۔۔۔!وہ اسکی قربت میں ہکلا رہی تھی۔

کتنے پیار سے بولا ہے آپ نے اب بولنے والوں کو داد تو وصول ہونی چاہیے وہ کہتا اسے ڈریسنگ کے ساتھ لگائے اسکا رخ موڑے اسکو لبوں کو قید کرگیا تھا امرحا نے ہاتھوں سے اسکی قمیض کو دبوچا تھا آہستہ آہستہ اسکے عمل میں شدت

آرہی تھی وہ اسکے ہونٹوں سے اسکی گردن پہ جھکا تھا لیکن امرحا کی بے ترتیب سانسوں کو محسوس کرتے وہ اسکی کمر سہلاتا اسے آرام سے بانہوں میں اٹھائے بیڈ پہ لایا تھا۔

پانی دوں۔۔۔؟ اس نے پانی کے جگ کی طرف دیکھتے امرحا سے پوچھا تھا امرحا نے جلدی سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

ریلیکس ہو جائیں وہ اسے پانی کا گلاس تھمائے مسکرا کر بولا تھا۔

آپ کے ساتھ ریلیکس ہی ہوں میں وہ پانی پیتی مسکرا کر کہتی اسکے سینے پہ سر رکھ گئی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

چند سال بعد۔۔۔۔۔۔۔

رمشہ اور آریان کو اللہ نے بیٹی سے نوازہ تھا جس کا نام انہوں نے رمیان رکھا تھا۔

آریان بیڈ پر بیٹھا موبائل یوزر کر رہا تھا اور رمشہ ایزل کو سلانے کی کوشش کر رہی تھی جو کہ رات 3 بجے تک جاگ رہی تھی۔

بیٹا سو جائو نہ مما کو نیندو آ ری ہے رمشہ روہانسی ہوتی بولی۔

اس کی بات سنتا آریان اس کے پاس آیا۔

جانم آپ لیٹو اسے میں سلاتا ہوں آریان اس سے رمیان کو لیتے بولا۔

رمشہ بھی اسے پکڑاتی بیڈ پر جا کر لیٹ گئی۔

پرنسز بابا آپ کو بہت پیار کرتے لیکن مما کو زیادہ کرتے اس لیے میں آپ کو اس چیز کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ میری بیوی کو تنگ کرو اس لیے اپنی ٹائمنگ چینج کرو سونے کی۔اریان اسے جھلاتے بولا۔

وہ اس کی بات سن کر مسکرائی جیسے سمجھ لگ گئی ہو۔

چلو بیٹا سو جائو ابھی آپ کے مما بابا نے اک دوسرے کی تھکاوٹ بھی اتارنی ہے۔وہ بے باکی سے بولا۔

رمشہ نے اس کی بات سنتے کمبل منہ تک تان لیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ سوئی۔

آریان اسے بے بی کاٹ میں لٹاتا رمشہ پاس آیا۔

جانم سائیں اٹھیں مجھے پتہ ہے آپ جاگ رہی ہیں۔

سائیں مجھے سونا ہے۔وہ منہ بناتے بولی۔

نہیں شپاٹری پہلے پیار کرنا ہے۔وہ بھی دوبدو بولا۔

یہ کہتے اس نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیے۔

رمشہ بھی مذمت چھوڑے اس کا ساتھ دینے لگی۔

اس کے ہونٹوں کی چھوڑے وہ اس کی گردن تک آیا گردن سے کندھوں تک

کا سفر وہ چند پلوں میں کر گیا۔

ساری رات وہ دونوں اک دوسرے کے وجود میں کھوئے رہے تھے۔

ooooooooooooooooooooooooo

اللہ پاک نے تبریز کو دو بیٹوں سے نوازا تھا ایک مہنام تبریز شاہ اور دوسرا

زرعان تبریز شاہ وہ دونوں ہی بے حد شرارتی تھے ہر وقت نشا کو تنگ کئے

رکھتے تھے لیکن دونوں رمیان کے رکھوالے تھے ہمیشہ اسکے لیے لڑتے تھے چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی بانٹ کر کھاتے تھے۔۔

داور کا ایک بیٹا یاور سومرو اور ایک ننھی پری جو ابھی دو ماہ کی تھی داویہ وہ خوبصورتی میں اپنی ماں پہ گئی تھی لیکن اسکی آنکھیں شہد رنگ تھیں بلکل داور کی طرح زمزم کو بچوں کا بہت شوق تھا لیکن بقول ابتسام سومرو کے وہ ابھی خود چھوٹی تھی وہ بچے نہیں سنبھال سکتی تھی۔۔

اماں سائیں دیکھیں یاور نے ہماری چاکلیٹ کھا لی ہیں ہم سردار جی کو بتائیں گے زمزم اداس سی ردا سومرو کے پاس آئی تھی جو کہ فاریہ سومرو کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔

زمزم بری بات بیٹا وہ آپکا بھتیجا ہے اور بھانجا بھی ردا سومرو نے اسے ٹوکا تھا۔

ہاں ہاں ہمیں پتا ہے اب آپ ہم سے پیار نہیں کرتیں زمزم نے نم آنکھوں سے کہتے رخ پلٹا تھا۔

سردارنی جی کہا تھا نا رویا مت کریں آپ دیکھیں میں بہت ساری چاکلیٹ لایا ہوں ابتسام کسی کا خیال کیے بغیر اپنی چھوٹی سی بیوی کو اپنے بازوؤں میں بھرتا چاکلیٹ کا پیکٹ اسے تھمائے اوپر سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا فاریہ سومرو اور ردا سومرو ماشاءاللہ کہتی مسکرا دی تھیں۔

oooooooooooooooo

ہر کہانی کا آخر خوبصورت نہیں ہوتا اور نا ہی ہر کہانی اپنے اچھے انجام کو پہنچتی ہے دراصل حقیقت تو تب شروع ہوتی ہے جب کوئی کہانی ختم ہو جاتی ہے۔

نشا اور تبریز کی کہانی سے ہمیں یہ سیکھنے کو ملا کہ کبھی بھی کسی کو اسکی خامیوں سے جج نہیں کرنا چاہیے ہوسکتا ہے وہ انسان آپ سے بھی زیادہ آگے ہو لیکن آپ اپنی انّا میں مگن انہیں تکلیف سے دو چار کردیں۔

صبیحہ اور داور کی محبت سے ایک بات تو ثابت ہوئی کہ مرد اگر محبت کرلے تو کسی بھی صورت میں پیچھے نہیں ہٹتا اور میں جانتی ہوں ہر لڑکی صبیحہ نہیں ہوسکتی اور نا ہی کسی کیلیے داور جیسے مرد آتے ہیں لیکن ہر لڑکی کو اپنی حفاظت اپنے پردے کی حفاظت صبیحہ کی طرح کرنی چاہیے خود کو محفوظ رکھنا چاہیے اپنے محرم کیلیے۔۔۔!

ابتسام اور زمزم سب کے موست فیورٹ کپل انکی کہانی سے بھی ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملا لیکن یہ خاص طور پہ مردوں کیلیے تھا آج کل اگر کسی لڑکی کے

ساتھ خدا نا کرے کوئی برا واقعہ پیش آجائے تو لوگ باتیں بناتے ہیں جبکہ ابتسام نے اسے باتوں سے بچانے کیلیے اپنی عزت بنایا تھا اگر آج کل کسی لڑکی کے کردار کو اچھالا جاتا ہے تو سب سے پہلے وہ مرد اسے چھوڑ کر جاتا ہے جو اس سے محبت کے دعوے کرتا ہے لیکن بہت کم مرد ہوتے ہیں جو اس وقت بھی اپنی محبت کا ساتھ نبھاتے ہیں یہ مرد صرف ناولز اور ڈراموں میں ہی نہیں پائے جاتے حقیقت میں بھی ایسے مرد ہوتے ہیں۔۔۔ایک بات یاد رکھنے گڑیا مرد کبھی بھی مشکل حالات میں چھوڑ کر نہیں جاتے اور جو چھوڑ جائیں وہ مرد نہیں ہوتے۔۔۔!

♥اگر مجھے تو اس پہ آپ سب کا اچھا رسپانس ملا تو ضرور ان کرداروں کو ایک بار پھر لکھوں گی۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆☆

ختم شد